نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی

جامع سیرت

فضیلۃ الشیخ عبداللہ بن سلیمان المزروق

سوالاً جواباً

فہرست مضامین

مقدمة المترجم

اِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ نَحْمَدُهُ وَالصَّلوٰةُ وَالسَّلَامُ عَلَى مَنْ لَا نَبِيَّ بَعْدَهُ:

بلاشبہ انسان ساری عمر دوسروں سے سیکھ' جان کر اور دُوسروں کی راہنمائی کے ذریعے زندگی گزارتا ہے۔ چنانچہ عالم طفولیت کے لاشعور والی عمر میں مدرسہ حجر و مہد (گود و گہوارہ) سے لے کر بچپن ولڑکپن کے کچے شعور اور پھر پختہ عمر تک کے تمام تعلیمی، تدریسی اور تربیتی مراحل تک جسے جس طرح کے مربی ومعلم اور اردگرد کے ماحول میسر آتے ہیں، اس کی زندگی کے تمام شعبہ جات یعنی اس کی طرزِ بودوباش، اندازِ گفتگو، دوسروں سے معاملات، دینی و مذہبی اُمور میں اس کے عقائد وطریقہ ہائے عبادات و اخلاقیات، اجتماعی، جماعتی، اُسروی، ملکی و سیاسی اور معاشرتی احساساتِ ذمہ داری، قوم وملت اور اپنے دین، دھرم، ازم اور مذہب کے لیے کچھ سرانجام دینے کے لیے افکار ونظریات، معاشی ترقی ومحنت وغیرہ وغیرہ ...... میں اسی طرح سے اُس کی شخصیت پر چڑھا ہوا رنگ نظر آتا ہے۔ جہاں ایک طرف یہ حقیقت ہے کہ انسان کی زندگی میں مذکورہ بالا اُمورِ تکونیہ نہایت مؤثر ثابت ہوتے ہیں وہاں یہ بھی سو فیصد سچ اور حق ہے کہ: ﴿ اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ اَمْشَاجٍ نَّبْتَلِيْهِ فَجَعَلْنٰهُ سَمِيْعًا ۢ بَصِيْرًا ○ اِنَّا هَدَيْنٰهُ السَّبِيْلَ اِمَّا شَاكِرًا وَّاِمَّا كَفُوْرًا ○ ﴾ (الدھر: ۲،۳) ''ہم نے آدمی کو (عورت مرد کے) ملے ہوئے نطفے سے پیدا کیا اُس کو آزمانے کے لیے اور اس کو سنتا دیکھتا بنایا۔ ہم ہی نے اُس کو رستہ دکھلایا یا تو وہ شکر گزار ہے (مومن) یا ناشکرا (کافر)۔'' یعنی انسان کے خالق و مالک اللہ رب العالمین نے عقل وشعور اور فہم و ادراک والی عظیم نعمت

سے بھی اسے نوازا ہے کہ جس کے ذریعے وہ شعور کی عمر کو پہنچتے ہی اچھے اور بُرے، غلط اور صحیح، شکر گزاری اور ناشکری والے دونوں متضاد راستوں کی خوب پہچان کر کے جان جاتا ہے کہ اگر کہیں ماحول، معاشرہ یا اُس کی تربیت واصلاح کرنے والے غلطی کر رہے ہوں اور اُسے کسی غلط راہ پر چلانا چاہتے ہوں تو وہ خود اپنی عقل وفہم اور شعور وادراک سے کام لے کر سیدھی راہ کو اختیار کر لے۔

﴿ بَلِ الْاِنسَانُ عَلٰی نَفْسِهٖ بَصِیْرَةٌ ۝ ﴾ (القیامہ : ١٤)

''بلکہ آدمی اپنے اوپر آپ دلیل ہوگا۔''

جس دور میں ہم نے آنکھ کھولی ہے اس علوم ومعارف کے ذریعے روزِ روشن کی طرح واضح اس حقیقت کو ہم نے خوب جان لیا ہے اور ہزار ہا سالوں کی تاریخ بیان کرنے والی کتابیں، دینی، مذہبی وآسمانی کتب اور دنیا کے ہر خطے پر پائے جانے والے آثار بھی اس شاھد کے گواہ ہیں کہ: جس خالق کائنات نے زمین وآسمان، افلاک وکواکب، چاند، ستاروں، ہواؤں، فضاؤں اور ٹھنڈے، گرم موسموں جیسی ہزار ہا نعمتوں اور کائنات کے تکوینی اُمور کے ذریعے ہماری اس کرۂ ارضی کا ماحول انسان کے رہنے سہنے اور اپنی زندگی گزارنے کے لیے میسر کیا اور موزوں بنایا ہے اُس خالق انسان رب کبریاء نے اس عقل وشعور اور فہم و ادراک والی مخلوق کی مکمل اور صحیح ترین راہنمائی وقیادت کے لیے انہی انسانوں میں سے ایسے اعلیٰ اوصاف اور پختہ ترین علم والے لوگوں کا انتخاب ہر دور میں فرمایا ہے کہ جنہیں عام اصطلاح میں رسول اور انبیاء کہا جاتا ہے۔ چنانچہ اللہ عزوجل ارشاد فرماتے ہیں:

﴿ وَلِكُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلٌ فَاِذَا جَآءَ رَسُوْلُهُمْ قُضِیَ بَیْنَهُمْ بِالْقِسْطِ وَ هُمْ لَا یُظْلَمُوْنَ ۝ ﴾ (یونس : ٤٧)

''اور ہر قوم کی طرف ایک پیغمبر بھیجا گیا پھر جب اُن کا پیغمبر آیا'' اور انہوں نے اس کو جھٹلایا'' تو انصاف کے ساتھ ان کا فیصلہ ہو گیا اور ان پر ظلم نہیں ہوتا۔''

یعنی اللہ کے پیغمبر اور اُن کے اہل ایمان ساتھی اللہ کے عذاب سے بچ جاتے اور اُن کو

جھٹلانے والے، جہالت و خباثت اور کفر و شرک کا راستہ اپنانے والے تباہ ہو جاتے۔ اسی بات کو ایک دوسرے مقام پر اس انداز میں بیان فرمایا ہے:

﴿ مَنِ اهْتَدٰى فَاِنَّمَا يَهْتَدِيْ لِنَفْسِهٖ وَ مَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا وَ لَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى وَ مَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا ۝ وَ اِذَآ اَرَدْنَآ اَنْ نُّهْلِكَ قَرْيَةً اَمَرْنَا مُتْرَفِيْهَا فَفَسَقُوْا فِيْهَا فَحَقَّ عَلَيْهَا الْقَوْلُ فَدَمَّرْنٰهَا تَدْمِيْرًا ۝ ﴾ (الاسراء: ۱۵،۱۶)

''جو شخص سیدھے رستے پر چلا (اچھے کام کیے) تو وہ اپنے ہی فائدے کے لیے سیدھا رستہ چلتا ہے اور جو شخص (سیدھے رستے سے بھٹک گیا (اور بُرے کاموں میں پھنس گیا) تو اس کا وبال اسی کو بھگتنا ہوگا (دوسرے کا کچھ نقصان نہ ہوگا) اور کوئی بوجھ اُٹھانے والا دوسرے کا بوجھ نہیں اُٹھائے گا۔ اور ہم اس وقت تک کسی کو عذاب کرنے والے نہیں ہیں جب تک کوئی پیغمبر نہ بھیجیں اور جب ہم کسی بستی کو برباد کرنا چاہتے ہیں تو وہاں کے چین اُڑانے والوں کو حکم دیتے ہیں ہیں پھر وہ اس بستی میں بدکاریاں کرنے لگتے ہیں آخر (اپنی بدکاریوں کی وجہ سے) وہ بستی عذاب کے لائق ہو جاتی ہے تب اس کو اُکھاڑ کر ہم پھینک دیتے ہیں۔''

دنیا کے ہر خطے پر پائے جانے والے آثارِ قدیمہ اسی حقیقت اور سچائی کی گواہی دے رہے ہیں۔ • پھر ان آثارِ قدیمہ سے عبرت و نصیحت حاصل کرنے کے لیے اللہ رب العالمین اپنے حبیب و خلیل نبی محمد رسول اللہ ﷺ کو مخاطب کر کے ہمیں یہ پیغام دینا چاہتے ہیں کہ:

﴿ وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ مِّنْ اَهْلِ الْقُرٰى اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَ لَدَارُ الْاٰخِرَةِ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ اتَّقَوْا اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝ حَتّٰٓى اِذَا اسْتَيْئَسَ الرُّسُلُ وَ ظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ قَدْ كُذِبُوْا جَآءَهُمْ نَصْرُنَا فَنُجِّيَ مَنْ نَّشَآءُ وَ لَا يُرَدُّ بَاْسُنَا عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِيْنَ ۝ لَقَدْ كَانَ فِيْ قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ

لِّاُولِی الۡاَلۡبَابِ مَا کَانَ حَدِیۡثًا یُّفۡتَرٰی وَ لٰکِنۡ تَصۡدِیۡقَ الَّذِیۡ بَیۡنَ یَدَیۡہِ وَتَفۡصِیۡلَ کُلِّ شَیۡءٍ وَّ ھُدًی وَّ رَحۡمَۃً لِّقَوۡمٍ یُّؤۡمِنُوۡنَ ۝ ﴾

(یوسف: ۱۰۹ تا ۱۱۱)

''اور (اے پیغمبرؐ!) ہم نے تجھ سے پہلے جو پیغمبر بھیجے وہ مرد ہی تھے (فرشتے یا جن نہ تھے نہ عورتیں) بستیوں کے رہنے والے کیا یہ لوگ (کافر) ملک میں نہیں پھرے (اگر پھرتے) تو (آنکھ سے) دیکھ لیتے کہ اگلے (گنہگار) لوگوں کا انجام کیسا ہوا (جنھوں نے اپنے پیغمبروں کو جھٹلایا تھا) اور اس میں شک نہیں کہ پرہیز گاروں کے لیے (جو شرک سے بچتے ہیں) آخرت کا گھر دنیا کے گھر سے کہیں بہتر ہے کیا تم کو عقل نہیں ہے یہاں تک کہ جب پیغمبر نا اُمید ہو گئے اور اُن کی قوم کے لوگ یہ سمجھنے لگے کہ پیغمبر جھوٹے ہیں، ایک ہی ایکا ہماری مدد ان کے پاس آن پہنچی، پھر جس کو ہم نے چاہا بچا دیا اور گنہگار لوگوں پر سے ہمارا عذاب ٹل نہیں سکتا۔ جو لوگ عقل والے ہیں ان کو بے شک اُن لوگوں کے قصوں سے عبرت ہوتی ہے۔قرآن کوئی بٹی ہوئی (بنائی ہوئی) بات نہیں ہے بلکہ قرآن اگلی کتابوں کا سچا کرنے والا ہے اور ہر چیز کو کھول کر بیان کرنے والا ہے اور ایمانداروں کے لیے ہدایت اور رحمت ہے۔''

آیاتِ مذکور بالا سے ہمارا استدلال و استنباط صرف یہ ہے کہ بنی نوع انسان کے خالق و مالک نے اسے زمین پر آباد کر کے یونہی بے مہار نہیں چھوڑ دیا کہ وہ جیسی چاہے دیگر حیوانات کی طرح زندگی گزارتا پھرے بلکہ اس کی صحیح صحیح راہنمائی و قیادت کے لیے کئی طرح کے وسائل و ذرائع بھی مہیا فرمائے۔ پھر یہ کہ ان میں سب سے اعلیٰ و ارفع اور قابل اعتماد مضبوط ترین ذریعے انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی تعلیمات اور ان پر اُترنے والی کتابوں کا ذریعہ تھا۔ چنانچہ جو لوگ ان کی ہدایات و تعلیمات پر چلے وہ دنیا و آخرت دونوں جہانوں میں کامیاب رہے اور جنھوں نے ہٹ دھرمی اختیار کی وہ تباہ و برباد ہو گئے۔یقین نہ آئے تو

چل کر ان اقوام کے آثار دیکھ لو۔ بظاہر تباہ شدہ قومیں دنیاوی اعتبار سے اپنے اپنے دور کی سب سے زیادہ ترقی یافتہ اقوال ہوا کرتی تھیں مگر حق ، سچ اور توحید رب کبریاء کی مخالفت انہیں لے ڈوبی۔

نہایت عقل مندوں، داناؤں، سمجھ داروں اور حقیقت شناس لوگوں کے لیے جو حقیقت ہم نے اُوپر بیان کی ہے کوئی بھی عدل و انصاف اور عقل وفہم سے کام لینے والا شخص جہاں ان باتوں کا انکار نہیں کرسکتا وہاں ایسے ہی صاحب بصیرت لوگ اس حقیقت اور دنیا کی سب سے بڑی سچائی کو بھی تسلیم کیا کرتے ہیں کہ: دنیا جہان کے تمام خطوں، علاقوں، ملکوں، شہروں اور دیہاتوں کے بلا امتیاز سب انسانوں کے لیے ہر دور کے تمام لوگوں کے لیے روئے زمین کے سابقہ تمام راہنماؤں، قائدین اور انبیاء ورسل میں مکمل راہنمائی اور قیادت واُسوۂ حسنہ کے مکمل اوصاف و شرائط رکھنے والی اگر کوئی شخصیت ہے تو وہ آج سے (تادمِ تحریر: ۹ رجمادی الثانیہ ۱۴۲۸ھ) ایک ہزار چار سو اکیاسی قمری سال اور تین ماہ قبل جزیرۃ العرب کے مرکزی شہر مکہ مکرمہ میں عربوں کے قدیم تر قبیلہ بنوقریش کی شاخ بنو ہاشم کے ایک سردار عبدالمطلب کے بیٹے عبداللہ کے ہاں پیدا ہونے والے اس عظیم ترین شخصیت ''محمد ﷺ'' کی ہے کہ جن کے متعلق سابقہ تمام انبیاء ورسل اپنی اپنی اُمتوں کو اس بات کی تاکید کر کے دنیا سے رُخصت ہوئے تھے کہ: اگر اُن کی موجودگی اور زندگی میں دنیا کا یہ سب سے اعلیٰ وارفع رہبر و راہنما مبعوث ہوکر تشریف لے آئے تو وہ فوراً اس کی اطاعت قبول کرلیں گے۔ چنانچہ اللہ عزوجل کا ارشادِ گرامی قدر ہے:

﴿ وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ عَلٰى ذٰلِكُمْ اِصْرِيْ قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا قَالَ فَاشْهَدُوْا وَاَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ ۝ ﴾ (آل عمران : ۸۱)

''اور (اے پیغمبر! ان لوگوں کو وہ وقت یاد دلاؤ) جب اللہ تعالیٰ نے (بنی اسرائیل

کے) پیغمبروں سے اقرار لیا (یا ہر ایک پیغمبر سے) کہ میں جو تم کو کتاب اور شریعت دوں تو اگر کوئی رسول ایسا آئے جو تمہاری کتاب کو سچ بتائے تو اس پر ایمان لانا اور اس کی مدد کرنا فرمایا (اللہ تعالیٰ نے) کیا تم نے یہ اقرار اور میرے اس عہد کو قبول کیا (یہ بوجھ اپنے ذمے لیا) انہوں نے عرض کیا: ہم نے اقرار کر لیا فرمایا (دیکھو) گواہ رہو (ایک دوسرے پر یا فرشتو تم گواہ رہو) میں بھی تمہارے ساتھ گواہ ہوں۔''

ان آیات سے مقصود ایسے دلائل کی وضاحت ہے جو آنحضرت ﷺ کی نبوت پر دال ہوں۔یعنی اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام اور ان کے بعد ہر نبی سے عہد لیا ہے کہ وہ اپنے بعد آنے والے نبی کی تصدیق اور اس کی مدد کرے گا اور اس بارے میں کسی قسم کی گروہ بندی اور عصبیت اس کے راستہ میں رکاوٹ نہیں بنے گی۔اگر وہ نبی اس کی زندگی میں آجائے تو بذاتِ خود اس پر ایمان لائے گا اور اگر اس کی وفات کے بعد آئے تو وہ اپنی اُمت کو بعد میں آنے والے نبی پر ایمان لانے اور اس کی مدد کرنے کا حکم دے جائے گا۔اس اعتبار سے گویا حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے آنحضرت ﷺ پر ایمان لانے کا عہد لیا گیا ہے۔بعض نے یہ بھی لکھا ہے کہ پہلے تمام انبیاء سے فرداً فرداً یہ عہد لیا گیا تھا کہ اگر ان کے زمانے میں نبی آخرالزمان ظاہر ہو جائے تو اس پر ایمان لانا اور اس کی مدد کرنا ہوگا۔بہر حال آنحضرت ﷺ اللہ تعالیٰ کے آخری نبی اور واجب الاتباع ہیں۔اب آپ ﷺ کے سوا کسی اور نبی کی اتباع جائز نہیں ہے۔ مروی ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان کے ہاتھ میں چند اوراق تھے جو اُن کو کسی یہودی نے توراۃ سے لکھ کر دیے تھے۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے وہ اوراق پیش کرنے کی اجازت مانگی۔آنحضرت ﷺ نے فرمایا:''مجھے اس ذات کی قسم ہے جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اگر آج تم میں موسیٰ بھی آجائیں اور تم مجھے چھوڑ کر ان کی پیروی کرنے لگو تو گمراہ ہو جاؤ گے۔'' (دارمی)

قرآنِ حکیم یہ بھی بیان کرتا ہے کہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی بعثت کے بہت سارے مقاصد ہوا کرتے تھے۔ جیسے کہ: گمراہ لوگوں کا تزکیہ اور ان کی تعلیم و تربیت، لوگوں کو حق بات سمجھانا، انہیں طاغوت کی پوجا سے روکنا...... جیسے کہ فرمایا:

﴿ وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِیْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ فَمِنْهُمْ مَّنْ هَدَى اللّٰهُ وَ مِنْهُمْ مَّنْ حَقَّتْ عَلَيْهِ الضَّلٰلَةُ فَسِيْرُوْا فِی الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ ٥ ﴾

(النحل: ٣٦)

”اور ہم تو ہر قوم میں ایک پیغمبر بھیج چکے ہیں (یہ حکم دے کر) کہ اللہ تعالیٰ کو پوجو اور طاغوت سے بچے رہو (طاغوت جو اللہ کے سوا پوجا جائے) تو (پیغمبروں کے سمجھانے سے) کسی کو اللہ نے راہ پر لگا دیا اور کسی پر گمراہی جم گئی تھی تو (اے قریش کے کافرو!) ذرا ملک میں سیر کرو دیکھو (پیغمبروں کو) جھٹلانے والوں کا کیا انجام ہوا۔“

ایک اللہ کی عبادت کے لیے لوگوں کو تیار کرنا، جیسے کہ فرمایا:

﴿ وَ مَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِیْٓ اِلَيْهِ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ ﴾ (الانبیاء: ٢٥)

”اور ہم نے تجھ سے پہلے کوئی پیغمبر نہیں بھیجا مگر اس پر یہی وحی بھیجتے رہے دیکھو میرے سوا کوئی سچا الٰہ نہیں تو مجھی کو پوجتے رہنا۔“

اپنی اطاعت کے لیے قوم کی تربیت کرنا جیسے کہ فرمایا:

﴿ وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ وَ لَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَ اسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا٥ ﴾ (النساء: ٦٤)

”اور ہم نے جو رسول بھیجا وہ اسی لیے کہ اللہ کے حکم سے اس کا کہا مانا جائے اور

اگر یہ لوگ جس وقت انہوں نے قصور لیا تھا تیرے پاس آن کر اللہ تعالیٰ سے معافی مانگتے اور پیغمبر بھی (یعنی تو بھی) ان کے لیے معافی چاہتا تو بے شک وہ اللہ تعالیٰ کو بڑا معاف کرنے والا مہربان پاتے۔"

اللہ کا پورا پورا پیغام لوگوں تک پہنچانا۔ اپنی ملت کو اللہ کی پکڑ سے ڈرانا اور اہل ایمان کو اللہ کی رضا اور اس کی جنت کی خوش خبری دینا۔ جیسے کہ فرمایا:

﴿ وَمَا نُرۡسِلُ الۡمُرۡسَلِيۡنَ اِلَّا مُبَشِّرِيۡنَ وَ مُنۡذِرِيۡنَ فَمَنۡ اٰمَنَ وَ اَصۡلَحَ فَلَا خَوۡفٌ عَلَيۡهِمۡ وَ لَا هُمۡ يَحۡزَنُوۡنَ ۝ ﴾ (الانعام: ٤٨)

"اور ہم پیغمبروں کو اسی لیے بھیجتے ہیں اور کچھ نہیں کہ (نیکوں کو) خوشخبری سنائیں اور (منکروں کو) ڈرائیں، پھر جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کیے (پیغمبروں کا کہا مانا) ان کو نہ ڈر ہوگا نہ غم۔"

ایک مقصد یہ بھی ہوتا تھا کہ لغزشوں پر نادم ہو کر لوگ اپنے رب سے توبہ واستغفار کریں (جیسا کہ سورۃ الاعراف کی آیت ۹۴ میں بیان ہوا ہے) اور اس لیے بھی اللہ اپنے نبی بھیجتا تھا تاکہ سرکشوں کو ان کی بداعمالیوں پر دنیا میں بھی سزا مل سکے۔ جیسے کہ پیچھے بیان ہو چکا ہے۔ ایک مقصد یہ بھی ہوتا تھا کہ اس دور کے مجرموں سے انتقام لیا جائے اور اہل ایمان کی مدد کی جائے۔ جیسے کہ فرمایا:

﴿ وَ لَقَدۡ اَرۡسَلۡنَا مِنۡ قَبۡلِكَ رُسُلًا اِلٰى قَوۡمِهِمۡ فَجَآءُوۡهُمۡ بِالۡبَيِّنٰتِ فَانۡتَقَمۡنَا مِنَ الَّذِيۡنَ اَجۡرَمُوۡا وَ كَانَ حَقًّا عَلَيۡنَا نَصۡرُ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ ۝ ﴾

(الروم: ٤٧)

"اور (اے پیغمبرؐ!) ہم تجھ سے پہلے کئی پیغمبر اُن کی قوم کی طرف بھیج چکے ہیں وہ نشانیاں (معجزے) لے کر اُن کے پاس آئے (مگر انہوں نے نہ مانا) آخر گناہگاروں (نافرمانوں) سے ہم نے بدلہ لے لیا اور ایمان والوں کی مدد ہم کو ضروری تھی۔"

بالخصوص دین حنیف کا غلبہ نبی مکرم محمد رسول اللہ ﷺ کی بعثت کا مقصد ٹھہرا جیسا کہ سورۃ التوبہ کی آیت ۳۳ میں مذکور ہے۔نبیوں کی بعثت کا ایک مقصد دنیا میں عدل وانصاف کا قیام بھی ہوا کرتا تھا۔جیسا کہ فرمایا:

﴿ لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنٰتِ وَاَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتٰبَ وَالْمِيْزَانَ لِيَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ ﴾ (الحدید: ۲۵)

''ہم تو اپنے پیغمبروں کو کھلی کھلی نشانیاں دے کر بھیج چکے اور اُن کے ساتھ کتاب اُتاری (توراۃ ،انجیل، زبور،قرآن وغیرہ) اور انصاف کا ترازو اُتارا اس لیے کہ لوگ انصاف پر قائم رہیں۔''

علاوہ ازیں اور بھی بہت سارے عمومی مقاصد بعثت انبیاء بیان کرنے کے ساتھ ساتھ اللہ تبارک وتعالیٰ نے سیّدا الانبیاء والمرسلین رحمۃ للعالمین محمد النبی الکریم ﷺ کی بعثت و نبوت کے خصوصی مقاصد بھی بیان فرمائے ہیں کہ جو دوسرے انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو عطا نہیں ہوئے تھے۔

چنانچہ نبی آخر الزمان محمد رسول اللہ ﷺ کی ولادت با سعادت سے کچھ عرصہ پہلے کا اگر ہم تاریخی شواہد کے تناظر میں پورے غور وفکر اور تدبر کے ساتھ جائزہ لیں تو اس دور کے آباد زمینی خطوں میں سے بر اعظم ایشیاء،مشرقِ وسطیٰ اور بر اعظم افریقہ میں سے ہندوستان کی طوائف الملوکی ،ایران کی ساسانی سلطنت کسریٰ ،روم کی قیصروی سلطنتِ عظمیٰ ،چین کی بادشاہی ،بعض افریقی محکوم حکومتیں ،جزیرۂ نمائے عرب میں مختلف قسم کی منقسم حکومتیں اور دیگر عربی وعجمی تابع فرمان امارتیں باہم دست وگریبان ،ظلم واستبداد اور شرک وخرافات کی رسیا ،ضلالت وجہالت کی راہنما اور گھمنڈ،فخر وغرور کے جال میں پھنسی نظر آتی ہیں ۔اس دور کی پوری آباد دنیا کا اگر اخلاقی ،دینی ،تعلیمی اور تہذیبی اعتبار سے بالا ختصار جائزہ پیش کرنا ہو تو یوں کہنا قطعاً مبالغہ نہ ہوگا کہ:

''تمام کائنات انسانی ،عبادتِ رب العالمین کی بجائے مظاہر پرستی میں مبتلا ہو چکی

تھی۔ ہر ملک میں نوعِ انسانی سے لے کر نوعِ جمادات تک کی پرستش سرمایۂ نازش بنی ہوئی تھی۔ کہیں انسان کو ''اوتار'' (خدا) کہا جا رہا تھا اور کہیں خدا کا بیٹا۔ یہ صرف قیل و قال کی حد تک نہ تھا بلکہ ان باطل نظریات کی بنیاد پر صدہا صد سالوں سے ایک دوسرے کا خون بھی بہایا جا رہا تھا۔ کوئی مادہ پرست تھا تو کوئی دوسرا خود اپنی آتما (روح) کو ہی خدا سمجھ رہا تھا۔ سورج، چاند اور تاروں کی پرستش کے ساتھ ساتھ حجر و شجر اور نار کی پوجا تھی۔ پانی، ہوا اور مٹی کے سامنے ناصیہ فرسائی تھی۔ غرضیکہ کائنات کی ہر شے پرستش اور پوجا کے لائق اور نہیں تھی تو صرف ذاتِ الٰہ قابل عبادت نہ تھی۔ نہ اس کی احدیّت کا تصورِ خالص تھا اور نہ صمدیّت کا، اگر اسے مانا بھی جاتا تھا تو دوسروں کی پرستش اور عبادت کے ذریعے۔ یہ نظریہ عام تھا کہ ''اگر اللہ تعالیٰ خالقِ کائنات و موجودات ہے تو مادہ روح اور ترکیب، سب ہی باتوں میں دوسروں کے واسطے اور احتجاج کا پابند ہے۔ وہ اگر مالکِ موجودات ہے بھی تو انسان، حیوان درخت اور پتھر کے بل بوتے پر۔'' غرض ساری دنیا میں اصل کارفرمائی مظاہر کی تھی اور ''ذاتِ حق'' صرف نام کے لیے تھی۔ حقیقت سے چشم پوشی تھی۔ مجاز کے ساتھ ذوقِ عشق اور ذات حق سے بُعد تھا۔ مظاہر سے قربت سرمایہِ سعادت اور حق سے بیگانگی تھی۔ ہر طرف ﴿ مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَا اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى ﴾..... ''ہم ان کی پوجا صرف اس لیے کرتے ہیں کہ وہ اللہ کی جانب ہماری قربت کا ذریعہ بن جائیں۔'' کا مظاہر نظر آتا تھا۔ پورے کرۂ ارض پر چند ایک افراد تھے جو اللہ کو اس کی ذات وصفات میں ایک ماننے والے تھے۔ روئے زمین پر کروڑوں کی انسانی آبادی میں ان کا شمار انگلیوں پر کیا جا سکتا تھا۔ وہ بھی کہیں ایک مقام پر اکٹھے نہ تھے۔ دنیا میں پھیلے ہوئے تھے۔''

خلاصۂ کلام

رسول اللہ ﷺ کی بعثت سے قبل ساری دنیا تاریک ہوچکی تھی۔ ربع مسکون پر جہالت کی اندھیری رات یوں چھائی ہوئی تھی دنیا کے کسی بھی حصے، خطے اور ملک میں روشنی کی کرن دکھائی نہ دیتی تھی۔ اللہ کے خلیل ابراہیم علیہ السلام کے ابتدائی زمانے کے علاوہ دنیا پر اس سے پہلے کبھی ایسا وقت نہیں آیا تھا کہ ایک ہی وقت میں ہر جگہ تہذیب وتمدن، للھیت واخلاق، علم وحکمت اور معرفت الٰہی سب کے سب اس طرح برباد ہوئے ہوں کہ پوری دنیا تیرہ وتار ہوکر رہ گئی ہو۔ اللہ تعالیٰ نے ان دنوں کی کیفیت یوں بیان فرمائی ہے:

﴿ ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ اَيْدِي النَّاسِ لِيُذِيْقَهُمْ بَعْضَ الَّذِيْ عَمِلُوْا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ﴾ (الروم: ٤١)

”لوگ جو برے کام کررہے ہیں۔ (شرک وخرافات اور کفر وگناہ والے) ان کی وجہ سے خشکی اور تری (سمندروں کے ٹاپوؤں میں بھی) فساد پھیل گیا ہے۔ (اب اللہ تعالیٰ اپنا رسول جو بھیجنا چاہتا ہے تو) اس کا مقصد یہ ہے کہ ان کے کچھ کاموں کی سزا ان کو دنیا میں بھی چکھائے تاکہ وہ ان برے کاموں سے باز آجائیں۔“

ایسا کبھی نہیں ہوا کہ دنیا میں بسنے والے انسان دینِ اسلام، عقیدۂ توحید، عدل وانصاف اورامن و ایمان کے تمام تقاضے پورے کررہے ہوں اور اللہ ان میں کوئی نبی مبعوث کردے۔ قرآن حکیم اور احادیثِ مبارکہ کے بے شمار دلائل اس بات کی تائید میں موجود ہیں کہ جب یہ سب کچھ انسانوں میں نہیں رہتا تھا تب اللہ تعالیٰ انہیں سیدھا کرنے کے لیے ان میں اپنے نبی اور رسول بھیجا کرتا تھا۔ جیسے کہ اللہ ذوالجلال نے یہ بات اصولاً فرمادی:

﴿ وَمَآ اَرْسَلْنَا فِيْ قَرْيَةٍ مِّنْ نَّبِيٍّ اِلَّآ اَخَذْنَآ اَهْلَهَا بِالْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ لَعَلَّهُمْ يَضَّرَّعُوْنَ ﴾ (الاعراف: ٩٤)

”اور جب ہم نے کسی بستی میں کوئی پیغمبر بھیجا (اور بستی والوں نے اس کی تکذیب کی) تو وہاں کے رہنے والوں کیہم نے محتاجی (قحط سالی وغیرہ) اور بیماری (طاعون

وغیرہ) کے ساتھ پکڑ کی کہ شاید وہ گڑگڑائیں۔(اور عاجزی اختیار کریں۔)''

چنانچہ چھٹی صدی عیسوی کے نصف آخر اور ساتویں صدی عیسوی کے آغاز سے ہی اس دور کے کچھ صاحبِ علم لوگ اس ہستی کی بعثت کا انتظار کرنے لگے تھے کہ جس کا تذکرہ وہ اپنی کتابوں میں پڑھ رہے تھے اور جس کے آنے سے پوری دنیا کے شرک وخرافات اور ظلم واستبداد والے اندھیروں نے چھٹنا تھا۔

نبی معظم محمد رسول اللہ ﷺ دنیا کی واحد وہ کامل ترین مبارک شخصیت ہیں کہ جن کی حیاتِ طیبہ اور سیرت مطہرہ کے تمام تر پہلو ہر طرح کامل ومکمل اور دنیا جہان کے تمام انسانوں کے لیے مکمل اسوۂ حسنہ اور قابل اتباع ہیں۔ اسی طرح آپ ﷺ دنیا کی وہ واحد شخصیت ہیں کہ جنھوں نے دنیا جہان کے اُن تمام نئے علوم ومعارف کی اساس کا تعارف پیش فرما دیا ہے کہ جن کا وجود بھی دنیا میں پہلے بالکل ہی ناپید تھا۔ پھر یہ کہ اللہ رب العزت کی آخری کتاب قرآن عظیم کے علوم ومعارف پر جتنا کام ہوا ہے؛ اوّلاً اتنا علمی وتشریحی اور تفسیری کام دنیا کی کسی اور کتاب پر نہیں ہوا۔ اس کے بعد جتنا علمی کام نبی معظم محمد بن عبداللہ ﷺ کی سیرت طیبہ اور احادیث مبارکہ پر ہوا ہے اتنا علمی کام ملت اسلامیہ کے علاوہ کوئی دوسری قوم و ملت اپنے کسی نبی کے متعلق نہیں کر سکی۔ اُمت محمدیہ علی صاحبها التحية والسلام پر یہ اللہ عزوجل کا خاص فضل ہے۔ پھر علماء اُمت اسلامیہ نے حسب ضرورت سیرت مطہرہ اور احادیث مبارکہ والے دونوں موضوعات پر الگ الگ بھی کام کیا ہے اور کہیں کہیں ایک ساتھ بھی۔ چنانچہ آپ ﷺ کی سیرت مطہرہ پر دنیا کی مختلف زبانوں میں اس قدر کتابیں لکھی جا چکی ہیں کہ اُن کا احاطہ شمار میں لانا ممکن ہی نہیں رہا۔ پھر یہ کہ جیسے ہر خوشبو دار پھول کی خوشبو الگ الگ ہوتی ہے، اسی طرح ہر سیرت نگار کا اندازِ تحریر دوسروں سے الگ اور ممتاز نظر آتا ہے۔ سیرت نگاری کے مراجع ومصادر کو ہی شمار کرنا چاہیں تو اس پر بذاتِ خود ایک بڑی کتاب تیار کرنا پڑے۔

مصنف کتاب ھذا فضیلۃ الشیخ ؍عبداللہ بن سلیمان المرزوق حفظہ اللہ تعالیٰ ...... کہ جن کا

تعارف کتاب کے آخر میں پیش کیا جارہا ہے...... نے نبی خاتم الرسل محمد مصطفیٰ واحمد مجتبیٰ ﷺ کی سیرت مطہرہ کوسوالات و جوابات کے انداز میں جس جامع اُسلوب کے ساتھ عامۃ الناس اور طلاب علم کے لیے تیار کیا ہے اور پھر اُن کی اس جامع سیرت والی کتاب ''الوفاء للنبی المصطفیٰ صلی اللّٰہ علیہ وسلم'' کی عربی حلقے میں جو پذیرائی ہوئی ہے اس کا اندازہ آپ کتاب کے مطالعہ سے ہی لگا لیجیے گا۔ شیخ موصوف حفظہ اللہ نے بعض درج ذیل بڑے مصادرِ سیرت وشمائل نبوی ﷺ کا ذکر بھی اپنی کتاب کے آخر میں کیا ہے اوران میں سے اس کتاب کی تیاری میں بعض سے مدد بھی لی ہے:

١۔ قرآن حکیم اوراس کی بعض مستند تفاسیر

٢۔ صحیح البخاری للإمام محمد بن اسماعیل البخاری رحمہ اللّٰہ

٣۔ صحیح الإمام مسلم بن الحجاج رحمہ اللّٰہ

٤۔ کتب السنن الأربعہ

٥۔ مسند الإمام احمد بن حنبل رحمہ اللّٰہ

٦۔ السیرۃ النبویۃ لابن ھشام

٧۔ الروض الأنف للسھیلی

٨۔ البدایۃ والنھایۃ لابن کثیر

٩۔ السیرۃ النبویۃ في ضوء المصادر الأصلیۃ للدکتور مھدی رزق اللّٰہ أحمد

١٠۔ الرحیق المختوم لفضیلۃ الشیخ/ صفی الرحمن المبارکفوري رحمہ اللّٰہ

١١۔ فقہ السیرۃ لمحمد الغزالی رحمہ اللّٰہ

١٢۔ سیرۃ الرسول صلی اللّٰہ علیہ وسلم محمد عزت دروزہ رحمہ اللہ کی

١٣۔ دکتور اکرم ضیاء العمری کی السیرۃ النبویۃ الصحیحۃ

۱۴۔ فضیلة الشیخ عبداللّٰہ بن الامام محمد بن عبدالوهاب رحمه اللّٰه کی: مختصر سیرة الرسول صلی اللّٰه علیه وسلم

۱۵۔ الثعالبی کی: معجز محمد رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم

۱۶۔ جناب قاضی محمد سلیمان سلمان منصوری پوری رحمہ اللہ کی: رحمة للعالمینؐ

۱۷۔ امام ابو حاتم محمد بن حبان التمیمی البستی رحمه اللّٰه کی: السیرة النبویة وأخبار الخلفاء

۱۸۔ محمد الخضر حسین کی: محمد رسول اللّٰه خاتم النبیّین صلی اللّٰه علیه وسلم

۱۹۔ جناب شیخ/ عبدالحمید الخطیب کی: سیرت سیّد ولد آدم

۲۰۔ دکتور/ سلیمان بن حمد العوده کی: السیرة النبویة فی الصحیحین وعند ابن اسحاق

۲۱۔ مصنف هذا الکتاب فضیلة الشیخ عبدالله المرزوق حفظه اللّٰه کی: الرحمة المهداة محمد رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم

۲۲۔ اسی طرح تیس عدد علماء عصر حاضر کی علمی کاوش کا ایک جدید نمونہ روز گار ”نظرة النعیم“ کا تذکرہ بھی قابل تذکرہ ہے۔

ترجمہ و مترجم سے متعلق

مترجم کتاب ھذا...... اپنے رب کریم کے عفو و فضل کا طلب گار......ابو یحیٰی محمد زکریا زاہد سابق مترجم وزراة العدل المملکة السعودیة في عرعر و شارح مؤطا الامام مالك رحمه اللّٰه باسم ”قولِ ثابت“ اس بار وِزٹ ویزے پر جب دولت شقیقہ مملکت عربیہ سعودیہ آیا ہوں تو مملکت کے مشائخ میں سے بعض نئے رابطوں اور نئے متعارفین سے ملاقاتوں کے ضمن میں صوبہ القصیم کے مرکزی شہر بریدہ میں وزارة شئون اسلامیہ کے اشراف میں کام کرنے والے مکتب الدعوة بالجالیات/ الفائزیه کے

مدیر حفظہ اللہ نے تعارف کے بعد فضیلۃ الشیخ /عبداللہ بن سلیمان المرزوق حفظہ اللہ کی کتاب ھذا اور فضیلۃ الشیخ /عبداللہ بن ابراہیم القرعاوی امام وخطیب مرکزی جامع مسجد بریدہ/القصیم حفظہ اللہ تعالیٰ کی بعض کتب کا سلیس اُردو میں ترجمہ کا کام ذمے لگایا جسے باوجود کثیر مشغولیت کے اپنے وعدہ کے مطابق خاص اللہ کی توفیق سے پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے لیے اس ارادہ و نیت سے اپنی سی جدو جہد کرسکا ہوں کہ: اگر ان کتب کے مطالعہ سے بھائیوں کی معلومات میں اضافہ اور عقیدہ وعمل کی اصلاح ہو جائے تو بندۂ ناچیز کو بھی مصنفین حفظھما اللّٰہ کے ساتھ ساتھ ضرور یاد رکھیں۔ ترجمہ میں کوشش کی گئی ہے کہ زبان عام فہم اور سلیس با محاورہ ہوتا کہ پڑھنے والوں کو بھی دقت نہ ہو اور ترجمہ کا بھی پورا پورا حق ادا ہو جائے۔ قرآن حکیم، تفاسیر اور احادیث کے حوالہ جات کا بھی اہتمام کرنے کی سعی کی ہے، اور جہاں تشریح کی ضرورت محسوس کی وہاں نیچے حاشیہ میں نوٹ بھی لکھ دیے ہیں۔ اللہ عزوجل مصنف، مترجم اور مدیر جالیات/ الفایزیہ/ برید القصیم کی اس کاوش کو قبولیت عطا فرمائے اور اسے ہم سب کے لیے آخرت میں خیر و برکت اور حسنات طیبہ کا ذریعہ اور وسیلہ بنا لے۔ آمین اللّٰھم یا ربّ العالمین

اخوکم فی اللّٰہ

ابو یحییٰ محمد زکریا زاہد

حال مقیم/ المدینۃ المنورۃ

۹/ جمادی الثانیہ/ ۱۴۲۸ھ

مقدمة المؤلف

إنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ ❶، وَنَسْتَغْفِرُهٗ ❷، وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ أَنْفُسِنَا ❸ وَمِنْ سَيِّاٰتِ أعْمَالِنَا❹، مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلاَ مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلاَ هَادِيَ لَهٗ وَ أَشْهَدُ أَنْ لَّآ إِلٰهَ إِلَّآ اللّٰهُ وَحْدَهٗ لا شَرِيْكَ لَهٗ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ ❺

يٰـاَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقَاتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ إِلَّا وَاَنْتُمْ مُسْلِمُوْنَo❻ يَآ أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِىْ خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ وَّ خَلَقَ مِنْهَا زَوجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّ نِسَآءً ۚ وَّاتَّقُوااللّٰهَ الَّذِيْ تَسَآءَ لُوْنَ بِهٖ وَالْأَرْحَامَ ۚ إِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًاo❼ يَآ أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَقُوْلُوا قَوْلًا سَدِيْدًا o يُصْلِحْ لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْلَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًاo❽

أَمَّا بَعْدُ : فَإِنَّ خَيرَ الْحَدِيْثِ كِتَابُ اللّٰهِ وَخَيرَ الْهُدَى هُدٰى مُحَمَّدٍ (ﷺ) وَشَرَّ الْأُمُوْرِ مُحْدَثَاتُهَا، فَإِنَّ كُلَّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ❾ وَّكُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ❿، أَلضَّلَالَةُ فِي النَّارِ"

---

❶ ❸ ❹ ❺ صحيح مسلم، كتاب الجمعه ،باب تخفيف الصلاة والجمعه ،حديث=۲۰۰۸،

❻ ❼ ❽ ابوداؤد، كتاب النكاح ،باب في خطبة النكاح ،حديث = ۲۱۱۸ (نَحْمَدُہ کے *بغیر*) مسند احمد ۳۹۳/۱ (اِنّ *اور* نَحْمَدُہ کے *بغیر*) جامع الترمذی ،كتاب النكاح ،باب ماجاء فی خطبة النكاح ، حديث۱۱۰۵ (نَحْمَدُہ کے *بغیر*) ابن ماجه بحواله مشكوٰة المصابيح ، حديث= ۳۱۴۹ تصحيح فضيلة الشيخ الالبانیؒ وقال : حديثٌ صحيحٌ۔

❷ جامع الترمذي ،حواله سابقه

❻ سورة آل عمران آيت نمبر ۱۰۲

❼ سوة النساء آيت نمبر ۱

❽ سورة الاحزاب آيت نمبر ۷۰۔۷۱

❾ فَانَّ كُلَّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ...... کے *الفاظ* مسند احمد ۱۲۷/٤ (جلدنمبر ۵) کے *ہیں*۔

❿ صحيح مسلم حديث =۲۰۰۵

''بلا شبہ سب تعریفیں اللہ کے لیے ہیں ۔ہم اس کی تعریف کرتے ہیں۔اس سے مدد مانگتے اوراسی سے ہم بخشش طلب کرتے ہیں۔ہم اپنے نفسوں کے شراوراپنی بد اعمالیوں سے اللہ کی پناہ میں آتے ہیں ۔جسے اللہ تعالیٰ (سیدھی)راہ سجھا دے،اسے کوئی گمراہ نہیں کرسکتا اور جسے وہ گمراہ کر دے اسے کوئی ہدایت دینے والانہیں (ہوسکتا)۔میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں ، وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اس کے بندے اوراس کے رسول ہیں ۔اس (اللہ رب العالمین) نے قیامت تک کے لیے آپ ﷺ کوحق دے کر (جنت کی) خوشخبری دینے والا اور(اللہ کی پکڑ سے)ڈرانے والا بنا کر بھیجا(کہ آپ ﷺ کے بعد تا قیامت کوئی نبی نہیں آنے والا۔) جس نے اللہ تعالیٰ اوراس کے رسول کی اطاعت وفرمانبرداری کی وہ ہدایت پر رہااورجس نے ان دونوں کی نافرمانی کی اس نے صرف اپنے آپ کوہی مصیبت میں ڈالا،وہ اللہ تعالیٰ کا کچھ نقصان نہیں کرسکتا۔

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو،جیسا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے اور تمہیں موت نہ آئے مگر اس حال میں کہ تم مسلمان ہو۔لوگو! اپنے رب سے ڈرو،جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور (پھر)اس(جان)سے اس کی بیوی کو پیدا کیا۔پھر ان دونوں سے بہت سارے مرد اورعورتیں پیدا کر کے (زمین پر) پھیلا دیے۔اور ڈرو اللہ سے کہ جس کے نام پرتم ایک دوسرے سے(حاجت براری کے لیے)سوال کرتے ہو۔اورناتا توڑنے سے بھی ڈرو۔ بلا شبہ اللہ تمہارے اوپرنگہبان ہے۔اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہواور بات سیدھی (سچی) کہا کرو۔(ایسا کرو گے تو)اللہ تمہارے اعمال کی اصلاح کر دے گا اورتمہارے گناہ بخش دے گا، اورجس نے اللہ تعالیٰ اوراس کے رسول (ﷺ) کی اطاعت کی اس نے بڑی کامیابی حاصل کر لی۔

حمد وصلوٰۃ کے بعد: یقیناً تمام باتوں سے بہتر اللہ کی کتاب ہے۔
تمام طریقوں سے بہتر طریقہ محمد (رسول اللہ ﷺ) کا ہے ۔اور تمام کاموں سے بدترین کام وہ ہیں جو (دین اسلام میں) اپنی طرف سے وضع کیے جائیں۔ دین میں ہر نیا کام بدعت اور ہر بدعت گمراہی ہے۔گمراہی کا انجام جہنم کی آگ ہے۔''

عالم بشریت پر انتہا درجہ کے جاہلوں کی جاہلیت و جہالت اور بصیرت کے اندھیروں کی گمراہی کا وہ دور بھی (صدیوں پہلے) گزر چکا ہے کہ جس میں حق پوشیدہ تھا اور صراطِ مستقیم کے نشانِ راہ مٹ چکے تھے۔صحیح دین حنیف کے پیروکار دنیا میں باقی ہی نہ رہے تھے، سوائے چھوٹی سی ایک اقلیت کے جو سادا تنا عیسیٰ بن مریم اور موسیٰ بنی اسرائیل کے علیہم السلام کے دین کو تھامے ہوئے تھی۔ جہاں تک اس دور کے انسانوں کی ایک بہت بڑی اکثریت کا تعلق ہے تو وہ سب کے سب باطل طاغوت کی راہ پر رواں دواں تھے۔ یہ اغلبیت واکثریت والے اللہ رب کبریاء کے ساتھ غیروں کو شریک ٹھہراتے اور اپنے خالق و مالک رب کی اس طرح قدر نہ کرتے جس طرح اس کی قدر کرنے کا حق ہے۔[1] ان میں سے ایسے بھی تھے جو یقین و

---

[1] جیسا کہ قرآنِ عزیز میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿ وَ مَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖٓ اِذْ قَالُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى بَشَرٍ مِّنْ شَيْءٍ قُلْ مَنْ اَنْزَلَ الْكِتٰبَ الَّذِيْ جَآءَ بِهٖ مُوْسٰى نُوْرًا وَّ هُدًى لِّلنَّاسِ تَجْعَلُوْنَهٗ قَرَاطِيْسَ تُبْدُوْنَهَا وَ تُخْفُوْنَ كَثِيْرًا وَ عُلِّمْتُمْ مَّا لَمْ تَعْلَمُوْٓا اَنْتُمْ وَلَآ اٰبَآؤُكُمْ قُلِ اللّٰهُ ثُمَّ ذَرْهُمْ فِيْ خَوْضِهِمْ يَلْعَبُوْنَ ﴾ (الانعام: ۹۲) ''اور اُن لوگوں نے اللہ کو جیسا پہچاننا چاہیے تھا ویسا نہیں پہچانا جب تو (ضد سے) کہنے لگے اللہ تعالیٰ نے کسی آدمی پر کچھ نہیں اُتارا (اے پیغمبرؐ!) کہہ دے جس کتاب کو موسیٰ لے کر آئے تھے اس میں لوگوں کے لیے روشنی اور ہدایت تھی اس کو کس نے اُتارا تھا تم نے اسکے کئی ورق (الگ الگ) بنا رکھے ہیں جن کو تم بتلاتے ہو اور بہت سے چھپا رکھتے ہو اور تم کو (قرآن کی طفیل میں) وہ باتیں سکھائی گئیں جن کو نہ تم جانتے تھے اور نہ تمہارے باپ دادا۔(اے پیغمبرؐ!) کہہ دو اللہ ہی نے (وہ کتاب اُتاری تھی) پھر اُن کو اپنی غلط باتوں میں کھیلنے دے۔''

حضرت ابن عباس اور بعض دیگر تابعین نے کہا ہے کہ اس سے قریش مراد ہیں جو کہ رسالت کے منکر تھے۔(ابن کثیر) بعض نے گزشتہ سلسلۂ کلام اور بعد کی جوابی تقریر کو قرینہ بنا کر لکھا ہے کہ یہ علمائے یہود کا دعویٰ تھا جسے کفار قریش دلیل بنا کر نبی ﷺ کی نبوت سے انکار کیا کرتے تھے، یہودی پڑھے لکھے تھے اور ان کے ⇦⇦⇦

ایمان رکھتے تھے کہ عیسیٰ بن مریم علیہما السلام اللہ کا بیٹا ہیں۔ اور ایسے بھی تھے جو یہ سمجھتے تھے کہ (بنو اسرائیل کے ایک پیغمبر) جناب عزیر علیہ السلام اللہ کا بیٹا ہیں۔ ❶ یا پھر ایک اکثریت یہ فاسد عقیدہ رکھتی تھی کہ فرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں۔ ❷ اور کچھ یہ گمان رکھتے تھے کہ (نعوذ باللہ)

⇦⇦⇦ پاس گزشتہ انبیا کا علم بھی تھا اس لیے کفارِ قریش نبی ﷺ کے بارے میں دریافت کرنے کے لیے اکثر ان کی طرف رجوع کیا کرتے تھے، معلوم ہوتا ہے کہ کسی ایسے ہی موقع پر انہوں نے یہ بات کفارِ قریش سے بطورِ جواب کہی اور ضد اور ہٹ دھرمی میں اندھے ہوکر یہ بھی بھول گئے کہ اس کی زد خود ان پر پڑتی ہے اس لیے اگلے جملہ میں اللہ تعالیٰ نے ان کی اس بات کا براہِ راست ان سے خطاب کر کے جواب دیا ہے۔ (ملخص المنار) مگر ابن جریر نے پہلے قول کو پسند کیا ہے اور حافظ ابن کثیرؒ نے لکھا ہے و الاوّل اصح باقی رہاقل من انزل الکتاب الذی...... الخ تو یہ بھی قریش پر الزام ہے کیونکہ وہ موسیٰ علیہ السلام کی رسالت کے قائل تھے اور پھر ضمناً یہود سے خطاب ہے۔ (ابن کثیر)

❶ اسی بات کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن میں یوں بیان فرمایا ہے: ﴿ وَقَالَتِ الْيَهُودُ عُزَيْرُ ۨ ابْنُ اللّٰهِ وَ قَالَتِ النَّصٰرَى الْمَسِيحُ ابْنُ اللّٰهِ ذٰلِكَ قَوْلُهُمْ بِاَفْوَاهِهِمْ يُضَاهِئُوْنَ قَوْلَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَبْلُ قٰتَلَهُمُ اللّٰهُ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ o اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَالْمَسِيحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوْٓا اِلٰهًا وَّاحِدًا لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ سُبْحٰنَهٗ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ o ﴾ (التوبہ: ۳۰، ۳۱) ”اور یہودی کہتے ہیں کہ عزیر (پیغمبر) اللہ تعالیٰ کا بیٹا ہے اور نصاریٰ کہتے ہیں کہ مسیح (پیغمبر) اللہ تعالیٰ کا بیٹا ہے یہ اُن کی منہ کی باتیں ہیں۔ لگے اگلے کافروں کی سی باتیں بنانے اللہ تعالیٰ اُن کو غارت کرے کہاں (یا کیسے) بہک گئے ہیں (یا کیسے بہکائے جارہے ہیں) ان لوگوں نے اپنے مولویوں اور درویشوں (عالموں اور مشائخین) کو اور مسیح مریم کے بیٹے کو اللہ کے سوا (جو اکیلا اللہ ہے) خدا بنا لیا۔ حالانکہ اُن کو (خدا کے پاس سے) اور کچھ نہیں یہی حکم ملا تھا کہ ایک (اکیلے سچے) اللہ کی پرستش کریں اس کے سوا کوئی سچا معبود نہیں (سب جھوٹے معبود ہیں) وہ ان لوگوں کے شرک سے پاک ہے۔“

❷ جیسا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اُس دور کے مشرکوں کی اس غلیظ حرکت اور فاسد عقیدے کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ﴿ وَيَجْعَلُوْنَ لِلّٰهِ الْبَنٰتِ سُبْحٰنَهٗ وَلَهُمْ مَّا يَشْتَهُوْنَ o ﴾ (النحل: ۵۷) ”اور کہتے ہیں اللہ کی بیٹیاں ہیں (فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں بناتے ہیں) وہ پاک ذات ہے، اور اُن کو من مانے بیٹے ملے۔“ ﴿ فَاسْتَفْتِهِمْ اَلِرَبِّكَ الْبَنَاتُ وَلَهُمُ الْبَنُوْنَ o اَمْ خَلَقْنَا الْمَلٰٓئِكَةَ اِنَاثًا وَّهُمْ شٰهِدُوْنَ o اَلَآ اِنَّهُمْ مِّنْ اِفْكِهِمْ لَيَقُوْلُوْنَ o وَلَدَ اللّٰهُ وَاِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ o اَصْطَفَى الْبَنَاتِ عَلَى الْبَنِيْنَ o مَا لَكُمْ كَيْفَ تَحْكُمُوْنَ o اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ o اَمْ لَكُمْ سُلْطٰنٌ مُّبِيْنٌ o فَاْتُوْا بِكِتٰبِكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ o ﴾ (الصافات: ۱۴۹ تا ۱۵۷) ”اب ان (مکہ کے) کافروں سے پوچھ کیا تیرے مالک کے لیے بیٹیاں ہیں اور اُن کے لیے بیٹے ہیں، یا ہم نے فرشتوں کو عورت ذات بنایا اور وہ دیکھ رہے تھے۔ سُن لے یہ اُن کا جھوٹ ہے۔ کہتے ہیں اللہ کی اولاد ہے اور وہ بے شک جھوٹے ہیں۔ بھلا کیا اس نے بیٹوں پر بیٹیوں کو پسند کیا۔ تم کو کیا ہوا ہے تم کیسا حکم لگاتے ہو۔ کیا تم سوچتے نہیں۔ یا تمہارے پاس (اس بات کی) کوئی کھلی سند ہے۔ اگر سچے ہو تو اپنی کتاب لے کر آؤ۔“ ⇦⇦⇦

رب العالمین فقیر، تہی دست ہے اور اس کا (سخاوت والا) ہاتھ تنگ ہے۔ ❶ جب کہ اللہ تبارک و تعالیٰ تو جو کچھ وہ ظالم کہہ رہے تھے بہت ہی زیادہ عزت و سر بلندی والا ہے۔ ان خرافات و مشرکانہ عقائد کے ساتھ ساتھ پوری دنیا میں فواحش اور ہلاکت خیز رسوم و عادات بھی پھیل چکی تھیں اور ایک دوسرے پر ظلم و استبداد عام تھا۔ (کہیں پر امن وحفاظت کی جگہ نہ تھی۔ مضبوط، طاقتور، کمزور کو یا قتل کر دیتا یا اُس کا مال اسباب چھین لیتا۔ ❷ دولت مند، تہی دست

⇐⇐⇐ عرب کے بعض قبائل کا عقیدہ تھا کہ فرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں۔ اسی کی تردید اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں فرمائی۔ قرآن میں متعدد مقامات پر اسی جاہلی عقیدہ کی تردید کی گئی ہے۔ مثلاً نساء آیت ۱۱۷، النحل آیت ۵۷، ۵۸، بنی اسرائیل آیت ۴۰، زخرف آیت ۱۶ تا ۱۹، النجم آیت ۲۱ تا ۲۷۔

❶ جیسا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآنِ عزیز میں یہودیوں کے بارے میں خبر دیتے ہوئے فرمایا کہ: ﴿ وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ يَدُ اللّٰهِ مَغْلُوْلَةٌ غُلَّتْ اَيْدِيْهِمْ وَلُعِنُوْا بِمَا قَالُوْا بَلْ يَدٰهُ مَبْسُوْطَتٰنِ يُنْفِقُ كَيْفَ يَشَآءُ وَلَيَزِيْدَنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ مَّآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ طُغْيَانًا وَّكُفْرًا وَاَلْقَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ كُلَّمَآ اَوْقَدُوْا نَارًا لِّلْحَرْبِ اَطْفَاَهَا اللّٰهُ وَيَسْعَوْنَ فِي الْاَرْضِ فَسَادًا وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِيْنَ ۝ ﴾ (المائدة: ٦٤) ...... ''اور یہودی کہتے ہیں اللہ کا ہاتھ (ان دنوں) تنگ ہے۔ انھیں کے ہاتھ تنگ ہیں اور وہ ایسا (بے ادبی کا کلمہ) کہنے سے پھٹکارے گئے۔ نہیں اس کے دونوں ہاتھ کشادہ ہیں، جس طرح چاہتا ہے خرچ کرتا ہے۔ (اے پیغمبرؐ) جو تیرے پروردگار کی طرف سے تجھ پر اترا ہے (یعنی قرآن) وہ ان میں سے (یعنی یہود و نصاریٰ میں سے) بہتیروں کی شرارت اور کفر کو ضرور بڑھا دے گا اور ہم نے ان میں (یعنی یہودیوں میں آپس میں) قیامت تک دشمنی اور کینہ ڈال دیا ہے (ان میں کبھی اتفاق نہیں ہوسکتا) جب وہ (مسلمانوں سے) لڑنے کے لیے آگ سلگاتے ہیں (یعنی سامان کرتے ہیں) اللہ تعالیٰ اس کو بجھا دیتا ہے اور ملک میں فساد کے لیے دوڑے پھرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ فسادیوں کو نہیں چاہتا۔''

❷ نبی مکرم محمد رسول اللہ ﷺ کی بعثت سے قبل دنیا کی اس ضمن میں جو حالت تھی اُسے اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے یوں بیان فرمایا ہے: ﴿ ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ اَيْدِي النَّاسِ لِيُذِيْقَهُمْ بَعْضَ الَّذِيْ عَمِلُوْا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ۝ ﴾ (الروم: ٤١) ...... ''لوگ جو (برے) کام کر رہے ہیں (شرک اور کفر اور گناہ) ان کی وجہ سے خشکی اور تری میں خرابی پھیل گئی ہے۔ اللہ کا مطلب یہ ہے کہ اُن کے کچھ کاموں کی سزا ان کو (دنیا ہی میں) چکھائے تاکہ وہ (ان برے کاموں سے) باز آئیں۔''

خشکی سے مراد زمین، تری سے مراد سمندر اور فساد (خرابی) سے مراد ہر آفت اور مصیبت ہے، چاہے وہ جنگ وجدال اور قتل وغارت کی صورت میں نازل ہو یا قحط، بیماری، فصلوں کی تباہی، تنگ حالی، سیلاب اور زلزلہ وغیرہ کی صورت میں۔ آیت کا مطلب یہ ہے کہ بر و بحر (عالم) میں جو فتنہ وفساد بپا ہے اور آسمان کے نیچے جو ظلم وستم ⇐⇐⇐

فقیر اور مسکین کو حقارت کی نگاہ سے دیکھتا اور دُور کا تعلق رکھنے والوں سے پہلے عورت کے نہایت قریبی (باپ، بھائی اور چچاؤں تک) اُس پر ظلم کرتے۔ چنانچہ یا تو اسے (عربوں کے ہاں) بچپن میں ہی قتل کر دیا جاتا اور یا پھر اس کو زندہ دفن کر دیا جاتا۔ [1] عورت کو وراثت سے محروم رکھا جاتا بلکہ دیگر اموال و اسباب وراثت کی طرح اسے بھی وراثت میں تقسیم کر دیا جاتا اور جب عورت فوت ہو جاتی تو اس کی کمی محسوس نہ کرتے ہوئے اس کی کوئی پروانہ کی جاتی اور اگر وہ اپنی زندگی میں کوئی شکایت کرتی تو اس کے بارے میں پوچھا تک نہ جاتا۔

⇦⇦⇦ ڈھائے جارہے ہیں، یہ سب شرک کی وجہ سے ہیں۔ جب سے لوگوں نے توحید (دین فطرت) کو چھوڑ کر شرک کی راہیں اختیار کی ہیں اس وقت سے یہ ظلم و فساد بھی بڑھ گیا ہے اور شرک جیسے قولی اور اعتقادی ہوتا ہے، اسی طرح شرک عملی بھی ہے جو فسق و فجور اور معاصی کا روپ دھار لیتا ہے۔ فرق صرف یہ ہے کہ شرک اعتقادی اور قولی تو جہنم میں خلود کا موجب ہوگا، مگر شرک عملی (فسق و معصیت) موجب خلود نہیں بنے گا۔ (کبیر۔ رازی)

[1] اُس دور کی اس حالت و کیفیت کو حالی نے کیا خوب پیرائے میں بیان کیا ہے۔ ؏

زمیں سنگلاخ اور ہوا آتش فشاں — لوؤں کی لپٹ بادِ صرصر کے طوفاں
پہاڑ اور ٹیلے، سراب اور بیاباں — کھجوروں کے جھنڈ اور خارِ مغیلاں

نہ کھتوں میں غلہ، نہ جنگل میں کھیتی
عرب اور کل کائنات اس کی یہ تھی

کہیں آگ پجتی تھی واں بے محابا — کہیں تھا کواکب پرستی کا چرچا
بہت سے تھے تثلیث پر دل سے شیدا — بتوں کا عمل سُو بسُو، جا بجا تھا

کرشموں کا راہب کے تھا صید کوئی
طلسموں میں کاہن کے تھا قید کوئی

وہ دنیا میں گھر سب سے پہلا خدا کا — خلیل ایک معمار تھا جس بنا کا
ازل میں مشیت نے تھا جس کو تاکا — کہ اس گھر سے اُبلے گا چشمہ ھدیٰ کا

وہ تیرتھ تھا اک بت پرستوں کا گویا
جہاں نامِ حق کا نہ تھا کوئی جویا

قبیلے قبیلے کا بُت اک جُدا تھا — کسی کا ھُبل تھا، کسی کا صفا تھا
یہ عُزیٰ پہ، وہ نائلہ پر فِدا تھا — اسی طرح گھر گھر نیا اک خدا تھا

نہاں ابر ظُلمت میں تھا مہر انور
اندھیر تھا فاراں کی چوٹیوں پر

عالم بشریت کا صراطِ مستقیم سے اس شدت کے ساتھ انحراف والی اس تاریخی حقیقت کے متعلق صحیح روایات سے ثابت نبی مکرم ﷺ کا درج ذیل فرمان ایک ٹھوس، سچی دلیل ہے۔

صحابی رسول سیّدنا عیاض بن حمار المجاشعي رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ: ایک دن نبی کریم ﷺ نے اپنے خطبہ میں ارشاد فرمایا:

((أَلَا إِنَّ رَبِّي أَمَرَنِي أَنْ أُعَلِّمَكُمْ مَا جَهِلْتُمْ مِمَّا عَلَّمَنِي يَوْمِي هٰذَا كُلُّ مَالٍ نَحَلْتُهُ عَبْدًا حَلَالٌ وَإِنِّي خَلَقْتُ عِبَادِي حُنَفَاءَ

چلن ان کے جتنے تھے سب وحشیانہ ہر اک لوٹ اور مار میں تھا یگانہ
فسادوں میں کٹتا تھا ان کا زمانہ نہ تھا کوئی قانون کا تازیانہ
وہ تھے قتل و غارت میں چالاک ایسے
درندے ہوں جنگل میں بے باک جیسے
نہ ٹلتے تھے ہرگز جو اڑ بیٹھتے تھے سلجھتے نہ تھے جب جھگڑ بیٹھتے تھے
جو دو شخص آپس میں لڑ بیٹھتے تھے تو صدہا قبیلے بگڑ بیٹھتے تھے
بلند ایک ہوتا تھا گرواں شرارا
تو اس سے بھڑک اُٹھتا تھا ملک سارا
کہیں تھا مویشی چرانے پہ جھگڑا کہیں پہلے گھوڑا بڑھانے پہ جھگڑا
لبِ جُو کہیں آنے جانے پہ جھگڑا کہیں پانی پینے پلانے پہ جھگڑا
یونہی روز ہوتی تھی تکرار اُن میں
یونہی چلتی رہتی تھی تلوار اُن میں
جو ہوتی تھی پیدا کسی گھر میں دُختر تو خوفِ شماتت سے بے رحم نادر
پھرے دیکھتی تھی جب شوہر کے تیور کہیں زندہ گاڑ آتی تھی اس کو جاکر
وہ گود ایسی نفرت سے کرتی تھی خالی
جنے سانپ جیسے کوئی جننے والی
جو ان کی دن رات کی دل لگی تھی شراب ان کی گھٹی میں گویا پڑی تھی
تعیّش تھا، غفلت، دیوانگی تھی غرض ہر طرح ان کی حالت بری تھی
بہت اس طرح ان کو گزری تھیں صدیاں
کہ چھائی ہوئی نیکیوں پر تھیں بدیاں

(مسدس حالی، ص ۱۵ تا ۱۷، طبع رابعہ بک ہاؤس، اُردو بازار، لاہور، پاکستان)

كُلَّهُمْ وَاِنَّهُمْ اَتَتْهُمُ الشَّيَاطِينُ فَاجْتَالَتْهُمْ عَنْ دِينِهِمْ وَحَرَّمَتْ عَلَيْهِمْ مَا اَحْلَلْتُ لَهُمْ وَاَمَرَتْهُمْ اَنْ يُّشْرِكُوا بِى مَا لَمْ اُنْزِلْ بِهٖ سُلْطَانًا وَاِنَّ اللّٰهَ نَظَرَ اِلَى اَهْلِ الْاَرْضِ فَمَقَتَهُمْ عَرَبَهُمْ وَ عَجَمَهُمْ اِلَّا بَقَايَا مِنْ اَهْلِ الْكِتَابِ وَقَالَ اِنَّمَا بَعَثْتُكَ لِاَبْتَلِيَكَ وَاَبْتَلِىَ بِكَ وَاَنْزَلْتُ عَلَيْكَ كِتَابًا لَا يَغْسِلُهُ الْمَاءُ تَقْرَؤُهٗ نَائِمًا وَيَقْظَانَ وَاِنَّ اللّٰهَ اَمَرَنِى اَنْ اُحَرِّقَ قُرَيْشًا فَقُلْتُ رَبِّ اِذًا يَثْلَغُوا رَاْسِى فَيَدَعُوهُ خُبْزَةً فَقَالَ اسْتَخْرِجْهُمْ كَمَا اسْتَخْرَجُوكَ وَاغْزُهُمْ نُغْزِكَ وَاَنْفِقْ فَسَنُنْفِقَ عَلَيْكَ وَابْعَثْ جَيْشًا نَبْعَثْ خَمْسَةً مِثْلَهٗ وَقَاتِلْ بِمَنْ اَطَاعَكَ مَنْ عَصَاكَ قَالَ: وَاَهْلُ الْجَنَّةِ...... .)) [1]

’’ سن لو اور آگاہ رہو! میرے رب (اللہ عزوجل) نے مجھے حکم کیا ہے کہ میں تمھیں وہ چیزیں سکھلاؤں جن کا تمھیں علم نہیں ہے، ان باتوں میں سے کہ جو اللہ تبارک وتعالیٰ نے آج کے دن مجھے سکھلائی ہیں۔سو اللہ سبحانہ وتعالیٰ فرماتے ہیں: جو مال میں اپنے بندوں کو عطا کروں (یعنی جو شریعت مطہرہ کی رو سے حرام نہیں، اگرچہ اُسے لوگوں نے خود حرام کر رکھا ہو، جیسے سائبہ، وصیلہ، بحیرہ اور حام وغیرہ جانور کہ جنھیں مشرکوں نے حرام کر رکھا تھا۔) وہ اُن کے لیے حلال ہے۔ اور میں نے اپنے تمام بندوں کو خالصتاً میرے لیے یکسو ہو کر زندگی گزارنے والے بندے بنایا تھا (گناہوں سے پاک رہتے ہوئے، ہدایت کی قابلیت پر، استقامت سے زندگی بسر کرنے والے) اور پھر ان کے پاس شیطان آئے اور اُنھوں نے ان کو دین حق سے ہٹا دیا (اور انھیں صراطِ مستقیم سے روک دیا) اور جو

[1] صحيح مسلم/ كتاب الجنة و نعيمها/ باب الصفات التي يُعرفُ بها فى الدنيا اهلُ الجنّة وَاهلُ النّار/ حديث: ٧٢٠٧ ومسند الإمام احمد: ٤/ ١٦٢ حديث: ١٧٦٢٣

چیزیں میں نے ان کے لیے حلال کی تھیں وہ انھوں نے اُن پر حرام کر دیں اور ان شیطان نے انسانوں کو میرے ساتھ شرک کرنے کا حکم دیا کہ جس کی میں نے کوئی دلیل اُن کے لیے نہیں اُتاری تھی۔

اور بلاشبہ اللہ عزوجل نے اہل زمین کو دیکھا اور پھر ان سب کو (محمد رسول اللہ ﷺ کی بعثت ونبوت سے قبل) برا سمجھا، چاہے وہ عرب کے تھے یا عجم کے۔سوائے ان تھوڑے سے لوگوں کے جو اہل کتاب میں سے باقی (دین حق پر قائم) تھے۔اور پھر اللہ ذوالجلال والاکرام نے ارشاد فرمایا کہ: اے میرے حبیب وخلیل نبی محمد رسول اللہ ﷺ! میں نے تجھے اس لیے نبی بنا کر بھیجا ہے کہ میں تجھے آزماؤں (کافروں، مشرکوں کی ایذاء پر صبر و استقامت کے ساتھ) اور تیرے ساتھ ان لوگوں کو آزماؤں جن کے پاس تمھیں نبی بنا کر بھیجا گیا ہے۔(کہ ان میں سے کون تیرے اوپر ایمان لاتا ہے، کون مشرک، کافر باقی رہتا ہے اور کون نفاق کا راستہ اختیار کرتا ہے؟) اور میں نے تیرے اوپر اپنی کتاب (قرآنِ مجید) اُتاری ہے کہ جسے پانی دھو نہیں سکتا۔(اس لیے کہ یہ کتاب صرف کاغذوں پر ہی نہیں لکھی گئی بلکہ سینوں پر بھی نقش ہے۔) تم اس کو سوتے اور جاگتے ہوئے پڑھتے ہو۔'' (اور پھر رسول اللہ ﷺ نے اپنے بارے میں ارشاد فرمایا:) ''اور بلاشبہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے مجھے بنو قریش کو جلا دینے (یعنی ان کے قتل) کا حکم فرمایا۔تو میں نے عرض کیا: اے ربّ کریم! وہ تو میرا سر پھوڑ ڈالیں گے اور ٹکڑے ٹکڑے کر دیں گے اس کے روٹی کی طرح۔تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے (اس حکم میں تخفیف کرتے ہوئے) فرمایا: تو پھر ان کو وہاں سے نکال باہر کرو۔(مکہ معظّمہ سے) جیسے انھوں نے تجھے وہاں سے نکالا تھا۔اور ان سے جہاد کر ہم تیری مدد کریں گے۔اور اللہ کی راہ میں خرچ کر (اس سے خوشی ہو کر ہماری طرف سے) تجھ پر خرچ کیا جائے گا۔

اور تو لشکر روانہ کر ہم ویسے پانچ لشکر (فرشتوں کے) روانہ کریں گے (جو تیرے لشکر کی مدد کریں گے۔) اور جو لوگ تیری اطاعت کریں انھیں ساتھ لے کر ان لوگوں سے جہاد وقتال کر جو تیری نافرمانی کریں۔ اور جنت والے تین طرح کے لوگ ہوں گے ...... الخ۔''

اس پُر آشوب زمانہ میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے محبوب بندے اور اپنے سب سے معزز پیغمبر محمد بن عبداللہ القرشی الہاشمی ﷺ تسلیماً کثیراً کو بحیثیت نبی ساری دنیا کے لیے ھادی و راہنما اور اللہ کی پکڑ سے ڈرانے والا بنا کر مبعوث فرمایا، اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے حکم سے اُس کی ذاتِ اقدس و صفاتِ عالیہ اور اُس کی شریعت مطہرہ کی طرف دعوت دینے والا، انتہائی روشن (علوم و معارف کی تعلیمات والا) چراغ جو دوسروں کو بھی منور کرے (بنا کر بھیجا) اور اللہ ربّ العالمین نے آپ ﷺ پر قرآنِ عظیم نازل فرمایا کہ جو سراپائے نورِ (علوم و معارف) اور لوگوں کے لیے مکمل ہدایت و راہنمائی ہے۔ اور پھر رسول اللہ ﷺ نے انسانوں اور جنوں کی مخلوق کو راہِ حق پر لانے کے لیے اپنی تمام صلاحیتوں اور قوت و ثروت کو زیادہ سے زیادہ آخری حد تک صرف کر ڈالا۔ اور آپ ﷺ پوری حیاتِ طیبہ النبویہ میں اس دعوت الی اللہ اور جہاد فی سبیل اللہ والی مسلسل جدوجہد میں لگے رہے، حتی کہ اپنے رفیق اعلیٰ کی طرف انتقال فرما گئے۔ اور اپنی اُمت کو اپنے بعد ایک انتہائی روشن سیدھی راہ پر چھوڑ گئے کہ اُس راہ کی رات بھی دن کی طرف بالکل واضح ہے، اس راہ سے اپنی بربادی کو خود گلے لگانے والا ہی کوئی شخص منحرف اور گمراہ ہوسکتا ہے۔

اس بات کے پیش نظر کہ رسول اللہ ﷺ نے (اللہ کی راہ میں) اپنی تمام قوت اور طاقت صرف کر ڈالی سچے اہل ایمان پر واجب ہے کہ وہ آپ ﷺ سے بہت زیادہ محبت کریں۔ ایسی محبت کریں کہ جو دنیا جہان کے انسانوں سے بہت زیادہ ہو۔ اور آپ ﷺ کی محبت دین حنیف میں بہت عظیم مقام رکھتی ہے۔ چنانچہ انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں

کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

(([وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهِ] لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّى أَكُوْنَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ وَالِدِهِ وَوَلَدِهِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِيْنَ .)) ❶

''اُس ذاتِ اقدس (اللہ ربّ العالمین) کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔تم میں سے کوئی شخص تب تک ایمان والا نہیں ہوسکتا حتی کہ میں (اور میرا طریقہ وعمل، سنت وحدیث) اس کے نزدیک اس کی اولاد، اُس کے والدین اور دنیا جہان کے تمام انسانوں سے زیادہ محبوب ہو جاؤں۔''

اس بات سے ہٹ کر کہ؛ نہایت اہم ہے یہ امر کہ ہم اس چیز کا ادراک وعلم حاصل کریں کہ: '' بلاشبہ رسول اللہ ﷺ کی محبت، نرا دعویٰ ہی نہیں ہوا کرتی جو دلیل اور ثبوت سے خالی ہو۔'' واجب اور فرض ہے کہ آپ ﷺ سے نہایت سچی (عملی) محبت ہو۔ (یعنی اس موضوع پر نرا زبانی دعویٰ اور قرآن وسنت کی دلیل کافی نہیں، بلکہ) خوشی اور مجبوری کی دونوں حالتوں میں (بہرکیف و بہرحال) اس دعویٰ پر اطاعت و فرمانبرداری کی سچائی دلیل ہو۔ اور یہ کہ آپ ﷺ تسلیماً کثیراً کے اوپر کثرت سے (صحیح روایات سے ثابت اصلی) درود وسلام پڑھا جائے۔ آپ ﷺ کی سنت کی مکمل پیروی کی جائے، آپ کے دین حنیف کی نشر واشاعت اور اس کی طرف دعوت دینے کی مکمل جدوجہد کی جائے۔ آپ ﷺ کی سیرتِ طیبہ، عادات و اطوار نفیسہ اور اخلاقِ حسنہ کو سیکھ کر آگے سکھایا جائے اور آپ کی سیرت وشریعت مطہرہ کا مکمل علمی وعملی دفاع کیا جائے اور آپ ﷺ کی عزت پر حملوں کا بزورقوت دفاع بھی کیا جائے۔

ہمارے اس دور میں جو چیز نبی مکرم ﷺ کی سیرتِ طیبہ کے بارے میں معلومات سے متعلق سب سے زیادہ دل پر چوٹ کرتی اور اثر انداز ہوتی ہے وہ یہ کہ مسلمانوں کی بہت بڑی تعداد اس ضمن میں کسی تالاب کے اندر پانی کی نہایت ہی تھوڑی مقدار کے مترادف ہے۔ اگر

❶ صحيح البخاري/ كتاب الإيمان/ باب حبّ الرسولﷺ من الإيمان، حديث: ١٤، ١٥.

آپ ہمارے آج کل کے اکثر نوجوانوں سے سیرتِ نبوی کے بارے میں سوالات کریں تو آپ انھیں یہ فرض کرتے ہوئے پائیں گے کہ سیرتِ نبوی علی صاحبہا التحیۃ والسلام کی معرفت کوئی محتاجِ غور فکر نہیں ہے۔ (یعنی ان کے نزدیک یہ کوئی ایسا کام نہیں ہے۔) اور آپ حیران و پریشان ہو کر رہ جائیں گے۔ رسول اللہ ﷺ کی سیرتِ مطہرہ کے بارے میں جوابات دینے والوں کی تعداد نہایت ہی تھوڑی ہے۔ باوجود اس کے کہ یہ اس ذاتِ اطہر کی سیرت ہے جو تمام اوّلین و آخرین میں سے سب کے سب ولد آدم و جن اور تمام کے تمام انبیاء و رسل، صلحاء و شہداء اور اولیاء اللہ کے امام و مقتداء اور سردار ہیں۔ صلی اللہ علیہ وعلی جمیع الانبیاء والرسل وبارک وسلم تسلیماً کثیرا۔

اور جب آپ ان مسلمان نوجوانوں سے، کرکٹ، فٹ بال اور دیگر غیر شرعی قسم کی کھیلوں کے عالمی اور قومی کھلاڑیوں، گلوکاروں اور اداکاروں وغیرہم کے متعلق پوچھیں تو آپ اُن کے پاس ایسے لوگوں کے بارے میں بے شمار معلومات پائیں گے کہ اُنھیں سن کر آپ حیران ہو کر رہ جائیں گے۔ چند سال پہلے مجھے اسی المیہ نے اس بات پر اُبھارا کہ میں سیرت الرسول ﷺ سے متعلق سوالات و جوابات کی صورت میں ایک ملخص تیار کروں اور یہ اُسلوب میرے ذہن میں بالخصوص اس تجربہ کے بعد آیا کہ جب میں نے اپنے ایک کتابچے کی مقبولیت کے بعد دیکھا، جسے میں نے قرآنِ کریم کے موضوع پر بعنوان " مَعْلوماتٌ قرآنيةٌ في إجابةِ ثلاثينَ ومائة سُؤال " تیار کیا تھا اور یہ چھپ کر بہت مقبول ہوا۔

کچھ سال یونہی گزر گئے کہ میں ان سوالات و جوابات کے مجموعہ کی طباعت وغیرہ کا کوئی عملی پروگرام ترتیب دے سکوں جب کہ میں اس ملخص میں مزید کچھ سوالات کے اضافہ کے بعد تو اس کی اہمیت کو اور زیادہ دیکھ رہا تھا۔ بالخصوص جب کہ ہم ایک ایسے دور سے گزر رہے ہیں جس میں بعض یورپی اخبارات و مجلّات میں رسول اللہ ﷺ کا ٹھٹھہ اڑانے کی جرأتِ خبیثانہ و بے باکانہ اختیار کرنے والوں کی ایک خاصی تعداد کا ہم مشاہدہ کر رہے ہیں۔ ان خبیث

الفطرت اخباری مضمون نگاروں کو یہ حوصلہ اُس وقت زیادہ ملا جب ڈنمارک کے ایک اخبار ''یولینڈ پوسٹن'' کے ایڈیٹر نے جرأتِ بے باکانہ وخبیثانہ سے کام لے کر نبی مکرم محمد رسول اللہؐ کے اخلاق سے گرے ہوئے کارٹون اپنے اس اخبار میں شائع کیے۔ اور پھر دیگر یورپی اخبار بھی اُس ظالم کی پیروی میں چل کھڑے ہوئے۔ جس کے نتیجے میں دُنیا کے مختلف براعظموں کے بے شمار مسلمانوں کی طرف سے شدید غم وغصہ کا برملا اظہار کیا گیا۔ اور بڑے بڑے احتجاجی مظاہرے ہوئے۔

قطع نظر اس کے میں یقیناً یہ بات کہتا ہوں کہ: اہم ترین زودرنجی واشتعال اور ردّ عمل کا مجرد یہ اظہار نہیں، بلکہ وہ صحیح ترین اور درست افعال واعمال ہیں کہ جن سے ایک مسلم شخصیت کی نہایت حسین وجمیل اور آراستہ و پیراستہ عمارتِ سیرت تعمیر ہوتی ہے۔ اور اس کی تربیت خیر البشر وسیّد ولد آدم نبیّنا محمد رسول اللہ ﷺ تسلیمًا کثیرًا کی سیرت و راہنمائی میں ہوتی ہے۔ اس ضمن میں جو چیز سب سے اہم کردار ادا کرتی ہے وہ سنت محمدی علی صاحبہا التحیۃ والسلام سے تعلق قائم کرنا، آپ ﷺ کے عادات و اوصاف کریمہ کا اختیار کرنا اور معطر سیرتِ نبویہ ہے۔ ان سب اُمور کے حصول میں صحیح کتب کا انتخاب کر کے اُن کا مطالعہ کرنا ہوتا ہے۔ (مطالعہ کی استطاعت نہ ہو تو اصحاب العلم سے رسول اللہ ﷺ کی سیرتِ طیبہ کی سماعت کرنا۔) ...... تو دیگر کتب کے علاوہ میں اس بات کی آرزو رکھتا ہوں کہ اس ضمن میں کتاب ھذا کو بھی شامل مطالعہ رکھا جائے کہ جس کی اعداد وتقدیم اُمت کے لیے ممکن ہو رہی ہے۔ اور میں اللہ تبارک وتعالیٰ سے اس بات کا سوال کرتا ہوں کہ وہ اس کتاب کو نفع بخش علم والی اور خالص اپنی ذاتِ کریم کے لیے عمل صالح کے لیے تیار کرنے والی بنا دے۔ گزارش ہے کہ جو بھی آدمی، ساتھی، بھائی میری اس کتاب کا مطالعہ کرے وہ مجھے اس کے اسلوب اور علمی معلومات وغیرہ کے متعلق ملاحظات اور اپنی اقتراحات سے ضرور آگاہ کرے۔ میں اُس کا بے حد ممنون ہوں گا اور اس کے لیے اللہ عزوجل سے اجر وانعام کا دعا گو بھی۔ دراصل اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہی توفیق دینے اور سیدھی راہ

کی طرف راہنمائی کرنے والا ہے۔

وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ۔ وَصَلَّى اللّٰهُ عَلَى نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلَى آلِهٖ وَصَحْبِهٖ أَجْمَعِيْنَ.

دعاؤں کا طالب

عبداللہ بن سلیمان بن محمد المرزوق

بريده/ القصيم= ٢٧/ ٢/ ١٤٢٧ھ

سیرت سیّد الجنّة و البشر محمد رسول اللہ ﷺ
سوالات و جوابات کی روشنی میں

س : ۱ ......رسول اللہ ﷺ کے والد (محترم) کا نام کیا تھا اور جب آپ ﷺ کے والد فوت ہوئے تو آپ کی عمر اُس وقت کتنی تھی؟

ج : ۲ ...... نبی مکرم محمد رسول اللہ ﷺ کے والد کا نام عبداللہ تھا، اور جب وہ فوت ہوئے تو اُس وقت آپ ﷺ اپنی اماں جان کے بطن میں بحالت حمل تھے۔

س :۲ ......رسول اللہ ﷺ کی والدہ ماجدہ کا نام کیا تھا؟ اور جب وہ فوت ہوئیں تو اُس وقت آپ ﷺ کی عمر کتنی تھی اور یہ کہ آپ کی والدہ کی وفات کہاں ہوئی تھی؟

ج : ۲ ...... نبی معظم محمد رسول اللہ ﷺ کی والدہ کا نام آمنہ بنت وہب تھا اور آپ قبیلہ بنوزہرہ سے تعلق رکھتی تھیں۔ جب رسول اللہ محمد بن عبداللہ ﷺ کی عمر چھ سال کو پہنچی تو وہ فوت ہوگئیں اور اُن کی وفات مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے درمیان ''ابواء'' نامی مقام پر ہوئی تھی۔

س :۳ ......رسول اللہ ﷺ کا متفق علیہ حسب ونسب بیان کریں اور یہ بتلائیے کہ آپ ﷺ کا تعلق کس قبیلے سے تھا؟

ج :۳ ...... نبی کریم ﷺ محمد رسول ﷺ کا متفق علیہ نسب یوں ہے:

محمد بن عبدالله بن عبدالمطلب بن هاشم بن عبد مناف بن قصي بن كلاب بن مرة بن كعب بن لؤي بن غالب بن فهر بن مالك بن النضر بن كنانة بن خزيمة بن مدركة بن إلياس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان.

اور آپ ﷺ عربوں کے قبیلہ قریش (کی شاخ بنو ہاشم) سے تعلق رکھتے تھے۔

س : ٤ ...... نبی کریم ﷺ کی ولادت کون سے دن، کون سے مہینے اور کون سے سال میں ہوئی تھی؟

ج : ٤ ......اللہ کے حبیب و خلیل نبی محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب ﷺ کی پیدائش ماہ ربیع الاوّل (کی نو تاریخ) سوموار کے دن (عام الفیل میں) شمسی مہینہ اپریل ۵۷۱ء میلادی کی بیس تاریخ میں ہوئی تھی۔

س : ٥ ......جس سال نبی کریم ﷺ کی پیدائش ہوئی تھی اُس سن کا نام کیا اور کیوں رکھا گیا تھا؟

ج : ٥ ......جس سال نبی معظم محمد رسول اللہ ﷺ کی پیدائش ہوئی تھی اُس سن کا نام ''عام الفیل'' رکھا گیا تھا۔ اس لیے کہ اُس سال یمن کے بادشاہ ابرہہ حبشی نے ایک بڑے لشکر کے ساتھ مکہ پر حملہ کیا تھا اور اس کے ہمراہ بہت سارے ہاتھی تھے تاکہ وہ ان کے ذریعے بیت اللہ الحرام کو منہدم کر دے۔ مگر اللہ تبارک وتعالیٰ نے ابرہہ اور اس کے لشکر پر ابابیل پرندوں کا ایک لشکر بھیج دیا، جنھوں نے ان لشکریوں پر (اوپر سے) کنکر نما کھنگرے پتھر پھینکے، کنکروں نے ان کو ہلاک کر کے رکھ دیا۔ قرآن میں اِنھیں کے واقعہ سے متعلق اللہ تعالیٰ نے ''سورۃ الفیل'' نازل فرمائی ہے، جس کی پانچ آیات ہیں۔

س : ٦ ...... نبی کریم ﷺ کی پیدائش کون سے شہر میں ہوئی اور آپ ﷺ کی وفات کون سے شہر میں؟

ج : ٦ ......رسول اللہ ﷺ (جزیرۃ العرب کے) شہر مکہ میں پیدا ہوئے اور آپ ﷺ کی وفات (اسی جزیرہ نما کے) شہر مدینہ منورہ میں ہوئی۔

س : ٧ ...... نبی کریم ﷺ کو (بچپن میں اپنا) دودھ پلانے والیاں کون تھیں؟ اور آپ کی پرورش کرنے والی کا نام کیا تھا؟ یہ بھی بتلایئے کہ: آپ کی دودھ شریک بہن کون تھیں؟

ج :۷ ...... رسول اللہ ﷺ کو دودھ پلانے والیوں میں (۱) ابولہب کی آزاد کردہ لونڈی ثویبہ بھی شامل ہے کہ جس نے آپ کو چند دن دودھ پلایا تھا۔ (۲) پھر آپ کو بنوسعد کی ایک نیک خاتون حلیمہ بنت ابوذویب نے دودھ پلایا۔ جبکہ آپ ﷺ کی پرورش کرنے والیوں میں اُمّ ایمن رضی اللہ عنہا کا نام شمار ہوتا ہے۔ اسی طرح آپ کی دودھ بہن شیماء بنت حارث السعد یہ تھیں رضی اللہ عنہا۔

س :۸ ...... رسول اللہ ﷺ کی والدہ ماجدہ کی وفات کے بعد آپ ﷺ کی کفالت کس نے کی تھی؟ اور اُس وقت آپ ﷺ کی عمر کتنی تھی؟

ج :۸ ...... نبی کریم محمد بن عبداللہ ﷺ کی والدہ ماجدہ آمنہ بنت وہب کی وفات کے بعد آپ کے دادا عبدالمطلب (شیبہ) بن ہاشم (عمرو) بن عبد مناف نے آپ کی کفالت اپنے ذمہ لی اور اس وقت (کہ جب آپ کی والدہ فوت ہوئیں) آپ کی عمر چھ سال تھی۔

س :۹ ......آپ ﷺ کے دادا عبدالمطلب کی وفات کے بعد پھر آپ کی کفالت کس نے کی؟ اور اُس وقت آپ کی عمر کتنی تھی؟

ج :۹ ...... نبی مکرم محمد بن عبداللہ ﷺ کے دادا عبدالمطلب کی وفات کے بعد آپ کے چچا ابوطالب نے آپ ﷺ کی کفالت اپنے ذمہ لے لی۔ (آپ نبی کریم ﷺ کے ماں اور باپ دونوں طرف سے سگے چچا تھے۔) اس وقت رسول اللہ ﷺ کی عمر آٹھ سال تھی۔

س :۱۰ ......درج ذیل خالی جگہوں کو پر کیجیے:

رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کرام میں سے بعض احباب نے آپ سے دریافت کیا اور پوچھا: اے اللہ کے حبیب و خلیل نبی! آپ ہمیں اپنے بارے میں بتلایئے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہاں! (سنیے) میں .... کی دعا اور .... کی بشارت ہوں۔ میری اماں جان نے میرے دورانیہ حمل میں ایک خواب دیکھا کہ اُن کے وجود سے ایک تیز روشنی نکلی ہے کہ جس سے .... روشن ہو گئے ہیں۔ اور

.... میں (حلیمہ بنت ابوذویب کا) مجھے دودھ پلایا گیا تھا۔

ج : ۱۰ ...... صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے کچھ اصحاب نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کرتے ہوئے دریافت کیا کہ: آپ ہمیں اپنی ذاتِ اطہر کے بارے میں خبر دیجیے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں! (سنیے) میں اپنے جد امجد اللہ کے خلیل ابراہیم علیہ السلام کی دُعا اور اپنے (ایمان و نبوت کے) بھائی عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کی بشارت ہوں۔ میری والدہ نے میرے دورانیہ حمل میں ایک خواب دیکھا تھا کہ اُن کے وجود سے ایک تیز روشنی نکلی ہے کہ جس سے ملک شام کے محلات روشن ہوگئے ہیں۔ اور قبیلہ بنوسعد بن بکیر میں (بی بی حلیمہ بنت ابوذویب کا) مجھے دودھ پلایا گیا تھا۔ [1]

س : ۱۱ ...... نبی مکرم ﷺ کے اس فرمان کا کیا مطلب ہے: ''میں اپنے جد امجد ابراہیم علیہ السلام کی دُعا اور اپنے (ایمان و نبوت کے) بھائی عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کی بشارت ہوں؟''

ج : ۱۱ ...... رسول اللہ ﷺ کے اس فرمان: ''میں اپنے جد اعلیٰ اللہ کے خلیل ابراہیم علیہ السلام کی دُعا (کا نتیجہ) ہوں۔'' میں دراصل سیّدنا ابراہیم علیہ السلام کی اُس دُعا کی طرف اشارہ ہے جو قرآن میں یوں مذکور ہے:

﴿ رَبَّنَا وَابۡعَثۡ فِيۡهِمۡ رَسُوۡلًا مِّنۡهُمۡ يَتۡلُوۡا عَلَيۡهِمۡ اٰيٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الۡكِتٰبَ وَالۡحِكۡمَةَ وَيُزَكِّيۡهِمۡ اِنَّكَ اَنۡتَ الۡعَزِيۡزُ الۡحَكِيۡمُ ۝ ﴾

(البقرة : ۱۲۹)

''پروردگار ہمارے (اس گروہ میں) انھیں میں سے ایک پیغمبر بھیج جو تیری آیتیں پڑھ کر ان کو سنائے اور کتاب (قرآن شریف) اور حکمت (حدیث شریف) ان کو سکھلائے اور (شرک سے) ان کو پاک کرے، بیشک تو زبردست ہے، حکمت والا۔''

---

[1] مسند الإمام أحمد : ٥/ ٢٦٢.

اور آپ ﷺ کے اس فرمان: ''اور میں اپنے بھائی عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کی بشارت ہوں'' میں درحقیقت سیّدنا عیسیٰ علیہ السلام کی اُس بشارت کی طرف اشارہ ہے۔ جو اُنھوں نے بنواسرائیل کو دیتے ہوئے قرآنِ حکیم کے الفاظ میں یوں فرمایا تھا:

﴿ وَاِذْ قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَمُبَشِّرًا ۢ بِرَسُوْلٍ يَّاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِي اسْمُهٗٓ اَحْمَدُ فَلَمَّا جَآءَهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ۝ ﴾

(الصف: ٦)

''(اے پیغمبرؐ! ان لوگوں کو وہ وقت یاد دلا) جب عیسیٰ نے جو مریم کا بیٹا تھا (بنی اسرائیل سے) کہا اے بنی اسرائیل! میں اللہ تعالیٰ کا بھیجا ہوا تمہارے پاس آیا ہوں مجھ سے پہلے جو توریت شریف اتر چکی ہے، اُس کو سچ بتاتا ہوں اور (تم کو) ایک پیغمبرؐ کی خوشخبری دیتا ہوں جو میرے بعد آئے گا، اس کا نام احمد ہوگا، پھر جب وہ (یعنی عیسیٰ) ان کے پاس کھلی کھلی نشانیاں لے کر آیا تو کہنے لگے یہ تو صریح جادو ہے۔'' [1]

---

[1] ''احمد'' جس کے لفظی معنیٰ ''بہت تعریف کیا ہوا'' ہیں ہمارے رسول کا نام تھا۔ احادیث میں آنحضرت ﷺ کے متعدد نام مذکور ہیں۔ صحیح بخاری میں جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: میرے پانچ نام ہیں یعنی جو پہلی امتوں میں بھی مشہور ہے۔ ان میں پہلا محمد اور دوسرا ''احمد'' ہے اور یہ دونوں نام قرآن میں مذکور ہیں۔ زہری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو رؤف رحیم کا لقب دیا ہے۔ موجودہ اناجیل میں اس نام کا مذکور نہ ہونا اس کی نفی کی دلیل نہیں بن سکتا کیوں کہ ان میں تحریف ہوچکی ہے اور اس کی بڑی دلیل یہ ہے کہ اگر قرآن کا یہ بیان غلط ہوتا تو نزولِ قرآن کے زمانہ کے عیسائی ضرور اس کی تردید کرتے۔ پھر اس تحریف کے باوجود اناجیل میں آنحضرت ﷺ کی صداقت کے دلائل موجود ہیں بلکہ انجیل ''یوحنا'' میں تو ''فارقلیط'' کے آنے کی بشارت دی گئی ہے جو یونانی لفظ ''پارکلوطوس'' معرب ہے اور یہ لفظ ''احمد'' کا مترادف ہے اور پھر مولانا وحید الزمان کی روایت کے بموجب روما میں انجیل کے بعض قلمی نسخوں میں ''احمد'' کا لفظ اب تک موجود ہے۔ چنانچہ مولانا مرحوم لکھتے ہیں: الحمدللہ! اب وہ انجیل مل گئی یعنی انجیل برناس حواری کہ اس میں صراحتاً ہمارے پیغمبر ﷺ کا نام مذکور ہے۔ (وحیدی) یہ انجیل اس وقت بھی لندن کے ایک کتب خانے میں موجود ہے۔

س :۱۲ ...... رسول اللہ ﷺ کے وہ کون کون سے نام ہیں کہ جن میں آپ کے علاوہ دوسرے انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام میں سے کوئی بھی شریک نہیں۔ یعنی کسی بھی دوسرے پیغمبر کا یہ نام نہ ہو۔ ان میں سے کم از کم چار نام ضرور ذکر کریں؟

ج :۱۲ ...... وہ اسمائے مبارک کہ جن میں دوسرے انبیاء کرام نبی مکرم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شریک نہیں اور وہ صرف آپ ﷺ کے ہی نام ہیں: محمد، أحمد، العاقب، الحاشر، المقفی، الماحی، نبی الملحمه ...... ہیں۔

س :۱۳ ...... رسول اللہ ﷺ کے وہ کون کون سے نام ہیں کہ جن کے معنی ومفہوم میں دوسرے انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام بھی آپ کے ساتھ شریک ہیں؟

ج :۱۳ ...... نبی مکرم محمد رسول اللہ ﷺ کے درج ذیل ناموں میں بحیثیت معنیٰ و مفہوم دوسرے بھی اللہ کے رسول علیہم الصلوٰۃ والسلام شریک ہیں: الشاھد، المبشر، البشیر، النذیر، نبی الرحمة، نبی التوبه، الفاتح، الامین اور المتوکل

س :۱٤ ...... رسول اللہ ﷺ کے درج ذیل ناموں کے معنی کیا ہیں؟ محمد، احمد، الماحی، الحاشر، العاقب، المقفی، نبی الملحمه۔

ج :۱٤ ...... نبی معظم ﷺ کے ان اسماءِ مبارکہ کے معانی درج ذیل ہیں:

محمد ﷺ ...... کثیر خصائل واوصاف حمیدہ کی بنا پر بہت زیادہ تعریف کیا جانے والا۔

احمد ﷺ ...... اللہ عزوجل کی حمد وثناء بیان کرنے میں دنیا جہان کے تمام لوگوں سے زیادہ اولیٰ اور حقدار شخصیت کہ جو اپنے رب کی دوسروں کی نسبت زیادہ افضل حمد بیان کرتا ہو۔

المَاحِي ﷺ ...... یعنی وہ افضل واعلیٰ شخصیت کہ جس کے ذریعے اللہ ذوالجلال نے کفر کو مٹادیا، حتی کہ اُس کا دین دنیا کے ہر دین و مذہب پر غالب آ گیا اور وہاں تک روئے زمین میں اللہ کا دین پہنچ گیا، جہاں جہاں تک دن اور رات طلوع وغروب ہوتے ہیں۔

اَلْحَاشِر ﷺ ...... وہ ذات کہ جن کے پیچھے قیامت والے دن لوگوں کو اکٹھا کیا جائے گا۔ گویا آپ ﷺ کو اس لیے مبعوث کیا گیا تھا تاکہ آپ لوگوں کو (اللہ کے دربار میں)

اکٹھا کریں۔

اَلْعَاقِبْ ﷺ ...... وہ شخصیت اطہر واکمل کہ جو تمام انبیاءِ کرام کے سب سے آخر میں آئے اور آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں آنا تھا اور نہ قیامت تک آئے گا۔

اَلْمُقْفِي ﷺ ...... وہ شخصیت و ذات کہ جو اپنے سے پہلے گزرے ہوئے انبیاء و رسل کے نقش قدم پر چلنے والے تھے۔ آپ ﷺ اُن کے سب سے آخر میں آنے والے اور اپنے بعد نبوت کے دروازے کو بند کرنے والے تھے۔ چنانچہ آپ ﷺ کے بعد نہ کسی نبی نے آنا تھا اور نہ قیامت تک آئے گا۔

نَبِیُّ الْمَلْحَمَه ﷺ ...... میدانِ کارزار کا نبی ...... کہ جسے اللہ کے دشمنوں سے جہاد و قتالِ فی سبیل اللہ کے لیے مبعوث کیا گیا تھا اور آپ ﷺ جیسا جہاد اس سے قبل کسی پیغمبر نے نہیں کیا۔ اسی طرح آپ کی اُمت اسلامیہ اور دیگر غیر مسلم اقوام کے درمیان وہ گھمسان کی معرکۃ الآراء جنگیں ہوئیں اور آئندہ بھی ہوں گی کہ ایسی مثال گزشتہ امتوں میں تلاش کرنا ناممکن ہے۔

س : ۱۵ ......مشرکین مکہ نے بعثت سے پہلے رسول اللہ ﷺ کا کیا نام رکھا ہوا تھا؟ اور کیوں یہ نام رکھا تھا؟ اور پھر انھوں نے آپ ﷺ کی بعثت (نبی بنائے جانے) کے بعد آپ ﷺ کے بارے میں کیا کہا تھا؟

ج : ۱۵ ...... رسول اللہ ﷺ کی بعثت سے پہلے مشرکین مکہ نے آپ کا نام ''الامین ...... نہایت دیانت دار'' رکھا ہوا تھا۔ اور یہ اس لیے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ ﷺ میں حسن اخلاق، اعلیٰ ہمسائیگی، عظیم بردباری، نہایت درجہ کی دیانت داری، بہت زیادہ سچائی، طہارت و پاکیزگی اور فحش قسم کے کاموں، لوگوں کو تکلیف پہنچانے والی باتوں، لوگوں کے حق مار لینے اور بحث و مباحثہ والے جھگڑوں سے دُوری جیسے اوصافِ حمیدہ جمع کر رکھے تھے۔ نبی معظم ﷺ نے کبھی کسی بت کی پوجا نہیں کی تھی اور نہ ہی آپ ﷺ نے کبھی شراب پی تھی۔ اور جب (عمر مبارک کے چالیس سال انہی اوصافِ حمیدہ کے ساتھ گزار چکنے کے بعد) آپ نے لوگوں کے سامنے اللہ کے حکم سے اسی کی طرف سے آنے والا دین حق پیش کیا تو وہی

مشرکین آپ ﷺ کو: جادوگر، کاہن، شاعر اور پاگل کہنے لگے۔ (اس لیے کہ عقیدۂ توحید خالص اور فطری دین حق سے اُن کے فاسد عقائد اور انتہائی گندے اعمال و اشغال پر زد آتی تھی۔)

س :۱۶ ......رسول اللہ ﷺ پر نبوت و رسالت کا آغاز کس طرح ہوا تھا؟

ج :۱۶ ...... نبی مکرم محمد رسول اللہ ﷺ پر نبوت کا آغاز سچے خوابوں سے ہوا تھا۔ چنانچہ آپ جو خواب بھی دیکھتے دن کے وقت وہی معاملہ صبح کے ظہور کی طرح کھل جاتا۔

س :۱۷ ......ابتدائے وحی سے پہلے رسول اللہ ﷺ (مکی پہاڑیوں میں واقع) کون سی غار میں جا کر تنہائی اختیار کر کے اللہ کی عبادت کیا کرتے تھے؟

ج :۱۷ ...... رسول اللہ ﷺ ابتدائے وحی سے پہلے (مکہ مکرمہ کی پہاڑیوں میں سے) جبل نور کی غارِ حراء میں تنہائی اختیار کر کے اللہ عزوجل کی عبادت (اور دنیا میں پھیلے شرک و خرافات اور ظلم و استبداد کے متعلق غور وفکر) کیا کرتے تھے۔

س :۱۸ ...... جب وحی کا آغاز ہوا تو اس وقت رسول اللہ ﷺ کی عمر کتنی تھی؟

ج :۱۸ ...... جب رسول اللہ ﷺ پر وحی کی ابتداء ہوئی تو اس وقت آپ کی عمر چالیس سال ہو چکی تھی۔

س :۱۹ ......قرآنِ کریم میں سے سب سے پہلے کون سی آیات نبی مکرم ﷺ پر نازل کی گئی تھیں؟

ج :۱۹ ......سب سے پہلے قرآنِ حکیم میں سے نبی معظم محمد رسول اللہ ﷺ پر:

﴿ اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِىْ خَلَقَ ۝ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۝ اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ ۝ الَّذِىْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۝ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ ۝ ﴾

(العلق: ۱۔۶)

’’ (اے پیغمبرؐ!) اپنے مالک کے نام سے جس نے (سب خلقت کو) پیدا کیا (قرآن) پڑھ۔ اُسی نے آدمی کو (خون کی) پھٹکی سے بنایا۔ (اے پیغمبرؐ!) پڑھ

اور (یہ خیال نہ کر کہ میں اَن پڑھ ہوں) تیرا مالک بڑے کرم والا ہے۔ (اُسی نے آدمی کو) قلم کے ذریعہ سے (لکھنا) سکھایا۔ آدمی کو وہ باتیں سکھائی جن کو وہ نہیں جانتا تھا۔''

س : ۲۰ ......رسول اللہ ﷺ کی پہلی زوجہ محترمہ اُمّ المؤمنین سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے آپ ﷺ کو اُس وقت کیا کہا تھا، جب آپ ﷺ اس پہلی وحی کے نازل ہونے پر ڈر کی وجہ سے اُن کے پاس گھر تشریف لائے تھے اور سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا سے آپ نے وہ کچھ بیان کیا جو غارِ حراء میں آپ ﷺ نے دیکھا اور جو سنا تھا؟

ج : ۲۰ ...... جب رسول اللہ ﷺ پہلی وحی کے بعد ڈر کر اپنے گھر اُمّ المؤمنین سیّدہ خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لائے اور آپ ﷺ نے اُن سے وہ کچھ بیان کیا جو وہاں غارِ حراء میں دیکھا اور جو سنا تھا......تو اُنھوں نے آپ ﷺ کو اطمینان دلاتے ہوئے کہا تھا:

((كَلَّا أَبْشِرِ فَوَاللّٰهِ! لَا يُخْزِيْكَ (لَا يَحْزُنُكَ) اللّٰهُ أَبَدًا ، وَاللّٰهِ إِنَّكَ لَتَصِلُ الرَّحِمَ وَتَصْدُق الْحَدِيْثَ وَتَحْمِلُ الْكَلَّ وَتَكْسِبُ الْمَعْدُوْمَ، وَتَقْرِى الضَّيْفَ، وَتُعِيْنُ عَلَى نَوَائِبِ الْحَقِّ .)) [1]

''آپ خوف نہ کھائیں ہرگز آپ کو نقصان نہیں پہنچے گا۔ بلکہ آپ خوش ہو جایئے! میں اللہ کی قسم کھاتی ہوں! اللہ ربّ العزت آپ کو کبھی خراب (اور نہ کبھی غمگین) کرے گا۔ اللہ ربّ العرش الکریم کی قسم! آپ تو ناطے والوں سے صلہ رحمی (اور اچھا سلوک) کرتے ہیں۔ آپ ہمیشہ سچ بولتے ہیں، دوسروں کا بوجھ (قرضہ کی

---

[1] صحيح البخاري/ كتاب بدء الوحي/ حديث: ٣ وكتاب التفسير/ حديث: ٤٩٥٣ـ وكتاب التعبير/ حديث: ٦٩٨٢ـ وصحيح مسلم/ كتاب الإيمان/ باب بدء الوحي إلى رسول الله ﷺ/ حديث: ٤٠٣.

ادائیگی اور بیواؤں، یتیموں کی پرورش وغیرہ جیسا) اپنے ذمہ لے لیتے ہیں۔ جو چیز کسی کے پاس نہ ہو وہ اس کو دلوا دیتے ہیں (جیسے بھوکے کو کھانا کھلانا اور ننگے بدن والے کو کپڑا پہنا دینا وغیرہ) مہمانوں کی ضیافت کرتے ہیں اور معاملات و مقدمات میں حق کی پاسداری کرتے ہیں۔''

س :۲۱ ...... رسول اللہ ﷺ نے غارِ حراء میں جو دیکھا اور جو کچھ سماعت فرمایا تھا اس کے متعلق جب آپ نے اُمّ المؤمنین سیّدہ خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا کو بتلایا (اور اپنے خوف کا اظہار بھی فرمایا) تو پھر سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا آپ کو کسی آدمی کے پاس لے کر گئی تھیں؟ اور پھر اُس شخص نے آپ ﷺ سے کیا کہا تھا؟

ج :۲۱ ...... نبی مکرم محمد رسول اللہ ﷺ نے غارِ حراء میں جو کچھ دیکھا اور جو سماعت فرمایا تھا، اُس کے متعلق جب آپ ﷺ نے اُمّ المؤمنین سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کو بتلایا (اپنے خوف کا اظہار بھی فرمایا اور آپ ﷺ کی بات سن کر اُمّ المؤمنین رضی اللہ عنہا نے آپ کو اوپر بیان کردہ الفاظ کے ساتھ آپ کی ڈھارس بندھائی اور پھر اس کے بعد) وہ آپ کو اپنے چچازاد بھائی ورقہ بن نوفل کے پاس لے کر گئیں۔ (ورقہ بن نوفل بن اسد بن عبدالعزیٰ بت پرستی چھوڑ کر عیسائی بن گئے تھے اور عبرانی زبان جانتے تھے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ ان سے انجیل میں سے جو لکھوانا چاہتا وہ عبرانی زبان میں لکھا کرتے تھے۔ وہ بوڑھے ضعیف ہو کر نابینا ہو گئے تھے۔ سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے وہاں پہنچ کر ان سے کہا: اے میرے چچا زاد بھائی! ذرا اپنے بھتیجے محمد (ﷺ) کی بات تو سنو! ورقہ نے آپ ﷺ سے کہا: میرے بھتیجے بیان کرو تم نے کیا دیکھا؟ نبی مکرم ﷺ نے جو کچھ دیکھا تھا وہ ان سے بیان کر دیا۔ تب ورقہ بن نوفل نے رسول اللہ ﷺ سے کہا:

((هَذَا النَّامُوسُ الَّذِى نَزَّلَ اللّٰهُ عَلَى مُوسٰى . يَا لَيْتَنِى فِيهَا جَذَعًا . لَيْتَنِى أَكُونُ حَيًّا إِذْ يُخْرِجُكَ قَوْمُكَ . فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: أَوَ مُخْرِجِيَّ هُمْ؟ قَالَ: نَعَمْ . لَمْ يَأْتِ رَجُلٌ قَطُّ بِمِثْلِ

مَا جِئْتَ بِهِ إِلَّا عُودِيَ. وَإِنْ يُدْرِكْنِي يَوْمُكَ أَنْصُرْكَ نَصْرًا مُؤَزَّرًا. ثُمَّ لَمْ يَنْشَبْ وَرَقَةُ أَنْ تُوُفِّيَ وَفَتَرَ الْوَحْيُ.)) [1]

''یہ تو وہی اللہ تعالیٰ کا رازدار فرشتہ (سیّدنا جبریل علیہ السلام) ہے جسے اللہ تبارک وتعالیٰ نے جناب موسیٰ علیہ السلام پر نازل کیا تھا۔ کاش میں اُس وقت (یعنی اے محمد! (ﷺ) تمہاری پیغمبری کے زمانہ میں) جوان ہوتا۔ کاش میں اس وقت تک زندہ رہتا، جب تمھیں تمہاری قوم اپنے شہر مکہ سے نکال باہر کرے گی۔ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: (سچ) کیا وہ مجھے نکال دیں گے؟ (میں نے اُن کا کیا بگاڑا ہے؟) ورقہ بن نوفل نے کہا: ہاں! بے شک وہ تمھیں نکال دیں گے۔ اس لیے کہ جب کبھی بھی کسی شخص نے ایسی (توحید خالص اور فطرتی دین حنیف والی) بات کہی جیسی تم کہہ رہے ہو (یعنی نبوت کا دعویٰ کیا اور آئندہ اس کے تقاضا میں توحید خالص اور شریعت مطہرہ کی دعوت دو گے) تو لوگ اس کے دشمن ہو گئے۔ اور اگر میں اُس دن تک جیتا رہا تو تمہاری پوری پوری مدد کروں گا۔ پھر بہت زیادہ وقت نہیں گزرا تھا کہ ورقہ بن نوفل فوت ہو گئے اور (تھوڑے دنوں کے لیے) وحی کا سلسلہ رُک گیا۔''

س: ۲۲ ...... مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کرنے تک رسول اللہ ﷺ (اس وحی کے آغاز سے لے کر) مکہ مکرمہ میں کتنا عرصہ اللہ کی توحید خالص کی طرف دعوت دیتے رہے؟

ج: ۲۲ ...... رسول اللہ ﷺ (۲۷ر صفر سنہ ۱۴ سالِ نبوت بمطابق ۱۲، ۱۳ ستمبر ۶۲۲ء کی درمیانی رات) مدینہ طیبہ کی طرف، ہجرت کرنے تک مکہ مکرمہ میں ۱۳ سال تک اللہ عزوجل کی توحید خالص کی طرف دعوت دیتے رہے۔

س: ۲۳ ...... مکہ معظّمہ میں رسول اللہ ﷺ کتنا عرصہ تک خفیہ دعوت دیتے رہے؟ اور وہ کون سی آیت ہے جو آپؐ پر نازل ہوئی اور اس میں آپ کی کھلی دعوت کے اعلان کا

---

[1] حوالہ سابقہ۔

حکم تھا؟

ج :۲۳ ...... رسول اللہ ﷺ مکہ میں تین سال تک خفیہ دعوتِ توحید دیتے رہے اور پھر آپ ﷺ پر درج ذیل آیت کریمہ نازل ہوئی کہ جس میں آپ کی دعوت کے اعلان کا حکم اور اس دعوتِ توحید کو لوگوں تک پہنچانے کا امر خاص تھا۔ اللہ عزوجل نے فرمایا:

﴿ فَاصۡدَعۡ بِمَا تُؤۡمَرُ وَاَعۡرِضۡ عَنِ الۡمُشۡرِكِيۡنَ ۝ ﴾ (الحجر: ۹٤)

''تو جو حکم تجھ کو ملا ہے اس کو کھول کر سنا دے اور مشرکوں کا کچھ خیال نہ کر۔''

...... چنانچہ نبی مکرم ﷺ نے اپنی دعوتِ توحید و رسالت کا اعلان فرما دیا۔ اور پھر اسی وقت سے آپ کی قوم نے آپ سے دشمنی شروع کر دی۔

س :۲٤ ...... دعوتِ حق کے نتیجے میں مردوں میں سے سب سے پہلے کس نے اسلام قبول کیا؟ عورتوں میں سب سے پہلے کس نے؟ بچوں میں سب سے پہلے کس نے؟ اور غلاموں خادموں میں سب سے پہلے کس نے اسلام قبول کیا؟

ج :۲٤ ...... رسول اللہ ﷺ کی دعوتِ حق پر سب سے پہلے مردوں میں سیّدنا ابوبکر صدیق بن ابوقحافہ، عورتوں میں سب سے پہلے اُمّ المؤمنین سیّدہ خدیجہ، بچوں میں سب سے پہلے اوّل سیّدنا علی اور خادموں غلاموں میں سب سے پہلے جناب زید بن حارثہ رضی اللہ عنہم اجمعین ایمان و اسلام لائے تھے۔

س :۲۵ ...... رسول اللہ ﷺ اور آپ کے اہل بیت (و دیگر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین) کو مشرکین مکہ نے کس جگہ پر (ایک عرصہ تک) محصور کر کے رکھا تھا؟

ج :۲۵ ...... نبی مکرم ﷺ اور آپ کے خاندان، گھرانے والوں کو مشرکین مکہ نے مکہ کی (ایک تنگ گھاٹی) شعب ابی طالب میں (ایک عرصہ تک) محصور کیے رکھا تھا۔

س :۲٦ ...... اس گھاٹی میں رسول اللہ ﷺ اور آپ کے اہل بیت، خاندان والوں (اور کچھ دیگر صحابہ کرام) کا محاصرہ کتنے عرصہ تک رہا تھا؟

ج :۲٦ ...... شعب ابی طالب میں بنو المطلب اور بنو ہاشم کا رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ

(نبوت کے ساتویں سال محرم کی چاند رات سے لے کر محرم سنہ ۱۰ سال نبوت تک) تین سال محاصرہ ہوا تھا۔ مشرکین نے (وادیٔ محصب کے اندر خیف بنی کنانہ میں جمع ہو کر) اس بات کا باہم عہد و پیمان کیا تھا وہ نہ ہی بنو ہاشم و بنو مطلب سے خرید و فروخت کریں گے۔ نہ ان کے ساتھ اُٹھیں بیٹھیں گے۔ نہ ان سے میل جول رکھیں گے، نہ ان کے گھروں میں جائیں گے، نہ ان سے بات چیت کریں گے اور نہ ہی ان سے شادی بیاہ کریں گے۔ اس سے محصورین کو اس دوران بہت سخت تکلیف پہنچی حتی کہ انھوں نے درختوں کے پتے کھا کر اور سوکھے چمڑے اُبال اُبال کر اُنھیں کھا کے گزارا کیا۔

س :۲۷ ...... دعوتِ حق کے نتیجہ میں رسول اللہ ﷺ کو مشرکین مکہ کی طرف سے جو تکالیف اور اذیتیں پہنچیں اُن میں سے بعض کا ذکر کیجیے؟

ج :۲۷ ...... اللہ ربّ العالمین کی توحید خالص اور دین حنیف کی دعوت کے نتیجے میں مشرکین مکہ اور دیگر کفار و مشرکین کی طرف سے نبی مکرم ﷺ کو جو اذیتیں دی گئیں اور تکلیفیں پہنچیں، ان میں سے بعض کی صورت یوں تھی: (۱) وہ ظالم رسول اللہ ﷺ کی طرۂ امتیاز والی اعلیٰ شہرت کی خصوصیت کو بے پہچان بنانے اور داغدار کرنے کی کوشش کرتے۔ (۲) آپ ﷺ پر جادوگری، شعر گوئی، کہانت اور جنون کے الزام دھرتے۔ (۳) آپ سے وہ اپنی نبوت کے ثبوت میں اللہ کی طرف سے معجزانی نشانیوں کے مطالبہ میں ڈھٹائی اختیار کرتے۔ (۴) کبھی آپ ﷺ کی پشت پر سجدہ کی حالت میں اُونٹوں کی اوجھڑیاں ڈال دیتے۔ (۵) کبھی آپ کے گلے میں کپڑا ڈال کر اسے بل دیتے ہوئے گلا گھونٹ دیتے۔ (۶) کبھی سخت مار مارتے۔ (۷) ایسا بھی ہوا کہ ظالموں نے سوشل بائیکاٹ کرتے ہوئے آپ ﷺ کو ایک گھاٹی میں تین سال تک محصور کیا رکھے۔ باہر سے کوئی کھانے پینے کی چیز اندر نہ جانے دیتے۔ (۸) اور ایسا بھی ہوتا کہ ظالم، اللہ کے دشمن آپ ﷺ کے سر مبارک پر مٹی (اور کوڑا کرکٹ) پھینک دیتے۔

س :۲۸ ...... اسلام کے پہلے دو شہیدوں کے نام بتلایئے؟

ج :۲۸ ...... دین حنیف کے پہلے دو شہید جناب عمار بن یاسر کے والدین، حضرت یاسر (جو کہ بنومخزوم کے غلام تھے) اوران کی والدہ محترمہ بی بی سمیہ رضی اللہ عنہم تھے۔ ایک باران کو کفار مکہ کی طرف سے سخت سزا دی جارہی تھی کہ نبی مکرم ﷺ کا گزر وہاں سے ہوا۔ دیکھ کر فرمایا: ''آلِ یاسر! صبر سے کام لینا، تمہارا ٹکانا جنت ہے۔'' [1]

س :۲۹ ...... اللہ کا دشمن اُمیہ بن خلف (اپنے غلام) صحابی رسول سیّدنا بلال بن رباح رضی اللہ عنہ کو حالت کفر پر واپس لانے کے لیے اُنھیں مجبور کرتے ہوئے ان کے ساتھ کیا سلوک کرتا تھا؟ اور پھر جناب بلال رضی اللہ عنہ اسے کیا جواب دیتے؟ اور سیّدنا بلال رضی اللہ عنہ کی خلاصی اس عذاب سے کیسے ہوئی؟

ج :۲۹ ......اللہ اور اُس کے رسول محمد النبی الکریم ﷺ کا دشمن اُمیہ بن خلف سیّدنا بلال بن رباح رضی اللہ عنہ کو مکہ مکرمہ کے گرم ترین ایک میدان میں تپتی ریت پر لٹادیتا اور اُن کے سینے پر ایک بھاری پتھر رکھ کر کہتا: جب تک محمد (ﷺ) کے دین اوران کی دعوتِ توحید و رسالت کو چھوڑ نہیں دیتا، تب تک میں تمھیں نہیں چھوڑوں گا۔ مگر سیّدنا بلال رضی اللہ عنہ اُس (بدبخت، اللہ کے دشمن) کو اس کلمہ مبارکہ کے سوا کوئی جواب نہ دیتے: اَللّٰہُ اَحَد ، اَللّٰہُ اَحد۔ اور پھر جناب بلال رضی اللہ عنہ کی اس عذاب سے اُس وقت گلو خلاصی ہوئی جب اُنھیں سیّد ھذہ الامہ جناب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اُن کے مالک (اُمیہ بن خلف) سے خرید کر اللہ کی رضا کے لیے آزاد کردیا۔

س :۳۰ ......مشرکین مکہ اور کفار کی طرف سے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو جو اذیتیں دی جاتی تھیں ان کے بارے میں جب بعض صحابہ نے رسول اللہ ﷺ کے سامنے شکایت کی تو اللہ کے حبیب و خلیل نبی محمد رسول اللہ ﷺ نے ان کو کیا جواب دیا؟

ج :۳۰ ...... کفار و مشرکین مکہ کی طرف سے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو جو تکلیفیں اور اذیتیں پہنچائی جاتی تھیں ان کا شکوہ و شکایت جب بعض اصحاب النبی ﷺ نے آپ سے کیا تو رسول اللہ ﷺ نے انھیں (تسلی وتشفی دیتے ہوئے) وضاحت سے بتلایا کہ

---

[1] سیرت ابن ھشام: ۱/ ۳۱۹، ۳۲۰ وفقه السیرة للغزالی ، ص:۸۲

عقیدۂ توحید خالص اور دین حنیف کی خاطر پہلی اُمتوں میں گزرنے والے اللہ کے مومن بندوں کو کس طرح ان سے بھی سخت تکلیفیں دی جاتی تھیں۔ اور بتلایا کہ: ان کے چمڑوں کو لوہے کی کنگھیوں کے ساتھ اُن کے وجود سے اُدھیڑ لیا جاتا تھا۔ اور آری کے ساتھ اُن کے وجودوں کو سر سے لے کر پیروں تک چیر دیا جاتا تھا۔ مگر اس کے باوجود وہ صبر سے کام لیتے تھے۔ یہ بیان کرنے کے بعد نبی مکرم ﷺ نے ان کو خوشخبری دیتے ہوئے فرمایا:

((وَاللّٰهِ لَيُتِمَّنَّ اللّٰهُ هٰذَا الْأَمْرَ حَتَّى يَسِيْرَ الرَّاكِبُ مِنْ صَنْعَاءَ إِلَى حَضْرَمَوْتَ مَا يَخَافُ إِلَّا اللّٰهَ وَالذِّئْبَ عَلَى غَنَمِهٖ وَلٰكِنَّكُمْ تَسْتَعْجِلُوْنَ .)) [1]

''اللہ ربّ ذوالجلال کی قسم! اللہ تبارک وتعالیٰ اس دین حق کو ضرور مکمل کرے گا۔ اور پھر ایسا ہوگا کہ ایک شخص (یمن کے شہر) صنعاء سے سوار ہو کر حضر موت تک (جو یمن میں ہی کئی منزل پر ہے۔) سفر کرے گا اور اللہ کے سوا اسے کسی کا ڈر خوف نہ ہوگا۔ حتی کہ بھیڑیئے کے سوا اپنی بھیڑ بکریوں پر بھی اُسے کسی کا خوف نہ ہوگا۔ مگر تم لوگ جلدی کر رہے ہو۔ (اور چاہتے ہو کہ یہ کام جلد ہو جائے۔ مگر اللہ نے اس کے لیے جو وقت مقرر کر رکھا ہے اُسی وقت پر ہوگا۔)''

س : ۳۱ ...... نبوت کے دسویں سال کو ''غم کا سال، عام الحزن'' کا نام کیوں دیا گیا تھا؟

ج : ۳۱ ...... نبی مکرم محمد رسول اللہ ﷺ کی نبوتِ عظمیٰ کے دسویں سال کو ''غم کا سال ...... عام الحزن'' کا نام اس لیے دیا گیا تھا کہ: (۱) اس سال آپ کے چچا ابو طالب کی وفات ہوگئی تھی۔ وہ پوری زندگی ہر موقع پر آپ ﷺ کا دفاع کرتے رہے اور مشکلات میں ہمیشہ آپ کے ساتھ کھڑے ہوتے تھے۔ اور یہ کہ وہ آپ ﷺ کو مشرکین مکہ کی طرف سے پہنچنے والی اذیتوں کو روکا کرتے تھے۔ (۲) اور پھر اسی سال اُمّ المؤمنین سیّدہ **خدیجة الکبریٰ** رضی اللہ عنہا کا بھی انتقال ہوگیا۔ (فَإِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ) آپ رضی اللہ عنہا بھی پوری زندگی نبی مکرم محمد

---

[1] صحیح البخاری، کتاب الاکراہ، حدیث: ۶۹۴۳

رسول اللہ ﷺ کے دُکھ رنج میں برابر کی شریک ہوتی رہیں اور آپ ﷺ کو ہمیشہ اُن کے پاس راحت و آرام، سکون اور حوصلہ و ہمت افزائی (اور مصارف کے لیے مال) ملا کرتے تھے۔

س : ۳۲ ...... نبی مکرم محمد رسول اللہ ﷺ سے جنوں کی ایک جماعت کی ملاقات کہاں پر ہوئی تھی؟ ان کی تعداد کتنی تھی اور کیا وہ ایمان لا کر مسلمان ہو گئے تھے؟ دلیل سے بیان کریں۔

ج : ۳۲ ......رسول اللہ ﷺ سے جنوں کی ملاقات (شوال سہ۱۰ سالِ نبوت میں) مکہ اور طائف کے درمیان (طائف کی طرف دعوتِ حق دینے کے لیے جاتے ہوئے واپسی پر) وادیٔ نخلہ میں ہوئی تھی۔ ان جنوں کی تعداد سات تھی اور ان کا تعلق اہل نصیبین سے تھا۔ یہ لوگ رسول اللہ ﷺ کی دعوت پر ایمان لے آئے اور پھر اپنی قوم کی طرف اُنھیں اللہ کے عذاب سے ڈرانے کے لیے پلٹ گئے۔ اس کے لیے دلیل سورۃ الاحقاف کی درج ذیل آیات اور ان پر تفسیری احادیث کتب احادیث میں دیکھی جاسکتی ہیں۔ چنانچہ اللہ عزوجل فرماتے ہیں:

﴿ وَاِذْ صَرَفْنَآ اِلَیْكَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ یَسْتَمِعُوْنَ الْقُرْاٰنَ فَلَمَّا حَضَرُوْهُ قَالُوْٓا اَنْصِتُوا فَلَمَّا قُضِیَ وَلَّوْا اِلٰی قَوْمِهِمْ مُّنْذِرِیْنَ o قَالُوْا یٰقَوْمَنَآ اِنَّا سَمِعْنَا كِتٰبًا اُنْزِلَ مِنْۢ بَعْدِ مُوْسٰی مُصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیْهِ یَهْدِیْٓ اِلَی الْحَقِّ وَاِلٰی طَرِیْقٍ مُّسْتَقِیْمٍ o یٰقَوْمَنَآ اَجِیْبُوْا دَاعِیَ اللّٰهِ وَاٰمِنُوْا بِهٖ یَغْفِرْلَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ وَیُجِرْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِیْمٍo وَمَنْ لَّا یُجِبْ دَاعِیَ اللّٰهِ فَلَیْسَ بِمُعْجِزٍ فِی الْاَرْضِ وَلَیْسَ لَهٗ مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِیَآءُ اُوْلٰٓئِكَ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ o ﴾ (الاحقاف : ۲۹۔۳۲)

’’اور (اے پیغمبر وہ قصہ بھی یاد کر) جب ہم کئی جنوں کو تیرے پاس پھیر کر لائے وہ قرآن سننے لگے جب اس کے پاس پہنچے تو (آپس میں ایک دوسرے سے) کہنے لگے چپ رہو، پھر جب (قرآن کا پڑھنا) ختم ہوا تو اپنے بھائیوں

(دوسرے جنوں) کے پاس لوٹ گئے اُن کو (اللہ تعالیٰ کے عذاب سے) ڈرانے لگے۔ (بھائیو! ہم ایک کتاب سن کر آئے ہیں جو موسیٰ کے بعد اتری ہے، وہ اگلی (آسمانی) کتابوں کو سچ بتاتی ہے اور سچا دین اور سیدھا رستہ دکھلاتی ہے۔ بھائیو! اللہ کی طرف بلانے والے کا کہنا مانو اور اس پر ایمان لاؤ اللہ تمہارے گناہ (یا کچھ گناہ) بخش دے گا اور تم کو تکلیف کے عذاب سے (آخرت کے عذاب سے) بچادے گا اور جو کوئی اللہ کی (طرف) بلانے والے (اس پیغمبر) کا کہنا نہ مانے گا، وہ اللہ تعالیٰ کو (کہیں ساری زمین پر تھکا نہیں سکتا اور اللہ کے سوا کوئی اس کا حمایتی نہیں ہوسکتا۔ ایسے ہی لوگ کھلی گمراہی میں ہیں۔" [1]

---

[1] جنوں کے متعلق جس واقعہ کا ان آیات میں ذکر کیا گیا ہے۔ صحیحین وغیرہ کی متعدد روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ بطن نخلہ میں پیش آیا جو مکہ معظّمہ اور طائف کے درمیان ایک وادی ہے۔ اس واقعہ کی تفصیل میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کی بعثت سے پہلے جنوں کو آسمان کی کچھ خبریں مل جایا کرتی تھیں۔ مگر آنحضرت ﷺ کی بعثت کے بعد یہ سلسلہ بند کر دیا گیا اور جنّ خبریں حاصل کرنے کے لیے اوپر جاتے تو ان کو کثرت سے شہب کی مار پڑتی۔ اس پر انھیں خیال ہوا کہ زمین میں ضرور کوئی نیا واقعہ ہوا ہے جس کی وجہ سے آسمان پر سخت پہرے بٹھا دیئے گئے ہیں۔ اس جستجو میں جنّوں کے مختلف گروہ مشرق و مغرب میں پھیل گئے۔ ادھر نبی ﷺ اپنے چند صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کے ساتھ سوق عکاظ جاتے ہوئے بطن نخلہ میں ٹھہرے ہوئے تھے، وہاں آپ ﷺ اپنے صحابہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ فجر کی نماز پڑھ رہے تھے کہ جنّوں کی ایک جماعت وہاں آ پہنچی۔ اس کے بعد وہ واقعہ پیش آیا، جس کا ان آیات میں تذکرہ ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ بعثت سے کچھ بعد کا واقعہ ہے۔ بعض اصحاب سیرت نے اسے ہجرت سے کچھ پہلے کا واقعہ قرار دیا ہے۔ جب آنحضرت ﷺ طائف سے زخمی ہو کر بطن نخلہ مین قیام فرما تھے۔ علمائے تفسیر نے یہ بھی لکھا ہے کہ یہ حج کے دنوں کا واقعہ ہے جبکہ آنحضرت ﷺ مکہ سے باہر صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ صبح کی نماز ادا کر رہے تھے۔ جنّوں کی پہلی آمد کے موقع پر آنحضرت ﷺ نے نہ اُن کو دیکھا اور نہ ان کی آمد کا آنحضرت ﷺ کو پتا چلا۔ حتی کہ سورۂ جن کی ابتدائی آیات نازل ہوئیں اور وحی کے ذریعہ آپ ﷺ کو مفصل حال معلوم ہوا۔ اس واقعہ کے بعد بہت بڑی تعداد میں جن آنحضرت ﷺ سے ملاقات کر کے ہدایت یاب ہوئے اور آپ ﷺ نے ان کو احکام بھی سنائے۔ ایک ملاقات کے موقعہ پر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما بھی آنحضرت ؐ کے ساتھ گئے تھے۔ (ابن کثیر) قرآن وحدیث کا وجود ثابت ہے۔ سلف صالح اور خلف جنوں کے وجود کو بالاجماع مانتے ہیں اس کے باوجود جو شخص ان کے وجود کا منکر ہے، اس کے کفر میں کوئی شبہ نہیں۔ (سلفیہ)

س :۳۳ ......مشرکین نے نبی مکرم ﷺ کو ''ابتر'' بھی کہا تھا۔ اس لفظ ابتر کا معنی و مفہوم کیا ہے؟ انھوں نے آپ ﷺ کے متعلق ایسا کیوں کہا تھا؟ اور پھر اللہ تبارک وتعالیٰ نے اُن کا جواب کس طرح سے دیا؟

ج :۳۳ ......مشرکین مکہ نے رسول اللہ ﷺ کے متعلق جو (اپنی خباثت وعداوت اور حسد وبغض کی بنا پر) ابتر کا کلمہ استعمال کیا تھا ......تو اس کا مطلب ہوتا ہے: وہ شخص کہ جو بے نسل ہو (ناٹھا) اور اس کی وفات کے بعد اس کا کوئی نام لیوا نہ رہے۔ کافروں حاسدوں نے نبی مکرم ﷺ کے بارے میں یہ بات اس لیے کہی تھی کہ آپ ﷺ کی کوئی نرینہ اولاد (بیٹے) نہیں تھے۔ اور اُن کے گمان میں آپ کی وفات کے بعد آپ کا کوئی ذکر ہی دُنیا میں نہ رہے گا (اور نہ کوئی آپ کا نام لیوا ہوگا، نہ ہی آگے نسل بڑھ سکے گی) ......تو اللہ عزوجل نے ان کے اس گمانِ باطل کا ردّ کرتے ہوئے فرمایا کہ: نہیں بلکہ معاملہ اُلٹ ہے، ان ظالموں، اللہ کے دشمنوں کا ہی دُنیا سے نام ونشان اور اچھا ذکر مٹ جائے گا۔ فرمایا: ﴿ إِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْأَبْتَرُ ﴾ ......''اے ہمارے حبیب وخلیل بندے! (آپ کہیں ان کی باتوں سے ملول نہ ہوجانا۔ بات یہ ہے کہ) تمہارا دشمن (جو اللہ کا بھی دشمن ہے) بے نسل اور نگوڑا ناٹھا ہے۔'' یعنی آپ ﷺ سے بغض وحسد اور عداوت رکھنے والا ہی مقطوع الذکر ہوگا (اس کا ہی کوئی نام لیوا نہ ہوگا) اور جہاں تک نبی مکرم ﷺ محمد رسول اللہ ﷺ کی ذاتِ اطہر اور آپ کے ذکر و نام کا تعلق ہے تو بلاشبہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ کی شان بھی بلند فرمائی اور آپ کا ذکر خیر بھی دنیا میں یوں کہہ کر بلند فرمادیا:

﴿ وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ﴾ (الانشراح: ٤)

''اور ہم نے تیرا نام بلند کردیا۔''

فائدہ :......یعنی انبیاء اور فرشتوں میں آپ ﷺ کا نام بلند کیا اور دنیا وآخرت میں آپ کے نام کا چرچا کیا۔ چنانچہ کوئی مسلمان اللہ تعالیٰ کا نام نہیں لیتا مگر اس کے ساتھ آپ ﷺ کا نام ضرور لیا جاتا ہے۔ کلمۂ شہادت، اذان، اقامت، خطبہ اور تشہد وغیرہ میں۔

اور اللہ تعالیٰ نے جہاں بندوں کو اپنی اطاعت کا حکم دیا ہے وہیں آپ ﷺ کی اطاعت کا بھی حکم دیا ہے۔

س :۳٤ ...... نبی کریم ﷺ کے مسلمان ہونے والے چچاؤں کے نام کیا تھے؟

ج :۳٤ ...... رسول اللہ ﷺ کی رسالت اور اللہ ربّ العالمین کی توحید خالص پر ایمان لانے والے آپ کے دو چچا تھے: حمزہ بن عبدالمطلب اور عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہما۔

س :۳۵ ...... نبی مکرم ﷺ کے اُن چچاؤں کے نام بتلایئے جو آپ کی رسالت اور اللہ ذوالجلال کی توحید خالص پر ایمان نہیں لائے۔

ج :۳۵ ...... رسول اللہ ﷺ کے وہ چچے جو ایمان نہیں لائے تھے، ان کے نام یہ ہیں:۔ ۱: ابوطالب (نام عبد مناف بن عبدالمطلب تھا)، ۲: ابولہب (نام: عبدالعزیٰ تھا)، ۳: زبیر بن عبدالمطلب، ۴: عبدالکعبہ، ۵: ضرار، ٦: قثم بن عبدالمطلب، ۷: مغیرہ، ۸: مصعب، ۹: العوام بن عبدالمطلب اور ۱۰: الحارث بن عبدالمطلب۔

س :۳٦ ...... رسول اللہ ﷺ کے چچاؤں میں سے وہ کون شخص تھا (اس کا نام بتلایئے) کہ جو آپ کو اذیت پہنچایا کرتا تھا؟ اور اس کے بارے میں قرآنِ کریم کی ایک سورۃ بھی نازل ہوئی؟ اس سورۃ کا نام بھی بتلایئے۔

ج :۳٦ ...... نبی مکرم ﷺ کو اذیت وتکلیف پہنچانے والا آپ کا وہ چچا کہ جس کے بارے میں قرآنِ حکیم کی ایک سورت نازل ہوئی، اس کا نام مع کنیت: ابولہب عبدالعزیٰ تھا۔ اور اُس کے بارے میں اُترنے والی اس سورت کا نام: سورۃ المسد ہے اور اس کی پانچ آیات ہیں۔

س :۳۷ ...... رسول اللہ ﷺ کے چچاؤں میں سے وہ کون آدمی ہے کہ جو مشرک ہونے کے باوجود آپ کا دفاع کیا کرتا تھا؟ اور جب ابوطالب مرض الموت میں گرفتار ہوئے تو رسول اللہ ﷺ کا موقف کیا تھا اور مشرکین مکہ کا موقف کیا تھا؟ اور وہ کون سی آیت ہے جو اُن کے بارے میں نازل ہوئی تھی؟

ج :۳۷ ...... نبی معظم ﷺ کا وہ چچا جو حالت شرک وکفر میں ہونے کے باوجود آپ کا دفاع کیا کرتا تھا، اُس کا نام ابوطالب عبد مناف بن عبدالمطلب تھا۔ اور ابوطالب جب بیمار ہوا اور اس وقت اُس کے پاس ابوجہل اور عبداللہ بن ابوامیہ بیٹھے ہوئے تھے، تو رسول اللہ ﷺ اُس کے پاس تشریف لائے اور فرمایا: ((أَيْ عَمِّ قُلْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ، كَلِمَةً أُحَاجُّ لَكَ بِهَا عِنْدَ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ .)) ......''چچا جان! صرف ایک بار کلمہ توحید کہ اللہ عزوجل کے سوا کوئی معبود برحق نہیں کہہ دو، میں قیامت والے دن اس کلمہ کی بنا پر تمہارے لیے اللہ عزوجل سے پرزور شفاعت وگزارش کرلوں گا۔'' ابوجہل اور عبداللہ بن ابوامیہ کہنے لگے: اے ابوطالب! کیا تو (مرتے وقت اپنے باپ) عبدالمطلب کے مذہب وملت سے رُخ پھیرلے گا؟ پھر یہ دونوں برابر اُس سے بات کرتے رہے، یہاں تک کہ آخری بات جو ابوطالب نے لوگوں سے کہی، یہی تھی کہ: وہ عبدالمطلب کی ملت پر فوت ہورہا ہے۔ اور اس کے بعد وہ فوت ہوگیا۔ رسول اللہ ﷺ کو اس بات سے بہت دُکھ پہنچا۔ اور پھر فرمایا: ((لَأَسْتَغْفِرَنَّ لَكَ مَا لَمْ أُنْهُ عَنْكَ .)) ......'' میں جب تک آپ سے روک نہ دیا جاؤں (اے چچا ابوطالب!) آپ کے لیے دعائے مغفرت کرتا ہی رہوں گا۔'' اس پر اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمادیں: [1]

﴿ مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ وَلَوْ كَانُوْٓا اُولِيْ قُرْبٰى مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُمْ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ○ ﴾

(التوبة : ۱۱۳)

'' پیغمبر کو نہیں چاہیے نہ ایمان والوں کو کہ مشرکوں کے لیے بخشش کی دُعا مانگیں گو وہ اُن کے رشتہ دار ہوں، جب اُن کو یہ معلوم ہوگیا کہ وہ (یعنی مشرک) دوزخی ہیں۔''

---

[1] مسند الإمام أحمد: ٤٣٣/٥۔ صحيح البخاري/ كتاب التفسير/ حديث: ٤٦٧٥۔ وصحيح مسلم/ حديث: ١٣٥.

﴿ اِنَّكَ لَا تَهْدِيْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ o ﴾ (القصص : ٥٦)

''(اے پیغمبرؐ!) تو جس کو چاہے اُس کو راہ پر نہیں لگا سکتا یہ اللہ تعالیٰ کا کام ہے وہ جس کو چاہتا ہے راہ پر لاتا ہے اور وہ خوب جانتا ہے کون راہ پر آنے کے لائق ہے۔''

س :۳۸ ...... نبی مکرم ﷺ کی پھوپھیوں کے نام بتلایئے اور ان میں سے اسلام لانے والی کا نام بھی بتایئے؟

ج :۳۸ ......رسول اللہ کی پھوپھیاں درج ذیل تھیں: (۱) صفیہ۔ (۲) عاتکہ۔ (۳) برّہ۔ (٤) اروىٰ۔ (٥) اُمیمہ اور (٦) اُمّ حکیم ان میں سے صرف سیّدہ صفیہ بنت عبدالمطلب رضی اللہ عنہا ایمان لائی تھیں۔ یہ سیّدنا زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ کی والدہ تھیں۔ البتہ آپ کی پھوپھیوں عاتکہ اور اروی کے ایمان و اسلام کے بارے اختلاف ہے۔

س :۳۹ ...... نبی کریم ﷺ کے بیٹوں کے نام بتلایئے؟

ج :۳۹ ...... رسول اللہ ﷺ کے بیٹوں کے نام (کہ جو بچپن میں ہی فوت ہو گئے تھے) (ا) القاسم ...... اسی کے نام سے آپ ﷺ کی کنیت ابوالقاسم تھی۔ (۲) عبداللہ اور (۳) ابراہیم رضی اللہ عنہم۔

س : ٤٠ ...... نبی مکرم ﷺ کی بیٹیاں کون کون تھیں؟ سب کے نام بتلایئے!

ج : ٤٠ ...... رسول اللہ ﷺ کی پیاری بیٹیوں کے نام بالترتیب یوں تھے: رقیہ، ام کلثوم، زینب اور فاطمة الزہراء رضی اللہ عنہن جمیعاً۔ سب کی والدہ محترم اُمّ المؤمنین سیّدہ خدیجة الکبریٰ رضی اللہ عنہا تھیں۔

س : ٤١ ...... نبی معظم ﷺ کی بناتِ محترمات کے خاوندوں کے نام بتلایئے؟

ج : ٤١ ......رسول اللہ ﷺ کی پیاری بیٹیوں کے خاوندوں کے نام یوں تھے:

(۱) رقیہ رضی اللہ عنہا کی شادی امیر المؤمنین سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے ہوئی تھی۔

(۲) اُمّ کلثوم رضی اللہ عنہا کی شادی بھی رقیہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد جناب عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ

سے ہی ہوئی تھی۔ اسی لیے آپ رضی اللہ عنہ کا لقب ذوالنورین پڑا تھا۔

(۳) سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا کے خاوند کا نام جناب ابوالعاص بن الربیع تھا رضی اللہ عنہ۔

(۴) اور سیّدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کی شادی امیر المؤمنین حضرت علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ سے ہوئی تھی۔

س :٤٢ ...... نبی مکرم ﷺ کی ازواجِ مطہرات کی کتنی تعداد تھی کہ جن کے ساتھ آپ نے خلوت اختیار کی تھی؟ اور وہ کون کون تھیں؟ ان کے ساتھ شادی کی ترتیب کے اعتبار سے ان کے نام بھی لکھیں۔

ج :٤٢ ...... رسول اللہ ﷺ کی وہ ازواجِ مطہرات کہ جن کے ساتھ آپ نے خلوت اختیار فرمائی تھی ان کی تعداد گیارہ تھی اور شادیوں کی ترتیب کے اعتبار سے اُن کے نام یوں تھے۔ (۱) اُمہات المؤمنین سیّدہ خدیجہ بنت خویلد (۲) سیّدہ سودہ بنت زمعہ (۳) سیّدہ عائشہ بنت ابی بکر صدیق (۴) سیّدہ حفصہ بنت عمر (۵) سیّدہ زینب بنت خزیمہ (۶) سیّدہ اُمّ سلمہ ہند بنت ابواُمیہ (۷) سیّدہ زینب بنت جحش بن ریاب (۸) سیّدہ جویریہ بنت الحارث (۹) سیّدہ اُمّ حبیبہ بنت ابوسفیان (۱۰) سیّدہ صفیہ بنت حیی بن اخطب اور سیّدہ میمونہ بنت الحارث رضی اللہ عنھن جمیعاً۔

س :٤٣ ...... نبی کریم ﷺ کی سب سے پہلی بیوی صاحبہ کون تھیں؟ اور آپ نے اُن کے ساتھ شادی کب کی تھی؟

ج :٤٣ ...... رسول اللہ ﷺ نے سب سے پہلے اُمّ المؤمنین سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا بنت خویلد سے شادی کی تھی۔ ان کے ساتھ آپ ﷺ کی شادی بعثت نبوت و رسالت سے پندرہ سال قبل ہوئی تھی۔

س :٤٤ ...... اُمّ المؤمنین سیّدہ خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا کے ساتھ نکاح کے وقت نبی معظم ﷺ کی عمر کتنی تھی اور اُن کی خود اپنی عمر کتنی تھی؟

ج :٤٤ ...... نبی مکرم ﷺ کی عمر اُمّ المؤمنین سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ شادی کے

وقت پچیس سال اور اُن کی عمر اس وقت چالیس سال تھی۔

س :٤٥ ......شادی کے بعد اُمّ المؤمنین سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نبی مکرم ﷺ کے ساتھ زندگی گزارتے ہوئے کتنا عرصہ زندہ رہیں؟ جب رسول اللہ ﷺ نے اُن سے نکاح کیا تھا، کیا وہ اس وقت بیوہ تھیں یا کنواری؟ اور کیا ان کی وفات سے پہلے تک ان کی زندگی میں آپؐ نے کسی اور بی بی سے بھی شادی کی تھی؟

ج :٤٥ ......اُمّ المؤمنین سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے اُمّ المؤمنین کی حیثیت سے رسول اللہؐ کے ساتھ زندگی کے پچیس سال گزارے۔ اور جب آپ رضی اللہ عنہا کی شادی نبی کریم ﷺ کے ساتھ ہوئی تو اس وقت آپ بیوہ تھیں۔ آپ ﷺ نے ان کی وفات سے پہلے تک ان کی زندگی میں کسی اور بی بی سے شادی نہیں کی تھی۔

س :٤٦ ...... نبی مکرم ﷺ کی ازواجِ مطہرات، اُمہات المؤمنین میں سے وہ کون بیوی صاحبہ تھیں کہ جن کے بارے میں آپ ﷺ کو اللہ کی طرف سے حکم دیا گیا تھا کہ آپ ان کو جنت میں اُن کے ایسے گھر کی بشارت دے دیں جو یاقوتی جڑاؤ والے سچے موتی کا بنا ہوا ہوگا اور اس میں نہ کسی قسم کی محنت ومشقت اور شر کا اندیشہ ہوگا اور نہ ہی اس میں شور وغل ہوگا۔

ج :٤٦ ...... نبی مکرم ﷺ کی بیوی صاحبہ اُمّ المؤمنین سیّدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کہ جن کے بارے میں اللہ عزوجل نے آپ ﷺ کو ان کے جنت میں ایک ایسے محل کی خوشخبری سنانے کا حکم فرمایا تھا کہ جو گول سچے موتی کا بنا ہوا ہے اور اس میں نہ کوئی شر، نقصان، محنت مشقت ہوگی اور نہ ہی شور وغل۔

س :٤٧ ...... اُمّ المؤمنین والمؤمنات سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد ان کے بارے میں نبی مکرم ﷺ کا احساس ورجحان کیسا تھا؟

ج :٤٧ ...... نبی مکرم ﷺ اُمّ المؤمنین سیّدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد ان کا اکثر ذکر کیا کرتے اور ان کی تعریف فرماتے کہ وہ کامل عورتوں میں سے تھیں۔ اور جب کوئی بکری وغیرہ ذبح کرتے تو آپ ﷺ سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی سہیلیوں کے ہاں اس کا

گوشت ضرور بھیجتے۔

س :۴۸ ......اُمہات المؤمنین والمؤمنات سیّدات اُمّ حبیبہ اور اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا کے نام کیا تھے؟

ج :۴۸ ......اُمّ المؤمنین سیّدہ اُمّ حبیبہ رضی اللہ عنہا کا نام رملہ بنت ابوسفیان صخر بن حرب رضی اللہ عنہ تھا، جب کہ اُمّ المؤمنین سیّدہ اُمّ سلمہ کا نام ھند بنت ابو اُمیہ تھا۔ رضی اللہ عنہا۔

س :۴۹ ......اُمہات المؤمنین میں سے رسول اللہ ﷺ کی وہ کون کون سی ازواجِ مطہرات تھیں، جن کا انتقال آپ ﷺ کی حیاتِ طیبہ میں ہی ہو گیا تھا؟ اور اُن کی تعداد کتنی تھی جو آپ ﷺ کے بعد فوت ہوئیں؟

ج :۴۹ ...... نبی مکرم ﷺ کی ازواجِ مطہرات، اُمہات المؤمنین میں سے سیّدہ خدیجہ بنت خویلد اور زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا کا انتقال آپ ﷺ کی حیاتِ طیبہ میں ہی ہو گیا تھا۔ سیّدہ خدیجۃ الکبریٰ کا انتقال ہجرت سے تین سال پہلے ہو گیا تھا، جب کہ سیّدہ زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ آپ ﷺ نے سنہ ۴ ہجری میں شادی کی تھی اور یہ بی بی صاحبہ صرف اٹھارہ ماہ رسول اللہ ﷺ کی زوجیت میں رہ کر وفات پا گئیں۔ نبی معظم ﷺ کی وفات کے وقت آپ کی نو ازواجِ مطہرات بقیدِ حیات تھیں۔ رضی اللہ عنھن جمیعاً۔

س :۵۰ ...... رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد ازواجِ مطہرات میں سے سب سے پہلے کون فوت ہوئیں اور کب؟

ج :۵۰ ...... نبی مکرم ﷺ کی وفات کے بعد سب سے پہلے اُمّ المؤمنین سیّدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سیّدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی خلافت کے دوران سنہ ۲۰ ہجری میں فوت ہوئیں۔

س :۵۱ ......اُمہات المؤمنین رضی اللہ عنھن میں سب سے آخر میں کون آپ کی بیوی صاحبہ فوت ہوئیں اور کب؟

ج :۵۱ ......اُمہات المؤمنین میں سے سیّدہ اُمّ سلمہ ھند بنت ابو اُمیہ سب سے آخر

میں سنہ ٦٢ ہجری میں فوت ہوئیں۔ ان سے نبی ﷺ نے جمادی الثانیہ سنہ ٤ ہجری میں نکاح کیا تھا۔

س : ٥٢ ...... ابراہیم بن محمد رسول اللہ ﷺ کی والدہ کون تھیں؟ اور آپ ﷺ کے باقی بیٹیوں کی ماں کا نام کیا تھا؟

ج : ٥٢ ...... نبی مکرم ﷺ کے صاحبزادے سیّدنا ابراہیم رضی اللہ عنہ کی والدہ کا نام ماریہ قبطیہ تھا رضی اللہ عنہا جب کہ آپ ﷺ کے دوسرے بیٹے (القاسم اور عبداللہ) سیّدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہم کے بطن سے تھے۔

س : ٥٣ ...... نبی مکرم ﷺ کی ازواجِ مطہرات میں سے وہ کون اُمّ المؤمنین ہیں کہ جن کا لقب اُمّ المساکین تھا اور اُن کا یہ لقب کیوں پڑا تھا؟

ج : ٥٣ ...... اُمہات المؤمنین میں سے سیّدہ زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا کا لقب اُمّ المساکین تھا۔ اس نام سے وہ غریبوں اور مسکینوں سے ہمدردی و رحمدلی کی وجہ سے مشہور ہوئی تھیں۔

س : ٥٤ ...... رسول اللہ ﷺ کی ازواجِ مطہرات میں سے وہ کون اُمّ المومنین تھیں کہ جن پر منافقوں نے فحش الزام لگایا تھا اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے وحی بھیج کر اُن کی برأت فرمائی تھی اور یہ برأت ساتوں آسمانوں کے اوپر سے دس آیات کی صورت میں نازل ہوئی کہ جنھیں قیامت تک پڑھا جائے گا۔ یہ آیتیں کون سی سورت میں ہیں؟

ج : ٥٤ ...... رسول اللہ ﷺ کی ازواجِ مطہرات میں سے اُمّ المؤمنین سیّدہ عائشہ صدیقہ بنت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہا پر منافقوں نے برائی کی تہمت دھری تھی۔ اور پھر اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ساتوں آسمانوں کے اوپر سے دس آیات مبارکہ اُتار کر آپ رضی اللہ عنہا کی برأت کا اعلان فرما دیا۔ جب تک قرآن دنیا میں موجود ہے قیامت تک ان آیات کی تلاوت اہل ایمان کرتے رہیں گے۔ آیئے سورۃ النور میں درج ان دس آیات کا مطالعہ ہم بھی کرلیں۔ اللہ عزوجل فرماتے ہیں:

﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ جَآءُوْ بِالْاِفْكِ عُصْبَةٌ مِّنْكُمْ لَا تَحْسَبُوْهُ شَرًّا لَّكُمْ بَلْ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ مَّا اكْتَسَبَ مِنَ الْاِثْمِ وَالَّذِيْ تَوَلّٰى كِبْرَهٗ مِنْهُمْ لَهٗ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝ لَوْلَآ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ ظَنَّ الْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بِاَنْفُسِهِمْ خَيْرًا وَّقَالُوْا هٰذَآ اِفْكٌ مُّبِيْنٌ ۝ لَوْلَا جَاءُوْ عَلَيْهِ بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ فَاِذْ لَمْ يَاْتُوا بِالشُّهَدَآءِ فَاُولٰٓئِكَ عِنْدَ اللّٰهِ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ ۝ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ لَمَسَّكُمْ فِيْ مَآ اَفَضْتُمْ فِيْهِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝ اِذْ تَلَقَّوْنَهٗ بِاَلْسِنَتِكُمْ وَتَقُوْلُوْنَ بِاَفْوَاهِكُمْ مَّا لَيْسَ لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ وَّتَحْسَبُوْنَهٗ هَيِّنًا وَّهُوَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمٌ ۝ وَلَوْلَآ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ قُلْتُمْ مَّا يَكُوْنُ لَنَآ اَنْ نَّتَكَلَّمَ بِهٰذَا سُبْحٰنَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيْمٌ ۝ يَعِظُكُمُ اللّٰهُ اَنْ تَعُوْدُوْا لِمِثْلِهٖٓ اَبَدًا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝ وَيُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ يُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِيْعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۝ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ وَاَنَّ اللّٰهَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝ ﴾ (النور: ۱۱ تا ۲۰)

”جن لوگوں نے (حضرت عائشہؓ پر) تہمت اُٹھائی تم ہی میں سے ایک گروہ ہے، اس طوفان کو اپنے حق میں بُرا مت سمجھو، بلکہ وہ تمہارے لیے بہتر ہو اس گروہ میں سے ہر شخص نے جتنا گناہ سمیٹا اتنی سزا پائے گا اور جس نے ان میں سے اس طوفان کا بیڑا اٹھایا (بڑا حصہ لیا) اُس کو سخت سزا ہوگی۔ (مسلمانو! تم کو کیا ہوگیا) جب تم نے یہ (نالائق) بات سنی تھی تو ایمان دار مردوں اور ایمان دار عورتوں کو اپنی ذات والوں پر نیک گمان کرنا تھا اور یون کہنا تھا یہ کھلا طوفان ہے۔ (اگر یہ طوفان اُٹھانے والے سچے تھے تو) کیوں اُس پر چار گواہ نہ لائے (جیسے شرع کا حکم ہے) پھر جب گواہ نہ لا سکے تو اللہ تعالیٰ کے نزدیک خود وہی جھوٹے

ٹھہرے۔ اور اگر تم پر دنیا اور آخرت میں اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کا کرم نہ ہوتا تو اس بات کا کھوج کرنے میں (یا اُس کا چرچا کرنے میں) کوئی بڑا عذاب تم سے چمٹ جاتا۔ جب تم اس کو زبان در زبان لانے لگے (ایک نے سنا دوسرے سے کہہ دیا، اُس نے سنا تیسرے سے کہہ دیا) اور بے سمجھے بوجھے (تحقیق کیے) منہ سے بکنے لگے اور تم سمجھے یہ کوئی بڑی بات نہیں اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک تو وہ بڑی تھی اور تم نے ایسا کیوں نہیں کیا جب یہ (جھوٹی) خبر سنی تھی تو کہہ دینا تھا ہم ایسی (بری بات) منہ سے نہیں نکال سکتے۔ سبحان اللہ! یہ (بڑا) بھاری طوفان ہے۔ (دیکھو!) اگر تم میں ایمان ہے تو اللہ تعالیٰ تم کو یہ نصیحت کرتا ہے کہ پھر کبھی ایسا نہ کرنا (یا پھر ایسا کرنا تم پر حرام کرتا ہے) اور اللہ تعالیٰ کھول کھول کر (اپنے) حکم تم سے بیان کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ (سب کچھ) جانتا ہے، حکمت والا۔ بے شک جو لوگ یہ چاہتے ہیں کہ مسلمانوں میں فحش باتیں (لچھ پنے اور بدکاری کی) پھیلیں اُن کو دنیا اور آخرت (دونوں) میں تکلیف کا عذاب ہوگا۔ اور (چھپی غیب کی باتیں) اللہ تعالیٰ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔ اور اگر اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کا کرم تم پر نہ ہوتا اور اللہ تعالیٰ بہت مہربان رحم والا نہ ہوتا (تو تم تباہ ہو جاتے)۔''

س: ۵۵ ...... اُمّ المؤمنین سیّدہ عائشہ صدیقہ بنت ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہا کی کنیت و لقب کیا تھے؟ آپ رضی اللہ عنہا کے والد محترم کون تھے؟ ان کا نام کیا تھا اور آپ رضی اللہ عنہا کے دادا کا نام کیا تھا؟

ج: ۵۵ ...... اُمّ المؤمنین سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی کنیت اُمّ عبداللہ اور لقب: صدیقہ بنت صدیق تھا۔ آپ رضی اللہ عنہا کے والد محترم اوّل خلیفۃ الرسول بلافصل سیّدنا ابوبکر صدیق کہ جن کا نام عبداللہ اور دادا محترم ابوقحافہ عثمان رضی اللہ عنہم اجمعین تھے۔

س: ۵٦ ...... وہ کون سی بی بی تھیں جن کا نکاح اللہ تعالیٰ نے ساتوں آسمانوں کے اوپر اپنے پیارے نبی محمد رسول اللہ ﷺ سے کیا تھا؟ اس بی بی کا خاوند نبی مکرم ﷺ سے پہلے

کون تھا؟ اور یہ بی بی صاحبہ فوت کب ہوئی تھیں؟

ج :٥٦ ......جس بی بی کا نکاح اللہ ربّ العزت نے ساتوں آسمانوں کے اوپر اپنے پیارے نبی محمد رسول اللہ ﷺ سے کیا تھا، وہ تھیں سیّدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا۔ اور نبی کریمؐ سے قبل ان کے خاوند کا نام زید بن حارثہ تھا، رضی اللہ عنہ وارضہ (یہ رسول اللہ ﷺ کے قبل از آغازِ نبوت مکی دور سے ہی خدمت گزار، آزاد شدہ غلام چلے آرہے تھے۔) سیّدہ زینب بنت جحشؓ (کہ جو آپ ﷺ کی پھوپھی سیّدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کی بیٹی تھیں اور ان کا نباہ جناب زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ سے نہ ہوسکا تھا اور اُنھوں نے ان کو طلاق دے دی تھی۔) ......کا انتقال سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خلافت کے آغاز میں ہی ہوگیا تھا۔

س :٥٧ ...... وہ کون بی بی صاحبہ ہیں جو تمام اُمہات المؤمنین میں یہ انفرادیت رکھتی ہیں کہ ان سے جب رسول اللہ ﷺ نے نکاح کیا تو یہ کنواری تھیں؟ اور جب آپ ﷺ نے ان کے ساتھ خلوت اختیار فرمائی تو ان کی اُس وقت عمر کتنی تھی؟

ج :٥٧ ...... اُمّ المؤمنین والمومنات سیّدہ عائشہ بنت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہا کو تمام اُمہات المؤمنین میں یہ انفرادیت حاصل تھی کہ جب رسول اللہ ﷺ نے ان سے شادی کی تو یہ کنواری تھیں۔ (باقی تمام اُمہات المؤمنین سے نبی کریم ﷺ کی شادی حالت بیوگی میں ہوئی تھی۔) جب نبی مکرم ﷺ نے اُمّ المؤمنین سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے خلوت اختیار فرمائی تو اس وقت ان کی عمر ۹ سال تھی۔

س :٥٨ ......سیّدہ خدیجۃ الکبریٰ کے اسلام لانے کے بعد سب سے پہلے اسلام لانے والے آٹھ افراد کے نام بتلایئے۔ رضی اللہ عنہم اجمعین۔ اور سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر اسلام لانے والے کون تھے؟

ج :٥٨ ...... اُمّ المؤمنین والمومنات سیّدہ خدیجۃ الکبریٰ کے اسلام لانے کے بعد ایمان و اسلام اختیار کرنے والے پہلے آٹھ اصحاب النبی ﷺ کے نام بالترتیب یوں ہیں:

(۱) ساداتنا ابوبکر عبداللہ بن ابوقحافہ، (۲) علی بن ابوطالب، (۳) زید بن حارثہ، (۴) عثمان

بن عفان، (۵) زبیر بن العوام، (۶) عبدالرحمٰن بن عوف، (۷) سعد بن ابی وقاص اور (۸) طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہم اجمعین ومن ارضوہ۔ ان میں سے آخری پانچ حضرات گرامی [ساداتنا عثمان بن عفان، زبیر بن العوام، عبدالرحمٰن بن عوف، سعد بن ابی وقاص اور طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہم اجمعین ومن ارضوہ] نے سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر ایمان واسلام قبول کیا تھا۔

س :۵۹ ...... رسول اللہ ﷺ کے شعراء کون کون تھے؟ آپ ﷺ کے خطیب کا نام بھی بتلائیے؟

ج :۵۹ ...... نبی مکرم ﷺ کے شعراء (کہ جو کفر وضلالت اور شرک وخرافات کے مقابلے میں اسلام کی سربلندی، اللہ کی توحید اور نبی مکرم ﷺ کی توصیف وتکریم میں اشعار کہتے تھے۔) ساداتنا عبداللہ بن رواحہ، حسان بن ثابت اور کعب بن مالک رضی اللہ عنہم تھے۔ اور آپ ﷺ کے خطیب کا نام جناب ثابت بن قیس بن شماس تھا۔ رضی اللہ عنہ وارضاہ۔ (کہ جب بھی کسی موقع پر دین حنیف کی حقانیت، اللہ کی توحید خالص کے غلبہ اور نبی مکرم ﷺ کی رسالت ونبوت کے دلائل پر مدلل اور فصیح وبلیغ گفتگو کرنے اور کفار ومشرکین کے مقابلے میں پرزور کی ضرورت پیش آتی تو سیّدنا ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ گفتگو فرماتے تھے۔)

س :۶۰ ...... واقعۂ معراج واسراء کب پیش آیا تھا؟

ج :۶۰ ...... نبی مکرم محمد رسول اللہ ﷺ کو راتوں رات بیت اللہ الحرام، مکہ مکرمہ سے بیت المقدس، مسجد اقصیٰ تک اور وہاں سے اوپر ساتوں آسمانوں اور سدرۃ المنتہیٰ تک اللہ عزوجل کی طرف سے سیّدنا جبریل علیہ السلام کے ہمراہ لے جانے والا واقعہ سالِ نبوت کے دسویں سال ...... یعنی ہجرت سے تین سال قبل ...... پیش آیا تھا۔

س :۶۱ ...... جب رسول اللہ ﷺ کو راتوں رات بیت اللہ الحرام، مکہ مکرمہ سے بیت المقدس کی طرف لے جایا گیا، وہاں آپ ﷺ نے دو رکعات نماز پڑھی اور سیّدنا جبریل علیہ السلام آپ ﷺ کے پاس دو برتن بھرے ہوئے لائے۔ بتلائیے ان برتنوں میں کیا تھا؟ اور ان دونوں میں سے کس چیز کو رسول اللہ ﷺ نے اختیار فرمایا؟ اور پھر جناب جبریل

علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آپ ﷺ سے کیا کہا؟

ج: ٦١ ...... جب نبی مکرم ﷺ کو مکہ مکرمہ سے راتوں رات بیت المقدس تک لے جایا گیا تو آپ ﷺ نے مسجد اقصیٰ میں دو رکعات نماز ادا کی۔ (یہ نماز آپؐ نے انبیاءِ کرام علیہم السلام کی امامت کرواتے ہوئے پڑھی تھی۔ اور براق کو مسجد اقصیٰ کے دروازے کے ایک حلقہ (گول کڑا) سے باندھ دیا تھا۔) اس وقت سیّدنا جبریل علیہ السلام آپ کے پاس ایک دودھ سے بھرا ہوا اور دوسرا شراب سے لبالب دو برتن لے کر حاضر ہوئے اور فرمایا: ''ان دونوں میں سے جو چاہیں ایک کو اختیار فرمالیں۔'' چنانچہ آپ ﷺ نے دودھ کے پیالہ کو اختیار فرمایا۔ اس پر سیّدنا جبریل علیہ السلام نے فرمایا: ((اِخْتَرْتَ الْفِطْرَةَ)) ...... ''آپ ﷺ نے فطرت (کہ جس میں تمام طرح کی خیر اور سب بھلائیاں ہیں) اختیار فرمائی ہے۔'' (اور یاد رکھیے کہ اگر آپ نے شراب کو اختیار کرلیا ہوتا تو آپ ﷺ کی اُمت گمراہ ہو جاتی۔) [1]

س: ٦٢ ...... جب رسول اللہ ﷺ کو اوپر آسمانوں پر لے جایا گیا (واقعۂ معراج کے وقت) تو وہاں آسمانوں میں کچھ انبیاء کرام سے آپ ﷺ کی ملاقاتیں ہوئیں۔ یہ بتلایئے کہ ہر آسمان پر کس کس نبی سے آپ کی ملاقات ہوئی؟

ج: ٦٢ ...... جب واقعہ معراج کے موقع پر نبی مکرم ﷺ کو آسمانوں پر لے جایا گیا تو آپ کی پہلے آسمان پر سیّدنا آدم، دوسرے آسمان پر سیّدنا عیسیٰ و یحییٰ جو باہم خالہ زاد تھے۔ تیسرے آسمان پر سیّدنا یوسف، چوتھے آسمان پر جناب ادریس، پانچویں آسمان پر جناب ہارون، چھٹے آسمان پر سیّدنا موسیٰ اور ساتویں آسمان پر سیّدنا ابراہیم علیہم الصلوات والسلام سے ملاقاتیں ہوئیں۔ (سب حضراتِ گرامی قدر سے جو گفتگو اور بات چیت ہوئی اُس کی تفصیل پچھلے سوال، جواب کے حاشیہ میں دی گئی کتب میں ملاحظہ فرمائیں۔)

---

[1] واقعہ کی تفصیل کے لیے: صحیح البخاري/ کتاب الصلاة/ حدیث: ٣٤٩/ کتاب احادیث الانبیاء/ حدیث: ٣٣٤٢ اور ان پر شرح فتح الباری۔ صحیح مسلم/ کتاب الإیمان/ باب الاسراء برسول الله ﷺ / حدیث: ٤٤١ تا حدیث: ٤٢٤۔ اور اس سے اگلے پانچ ابواب حدیث ۴۲۵ تا حدیث ۴۴۷۔ تفسیر ابن کثیر۔ سیرة ابن هشام اور مسند الامام احمد وغیرهم.

س :٦٣ ...... جب نبی مکرم محمد رسول اللہ ﷺ کو معراج کے موقع پر آسمان کی طرف لے جایا گیا تو آپ نے سیّدنا ابراہیم علیہ السلام کو (ساتویں آسمان پر) ایک گھر کے ساتھ ٹیک لگائے ہوئے دیکھا۔ بتلایئے اس گھر کا نام کیا ہے؟ اس میں روزانہ کتنے فرشتے داخل ہوتے ہیں؟ اوران کے اس عمل سے کس بات کا استدلال ہوتا ہے؟

ج :٦٣ ......ساتویں آسمان پر وہ گھر کہ جس کے ساتھ نبی مکرم محمد رسول اللہ ﷺ نے اللہ کے خلیل سیّدنا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو ٹیک لگائے ہوئے دیکھا تھا، اُس کا نام " اَلْبَیْتُ الْمَعْمُوْر "......جس کا مطلب آباد گھر...... ہوتا ہے اور یہ گھر فرشتوں کی عبادت کے ساتھ ہر وقت آباد رہتا ہے۔ اس گھر میں ...... (ہمارے زمینی نظام کے اعتبار سے چوبیس گھنٹوں والے) ایک دن میں ستر ہزار فرشتے اللہ کی عبادت کے لیے داخل ہوتے ہیں۔ اور جو فرشتے اس گھر میں ایک بار آکر اللہ کی عبادت کر جاتے ہیں وہ قیامت تک دوبارہ اس گھر میں داخل نہیں ہوسکیں گے۔ (سیّدنا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو نبی مکرم محمد رسول اللہ ﷺ نے جب سلام کیا تو انھوں نے سلام کا جواب دیتے ہوئے: ((مَرْحَبًا بِالْاِبْنِ الصَّالِحِ وَالنَّبِیِّ الصَّالِحِ .)) والے الفاظ سے آپ ﷺ کا استقبال کیا۔) البیت المعمور میں کسی فرشتے کی باری (دوبارہ نہ آنے کا معنی یہ ہے کہ ان کی تعداد اس قدر زیادہ ہے کہ اللہ کے سوا ان کی گنتی کسی کو معلوم نہیں۔ جیسے کہ اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿ وَمَا جَعَلْنَآ اَصْحٰبَ النَّارِ اِلَّا مَلٰٓئِكَةً وَّمَا جَعَلْنَا عِدَّتَهُمْ اِلَّا فِتْنَةً لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِيَسْتَيْقِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ وَيَزْدَادَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِيْمَانًا وَّلَا يَرْتَابَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَلِيَقُوْلَ الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَّالْكٰفِرُوْنَ مَاذَآ اَرَادَ اللّٰهُ بِهٰذَا مَثَلًا كَذٰلِكَ يُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ وَمَا يَعْلَمُ جُنُوْدَ رَبِّكَ اِلَّا هُوَ وَمَا هِيَ اِلَّا ذِكْرٰى لِلْبَشَرِ ○ ﴾ (المدثر: ٣١)

" اور ہم نے دوزخ کے داروغہ فرشتے مقرر کیے ہیں اور ہم نے انیس کی گنتی اس

لیے مقرر کی ہے کہ کافر (یہ سن کر) گمراہ ہوں (اور) اس لیے کہ کتاب والوں (یہود اور نصاریٰ کو) یقین پیدا ہو اور ایمان والوں کا ایمان بڑھے اور کتاب والوں اور ایمان داروں کو (قرآن کی سچائی میں) کوئی شبہ نہ رہے اور اس لیے کہ کافر اور جن کے دل میں (شک کی) بیماری ہے وہ یوں کہیں بھلا اس انیس کی گنتی سے اللہ تعالیٰ کی کیا غرض ہے۔ اللہ اسی طرح جس کو چاہتا ہے بھٹکا دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے راہ پر لاتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے لشکر اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی نہیں جانتا۔ اور یہ باتیں تو بس لوگوں کی نصیحت کے لیے بیان کی گئی ہیں (نہ اور کسی غرض سے)۔"

س : ٦٤ ...... رسول اللہ ﷺ پر نماز کب اور کہاں پر فرض ہوئی تھی؟ اور کیا جب نماز فرض ہوئی تھی تو نبی کریم ﷺ اور اللہ تبارک وتعالیٰ کے درمیان کوئی واسطہ بھی تھا؟ اس سے کس بات پر استدلال کیا جاسکتا ہے؟

ج : ٦٤ ...... نبی مکرم ﷺ پر جب نماز فرض کی گئی تو اس وقت آپ معراج کی رات آسمانوں پر تھے۔ (یعنی نماز کا تحفہ اہل ایمان واسلام کے نبی کو دنیا پر نہیں بلکہ آسمانوں پر بلا کر عطا کیا گیا تھا۔) سیّدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام اور بیت معمور کی زیارت کے بعد نبی مکرم ختم الانبیاء والرسل احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وصحبہٖ اجمعین کو پھر خدائے جبار جل جلالہ کے دربار میں پہنچایا گیا۔ اور آپ ﷺ اللہ کے اتنے قریب ہوئے کہ دو کمانوں کے برابر یا اس سے بھی کم فاصلہ رہ گیا۔ اس وقت اللہ نے اپنے بندے پر وحی فرمائی جو کچھ کہ وحی فرمائی اور پچاس وقت کی نمازیں فرض کیں۔ اس کے بعد آپ ﷺ واپس ہوئے یہاں تک کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس گذرے تو انھوں نے پوچھا کہ اللہ نے آپ ﷺ کو کس چیز کا حکم دیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: پچاس نمازوں کا؟ انھوں نے کہا: آپ ﷺ کی اُمت اس کی طاقت نہیں رکھتی۔ اپنے پروردگار کے پاس واپس جایئے اور اپنی اُمت کے لیے تخفیف کا سوال کیجیے۔ آپ ﷺ نے حضرت جبریل علیہ السلام کی طرف دیکھا گویا ان سے مشورہ لے رہے ہیں۔ انھوں نے اشارہ کیا کہ ہاں، اگر آپ ﷺ چاہیں۔ اس کے بعد

حضرت جبریل علیہ السلام آپ ﷺ کو جبار تبارک وتعالیٰ کے حضور لے گئے، اور وہ اپنی جگہ تھا ......بعض طرق میں صحیح بخاری کا لفظ یہی ہے......اس نے دس نمازیں کم کر دیں اور آپ ﷺ نیچے لائے گئے۔ جب موسیٰ علیہ السلام کے پاس سے گذر ہوا تو اُنھیں خبر دی۔ انھوں نے کہا: آپؐ اپنے رب کے واپس جایئے اور تخفیف کا سوال کیجیے۔ اس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام اور اللہ عزوجل کے درمیان آپ ﷺ کی آمد و رفت برابر جاری رہی۔ یہاں تک کہ اللہ عزوجل نے صرف پانچ نمازیں باقی رکھیں۔ اس کے بعد بھی موسیٰ علیہ السلام نے آپ ﷺ کو واپسی اور طلب تخفیف کا مشورہ دیا مگر آپ ﷺ نے فرمایا: ''اب مجھے اپنے رب سے شرم محسوس ہو رہی ہے۔ میں اسی پر راضی ہوں اور سر تسلیم خم کرتا ہوں۔'' پھر جب آپ ﷺ مزید کچھ دور تشریف لے گئے تو ندا آئی کہ میں نے اپنا فریضہ نافذ کر دیا اور اپنے بندوں سے تخفیف کر دی۔ [1]

تو نماز کی فرضیت کے اس موقع پر نبی رحمت محمد رسول اللہ ﷺ اور اللہ تبارک وتعالیٰ کے مابین کوئی واسطہ نہ تھا۔ اس سے ایک تو سیّد الانبیاء والرسل، امام الجنۃ و البشر محمد النبی الکریم ﷺ کی عظمت شان معلوم ہوئی اور دوسری نماز کی اہمیت وفضیلت اور اس کی اللہ کے ہاں قدر و منزلت و رفعت شان معلوم ہوئی۔

س :٦٥ ......سب سے پہلے اللہ کے نبی محمد رسول اللہ ﷺ پر (اور آپ کی اُمت پر) کتنی نمازیں فرض ہوئی تھیں؟ اور اُس پیغمبر کا کیا نام ہے کہ جس نے محمد رسول اللہ ﷺ کی توجہ اللہ ربّ العالمین سے نمازوں میں تخفیف کروا لینے کی طرف مبذول کروائی تھی؟

ج :٦٥ ......اس سوال کے جواب کی وضاحت پچھلے جواب میں آ چکی ہے کہ نبی مکرم محمد رسول اللہ ﷺ پر پہلے پچاس نمازیں فرض ہوئی تھیں، مگر ان میں تخفیف ہوتے ہوتے بالآخر یہ پانچ رہ گئیں۔ اور اس تخفیف کے لیے سیّدنا موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نبیٔ رحمت ﷺ کی توجہ اس طرف مبذول کروائی تھی۔

اُمت اسلامیہ کے لیے شب و روز (چوبیس گھنٹوں والے دن) میں نمازیں فرض تو پانچ

[1] زاد المعاد: ٢/ ٤٧، ٤٨۔

ہی رہیں لیکن اللہ عزوجل نے ان کا اجر پچاس کا ہی رکھا ہے۔ یہ اُس کی خاص رحمت ومحبت کا ثبوت ہے، اس اُمت کے ساتھ۔

س :٦٦ ...... رسول اللہ ﷺ کی نماز پر حرص وطمع کا ذکر کرتے ہوئے مدلل گفتگو کیجیے اور یہ بھی بتلایئے کہ آپ ﷺ نماز (صلوٰۃ) کیسے پڑھا کرتے تھے؟

ج :٦٦ ...... اللہ عزوجل نے اپنے حبیب وخلیل نبی محمد رسول اللہ ﷺ کو قیام اللیل (نمازِ تہجد) کا حکم فرما رکھا تھا۔ چنانچہ اس ضمن میں اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ يٰٓاَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ o قُمِ الَّيْلَ اِلَّا قَلِيْلًا o نِّصْفَهٗٓ اَوِ انْقُصْ مِنْهُ قَلِيْلًا o اَوْ زِدْ عَلَيْهِ وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًا o ﴾ (المزمل : ١ـ٤)

’’اے کپڑا لپیٹنے والے۔ (ساری) رات (نماز میں) کھڑا رہ۔ مگر تھوڑی رات (آرام کر) آدھی رات یا اس سے کچھ کم (تہائی رات) یا اُس سے (کچھ) زیادہ (دو تہائی رات) اور قرآن کو ٹھہر ٹھہر کر اچھی طرح سے پڑھا کر۔‘‘ [1]

---

[1] یہ خطاب آنحضرت ﷺ سے ہے، کیونکہ شروع میں جب حضرت جبریل علیہ السلام وحی الٰہی لاتے تو آپ ﷺ پر کپکپی سی طاری ہوجاتی اور آپ ﷺ کمبل اوڑھ لیتے۔ چنانچہ جب پہلی مرتبہ حضرت جبریل علیہ السلام وحی لائے اور آپ ﷺ پر کپکپی کی کیفیت طاری ہوگئی تو آپ ﷺ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے فرمانے لگے: ((زَمِّلُوْنِيْ زَمِّلُوْنِيْ ، زَمِّلُوْنِيْ .)) ...... ’’مجھے کپڑا اوڑھا دو‘‘ اس بنا پر آنحضرت ﷺ کو اس لفظ سے خطاب کیا گیا۔

اس سے معلوم ہوا کہ ابتدا میں آنحضرت ﷺ پر تہجد کی نماز فرض تھی، جیسا کہ سورۂ اسراء کی آیت ۷۹ کے تحت بیان ہو چکا ہے۔

مطلب یہ ہے کہ آدھی رات عبادت کیجیے اور آدھی رات سوئیے یا دو تہائی رات عبادت کیجیے اور تہائی رات سوئیے۔ علیٰ ہذا القیاس۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ اور آپ کے ساتھ بعض صحابہ رضی اللہ عنہم انہی مختلف مقداروں میں تہجد کی نماز پڑھا کرتے تھے۔ یہ حکم ...... جیسا کہ صحیحین اور سنن کی کتابوں میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت سے معلوم ہوتا ہے ...... ایک سال تک رہا۔ اگلے سال جب اسی سورہ کی آخری آیات نازل ہوئیں تو اس میں تخفیف کردی گئی۔ (شوکانی)

یعنی اس طرح کہ ہر ایک حرف کا الگ الگ پتا چلے اور پڑھتے وقت قرآن کا مفہوم بھی ذہن میں آئے۔ حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آپ ہر آیت پر قطع (وقف) فرماتے تھے۔ متعدد احادیث میں قرآن کو ترتیل کے ساتھ پڑھنے کی فضیلت بیان ہوئی ہے۔ (ابن کثیر)

جبکہ دوسرے مقام پر اللہ عزوجل کا ارشاد یوں ہے:

﴿ وَمِنَ الَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ عَسٰٓى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا ﴾ (الاسراء: ۷۹)

''اور رات کو کسی وقت جاگ اُٹھ (تہجد کی نماز پڑھ) یہ زیادہ ہے تیرے لیے عجب نہیں کہ (اس کی برکت سے) تیرا مالک تجھ کو (قیامت میں) مقام محمود تک پہنچائے۔'' ❶

اور اللہ ربّ العالمین اپنے مومن بندوں کی اس ضمن میں صفت عالیہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

﴿ اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ۝ اٰخِذِيْنَ مَآ اٰتٰىهُمْ رَبُّهُمْ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَبْلَ ذٰلِكَ مُحْسِنِيْنَ ۝ كَانُوْا قَلِيْلًا مِّنَ الَّيْلِ مَا يَهْجَعُوْنَ ۝ وَبِالْاَسْحَارِ هُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ ﴾ (الذاریات: ۱۵۔۱۸)

''بے شک پرہیز گار (اللہ سے ڈرنے والے اُس دن) باغوں اور چشموں میں (مزے کرتے) ہوں گے، اُن کو جو ان کا مالک دیتا جائے گا، لیتے جائیں گے۔ (اللہ دے اور بندہ لے نعمت پر نعمت) بے شک یہ لوگ (بہشت میں جانے سے) پہلے ہی نیک تھے۔ رات کو تھوڑا ہی سوتے تھے اور سحر کے وقت (یا صبح سویرے) استغفار کرتے رہتے تھے۔'' ❷

---

❶ یعنی فرض نماز کے علاوہ یہ خاص طور پر آپ ﷺ کے حق میں نفل ہے کیونکہ آپ مغفور الذنب ہیں۔ بعض نے لکھا ہے یعنی یہ آپ ﷺ پر ایک نماز فرض ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ایک روایت میں بھی ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا: وتر، مسواک، اور تہجد مجھ پر فرض ہیں اور تمہارے لیے نفل۔ مگر یہ دوسری احادیث صحیحہ کے خلاف ہے۔ واللہ اعلم۔ (قرطبی)

❷ یعنی رات کا اکثر حصہ عبادت میں گزارتے تھے۔ آنحضرت ﷺ نے متعدد احادیث میں تہجد کی نماز کی فضیلت بیان فرمائی ہے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اس کی ترغیب دی ہے۔ چنانچہ ایک حدیث میں ہے لوگو! غریبوں کو کھانا کھلایا کرو، صلہ رحمی کرتے رہو...... اور رات کو جب لوگ سو رہے ہوں تو نماز پڑھو، جنت میں سلامتی کے ساتھ داخل ہو گے۔ (ابن کثیر)

درج ذیل احادیث سے معلوم ہوا کہ نبی مکرم ﷺ قیام اللیل (نمازِ تہجد) کو بہت لمبا کر کے پڑھا کرتے تھے۔

(۱) سیّدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ: میں نے ایک رات نبی مکرم ﷺ کے ساتھ کھڑے ہو کر تہجد کی نماز پڑھی۔ آپ ﷺ نے اتنا لمبا قیام کیا کہ میری نیت بگڑ گئی۔ راوی حدیث ابووائل پوچھنے لگے: ''آپ کے دل میں کیا آیا تھا؟'' اُنھوں نے کہا: '' میرے دل میں آیا کہ میں بیٹھ جاؤں یا یہ کہ میں آپ ﷺ کو اکیلا چھوڑ دوں۔'' (مگر چھوڑا نہیں اور شیطان کے وسوسہ کو دُور کر کے وہ نبی کریم ﷺ کے ساتھ لمبا قیام کیے رکھے۔) [1]

(۲) سیّدنا حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ: ایک رات میں نے نبی کریم ﷺ کے ساتھ نمازِ تہجد پڑھی۔ آپ ﷺ نے (پہلی رکعت میں) سورۃ البقرہ شروع کر دی۔ میرے دل میں آیا کہ آپ سو آیات کے بعد رکوع کر لیں گے، مگر آپ آگے بڑھ گئے۔ میرے دل میں اس کے بعد خیال آیا کہ آپ ﷺ ایک رکعت میں سورۃ البقرہ مکمل پڑھیں گے اور رکوع کر لیں گے لیکن آپ ﷺ آگے بڑھ گئے۔ اور آپ نے سورۃ النساء شروع کر دی اور اسے بھی مکمل پڑھ ڈالا۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے سورۃ آل عمران شروع فرمالی اور اسے بھی مکمل پڑھ لیا۔ یہ بھی یاد رکھیے کہ آپ ﷺ ٹھہر ٹھہر کر پڑھتے تھے۔ (اور جلدی نہیں کرتے تھے۔) اور آپ جب کسی ایسی آیت کی تلاوت کرتے کہ جس میں اللہ کی تسبیح کا ذکر ہوتا تو آپ ﷺ سبحان اللہ کہتے۔ اور جب آپ کا گزر (دورانِ قرأت) کسی ایسی آیت سے ہوتا کہ جس میں سوال (مانگنے) کا ذکر ہوتا تو آپ ﷺ مانگنے کی دُعا پڑھتے۔ اور جب تعوذ کی آیت سے گزرتے تو اللہ کی پناہ طلب کرتے۔ پھر آپ ﷺ نے رکوع کیا اور رکوع میں '' سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيْمُ '' پڑھنے لگے۔ اور یہ بھی یاد رکھیے کہ آپ کا رکوع بھی قیام کے برابر برابر تھا۔

---

[1] صحيح البخاري/ كتاب التهجد/ حديث: ١١٣٥۔ وصحيح مسلم/ حديث: ١٨١٥.

اس کے بعد رکوع سے اُٹھ کر قیام میں " سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ، رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ " پڑھا (اور دیگر اذکار کیے) اور آپ اس قیام میں بھی رکوع کے برابر کھڑے رہے۔ (اس کی تسبیحات کے ساتھ ساتھ دوسرے اذکار وتسبیحات کرتے رہے) اور آپ کا سجدہ بھی آپ کے قیام کے برابر برابر تھا۔ (اور اس طرح آپ نے باقی نماز ادا کی۔)'' [1]

س :٦٧ ...... جب مکی دور میں مشرکین مکہ کی طرف سے مسلمانوں کو تکلیفیں پہنچانے میں سختی آ گئی تو رسول اللہ ﷺ نے اُنھیں کس طرف ہجرت کر جانے کا حکم دیا تھا اور آپ نے اُن کے لیے اس ملک انتخاب کیوں کیا تھا؟

ج :٦٧ ...... جب مکی دور میں مسلمانوں پر مکہ کے کفار ومشرکین کی طرف سے بہت زیادہ اذیت ناک تکلیفوں اور مصیبتوں کے پہاڑ توڑ دیے گئے تو نبی مکرم ﷺ نے اُنھیں براعظم افریقہ کے ملک '' حبشہ'' کی طرف ہجرت کر جانے کا حکم فرمایا۔ آپ ﷺ نے اُن کے لیے اس ملک کا انتخاب اس لیے کیا تھا کہ یہاں کا بادشاہ کسی پر ظلم نہ کرتا تھا اور نہ کسی کو کسی پر ظلم کرنے دیتا تھا۔

س :٦٨ ...... ملک حبشہ کی طرف پہلی دفعہ ہجرت کب ہوئی تھی اور اس پہلی ہجرت میں مہاجرین کی تعداد کتنی تھی؟ یہ بھی بتلایئے کہ ملک حبشہ کے بادشاہ کا نام کیا تھا کہ جس نے مسلمان مہاجرین کا استقبال نہایت اچھے طریقے سے کیا تھا؟ ملک حبشہ، ملک فارس (ایران) اور ملک روم کے بادشاہوں کے القاب کیا ہوا کرتے تھے؟

ج :٦٨ ...... ملک حبشہ کی طرف پہلی ہجرت ماہِ رجب سنہ ۵ سالِ نبوت میں ہوئی تھی۔ اس میں ہجرت کرنے والے مردوں کی تعداد بارہ تھی اور ان میں چار مسلمان بی بیاں تھیں۔ (سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ ان کے امیر تھے۔ اور ان کے ہمراہ رسول اللہ ﷺ کی صاحبزادی سیّدہ رقیہ رضی اللہ عنہا بھی تھیں۔ نبی مکرم ﷺ نے ان کے بارے میں فرمایا تھا:'' جناب ابراہیم خلیل اللہ اور حضرتِ لوط علیہما السلام کے بعد یہ پہلا گھرانہ ہے کہ جس نے اللہ کی

---

[1] صحيح مسلم/ كتاب صلاة المسافرين/ باب استحباب تطويل القراءة في صلاة الليل/ حديث: ١٨١٤.

راہ میں ہجرت کی ہے۔" [1] ان مسلمان مہاجرین کا استقبال کرنے والے ملک حبشہ کے بادشاہ کا نام اصحمہ تھا۔ (رحمہ اللہ تعالیٰ) اس دور میں ملک حبشہ کا لقب: نجاشی، ملک فارس کے بادشاہ کا لقب: کسریٰ اور ملک روم کے بادشاہ کا لقب: قیصر ہوا کرتا تھا۔

س :٦٩ ...... ملک حبشہ کی طرف دوسری ہجرت کب ہوئی تھی؟ اور اس دوسری ہجرت میں مسلمانوں کی تعداد کتنی تھی؟

ج :٦٩ ...... ملک حبشہ کی طرف مکی مسلمانوں کی دوسری ہجرت ۵ سالِ نبوت کے آخر میں ہوئی تھی اور اس میں مرد مہاجرین کی تعداد ۸۳ اور مسلم عورتوں کی تعداد اُنیس ۱۹ تھی۔ [2] پہلی ہجرتِ حبشہ کے مقابلے میں دوسری ہجرتِ حبشہ اپنے دامن میں زیادہ مشکلات لیے ہوئے تھی مگر اللہ عزوجل نے اسے بھی مسلمانوں کے لیے کامیاب بنادیا تھا۔

س :٧٠ ...... ایک سال حج کے موقع پر جب نبی مکرم ﷺ نے اپنے آپ کو یثرب سے آنے والوں پر پیش کیا تو ان لوگوں کا موقف (کردار و عمل) کیا تھا؟ یہ واقعہ کب کا ہے؟ اور اس ملاقات کے نتیجے میں کتنے لوگ مسلمان ہوئے تھے؟ بیعت عقبہ اولیٰ کب ہوئی تھی؟ اور اس موقعہ پر کتنے لوگوں نے نبی مکرم ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کی تھی؟ اور ان کے ساتھ آپ ﷺ نے کس صاحب کو دعوت واصلاح کے لیے روانہ فرمایا تھا؟

ج :٧٠ ...... گیارھویں سال نبوت کے موسم حج (جولائی ٦٢٠ء) میں جب رسول اللہ ﷺ نے یثرب سے آتے ہوئے بعض لوگوں پر اللہ کی توحید اور اپنی رسالت کو پیش کیا تو ان میں سے (قبیلہ خزرج سے تعلق رکھنے والے: اسعد بن زرارہ، عوف بن حارث بن رفاعہ، رافع بن مالک بن عجلان، قطبہ بن عامر بن حدیدہ، عقبہ بن عامر بن نابی اور حارث بن عبداللہ بن رئاب) چھ نوجوانوں نے دین حق کو قبول کرلیا اور مسلمان ہوگئے۔ رضی اللہ عنہم اجمعین۔

اسلام کو قبول کرنے والے ان چھ سعادت مند یثربی اصحاب واحباب رضی اللہ عنہم نے نبی مکرم ﷺ سے اگلے سال کے موسم حج میں منیٰ کی گھاٹی عقبہ میں ملنے کا وعدہ کیا۔ چنانچہ

---

[1]، [2] دیکھئے: زاد المعاد: ١/ ٢٤ ورحمة للعالمين: ١/ ٦١.

اگلے بارھویں سالِ نبوت کے موسم حج میں یثرب کے بارہ افراد نے نبی مکرم ﷺ سے عقبہ میں ملاقات کی۔ جن میں پانچ پچھلے سال والے اصحاب اور سات نئے احباب تھے۔ نئے حضرات نے بھی ایمان و اسلام قبول کیا اور پھر ان بارہ حضرات نے نبی مکرم ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کی، جسے تاریخ میں ''بیعت عقبہ اولیٰ'' کہا جاتا ہے۔ اسلام میں نئے داخل ہونے والے یثربی احباب کے نام یہ تھے: معاذ بن الحارث ابن عفراء، ذکوان بن عبدالقیس، عبادہ بن صامت، یزید بن ثعلبہ، عباس بن عبادہ بن نضلہ، ابوالہیثم بن التَّیِّهان اور عویم بن ساعدہ رضی اللہ عنہم اجمعین۔ نبی معظم و معلم کائنات انس و جن ﷺ نے یثرب کے ان بارہ حضرات کے ہمراہ سیّدنا مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ وارضاہ کو روانہ فرمایا تاکہ آپ رضی اللہ عنہ اہل یثرب کو قرآن کی تعلیم دیں اور انھیں دین سکھائیں۔

س : ۷۱ ...... بیعت عقبہ ثانیہ کب ہوئی تھی؟ اور جن لوگوں نے اس موقع پر رسول اللہ ؐ کے ہاتھ پر (موت اور دین حق پر استقلال کی) بیعت کی تھی ان کی تعداد کتنی تھی؟

ج : ۷۱ ...... اور پھر سالِ نبوت کے تیرھویں سال کے موسم حج (جون سنہ ۶۲۲ء) میں یثرب سے آنے والے تہتر (۷۳) مردوں اور دو عورتوں نے (۱۲ ذوالحجہ کی رات) نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دین حق پر ڈٹ جانے اور اس راہ میں موت و حیات کی بیعت کی۔ (یہ دونوں عورتیں اُمّ عمارہ نسیبہ بنت کعب اور اُمّ منیع اسماء بنت عمرو تھیں رضی اللہ عنہا۔ اس بیعت کی تکمیل کے بعد نبی کریم ﷺ نے انصار کے بارہ نقیب ...... سردار ...... مقرر فرمائے۔

(تفصیل الرحیق المختوم اُردو صفحہ ۲۱۰ تا ۲۱۸ پر دیکھی جاسکتی ہے۔)

س : ۷۲ ...... بیعت عقبہ میں انصارِ مدینہ نے رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ پر کس چیز کی بیعت کی تھی؟

ج : ۷۲ ...... بیعت عقبہ میں ایمان والے انصارِ مدینہ نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اس بات پر بیعت کی تھی کہ: (۱) وہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرائیں گے۔ (اور نبی مکرم محمد رسول اللہ ﷺ کو اپنی زندگی کے تمام امور میں اپنا ھادی و راہنما اور

اللہ کا بھیجا ہوا پیغمبر دل و جان سے مانیں گے)۔(۲) چوری نہیں کریں گے۔(۳) زنا کاری نہیں کریں گے۔(۴) اپنی اولادوں کو قتل نہیں کریں گے۔(۵) باہم ایک دوسرے پر بہتان تراشی نہیں کریں گے۔(۶) اور نبی ختم الرسل ﷺ کی نیکی کے کاموں میں نافرمانی نہیں کریں گے۔ [1]

س :۷۳...... اپنی ہجرت کے وقت نبی مکرم ﷺ نے مشرکوں پر اپنی ہجرت پوشیدہ رکھنے کے لیے کون کون سے کام ترتیب دیے تھے؟ اور اس سے ہمیں کیا سبق ملتا ہے؟

ج :۷۳...... (اپنے وقت کے فرعون کی قیادت میں اللہ کے دشمنوں نے اپنی پارلیمنٹ میں جب نبی رحمت، حبیب ربّ کبریاء محمد مصطفیٰ ﷺ تسلیماً کثیراً کے قتل کی مجرمانہ قرارداد پاس کرلی تو سیّدنا جبریل علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے رب تبارک وتعالیٰ کی وحی لے کر آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ کو قریش کی سازش سے آگاہ کرتے ہوئے بتلایا کہ اللہ عزوجل نے آپ ﷺ کو یہاں سے ہجرت وروانگی کی اجازت دے دی ہے۔ اور یہ کہہ کر اُنھوں نے ہجرت کے وقت کا تعین بھی فرمادیا۔ اور پھر) جب رسول اللہ ﷺ نے ہجرت کا ارادہ فرمایا تو آپ ﷺ سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے گھر اُس وقت تشریف لائے کہ جس وقت آپ ان کے گھر کبھی نہیں آتے تھے۔ اور پھر آپ ﷺ نے جناب ابوبکر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: (۱) آپ کے گھر میں جتنے افراد ہیں ان کو ذرا دُور ہٹادو۔ (اور پھر آپ ﷺ نے ان کو ہجرت کی اطلاع دی اور یہ بھی بتلایا کہ ہجرت میں سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے ہمراہ ہوں گے۔ (۲) آپ ﷺ جناب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہمراہ مکہ سے نہایت پوشیدگی کی حالت میں نکلے۔ (تاکہ دشمنوں کو اطلاع نہ ہوسکے)۔ (۳) اس کے بعد آپ ﷺ نے مدینہ طیبہ کی طرف جانے والے عام راستے سے ہٹ کر دوسری راہ کو اختیار فرمایا۔ (۴) اور

---

[1] مختصر سیرۃ الرسول ﷺ للشیخ عبداللہ بن محمد بن عبدالوہاب رحمہما اللہ کے موجب مسند الامام احمد کی روایت میں کہ جسے امام حاکم اور ابن حبان رحمہما اللہ نے صحیح کہا ہے۔ مزید شقوں کا ذکر بھی ہے۔ ابن اسحٰق نے جناب عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی روایت بھی اسی طرح درج کی ہے۔ دیکھئے: سیرۃ ابن ہشام: ۱/۴۵۴۔

آپ ﷺ نے پورے راستے سے واقف نہایت تجربہ کار اور دیانت دار شخص کو اُجرت پر ساتھ لیا۔ (جس کا انتظام روانگی سے پہلے کیا جا چکا تھا)۔ (۵) سیّدنا علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ کو حکم فرمایا کہ وہ آپؐ کے بستر پر رات گزاریں تاکہ مشرکین کو وہم میں ڈالا جا سکے۔ (۶) قریش مکہ کی روزانہ والی تازہ کوششوں اور سازشوں سے مطلع کرنے کے لیے ایک ساتھی کی ذمہ داری لگائی اور یہ کہ وہ سرراہ قیام کی جگہ کھانا بھی پہنچایا کرے۔ (۷) اور پھر آپ ﷺ اپنے ہمسفر کے ہمراہ غارِ ثور میں تین دن اور تین راتوں تک چھپے رہے اور ایک چرواہے کا انتظام بھی کر لیا تھا جو دونوں اصحاب الرسول اللہ ﷺ اور اوّل خلیفۃ الرسول بلا فصل سیّدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ وارضاہ) کے جائے مقام ...... غارِ ثور کے گرد و نواح میں اپنی بھیڑ بکریاں چراتا رہے اور دونوں نفسِ قدسیہ کو پینے کے لیے دودھ مہیا کرتا رہے اور دونوں صاحبین ضرورت کے مطابق یہ دودھ پیتے رہیں۔ (۸) اس چرواہے کی یہاں پر تعیین کا ایک مقصد یہ بھی تھا کہ وہ اپنی بھیڑوں اور بکریوں کے ذریعے نبی مکرم ﷺ اور جناب ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے قدموں کے نشانات کو مٹا ڈالے تاکہ دونوں کی تلاشی میں آنے والے مشرکین ان کے جائے مقام سے مطلع نہ ہو سکیں۔

ان تمام اُمور سے اس بات کا استدلال بھی ہوتا ہے کہ: مومن آدمی کو ظاہری اسباب کے مہیا کرنے کا مکلّف و مامور بنایا گیا ہے۔ (اور یہ کہ ان اسباب کے بعد وہ مکمل طور سے اپنے ربّ ذوالجلال پر توکل و بھروسہ کرے۔)

س : ۷۴ ...... جب نبی مکرم ﷺ نے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت فرمائی تو اُس وقت آپ کی عمر مبارک کتنی تھی؟

ج : ۷۴ ...... رسول اللہ ﷺ نے جب یثرب یعنی مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کی تو اُس وقت آپ کی عمر ترپن (۵۳) سال تھی۔

س : ۷۵ ...... جب رسول اللہ ﷺ نے یثرب کی طرف ہجرت کی تو اس وقت آپ کے ہمراہ کون کون تھے؟

ج :۷۵ ...... نبی مکرم ﷺ نے جب مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت فرمائی تو اس وقت آپ ﷺ کے ہمراہ اس اُمت کے سب سے افضل و اعلیٰ فرد سیّدنا ابوبکر صدیق اور عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہما تھے۔

س :۷٦ ......ہجرت والی رات رسول اللہ ﷺ کے بستر پر کون سویا تھا؟ اور آپ ؐ نے اُن کے ذمہ یہ کام کیوں لگایا تھا کہ وہ آپ کے بستر پر سوئیں؟

ج :۷٦ ......ہجرت کی رات (۲۷ صفر سنہ ۱۴ سالِ نبوت بمطابق ۱۲ اور ۱۳ ستمبر ۶۲۲ء کی درمیانی رات) نبی مکرم ﷺ کے بستر مبارک پر سونے والے سیّدنا علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ وارضاہ تھے۔

ہوا یوں تھا کہ مشرکین مکہ نے رسول اللہ ﷺ کو قتل کرنے پر اتفاق کرلیا تھا اور پھر وہ آپ ﷺ کے دروازے پر اس انتظار میں بیٹھے رہے کہ جب آپ گھر سے باہر نکلیں گے تو وہ آپ ﷺ کو قتل کردیں گے۔

ادھر محاصرین وقت صفر کا انتظار کر رہے تھے لیکن اس سے ذرا پہلے انھیں اپنی ناکامی و نامرادی کا علم ہوگیا۔ ہوا یہ کہ ان کے پاس ایک غیر متعلق شخص آیا اور انھیں آپ ﷺ کے دروازے پر دیکھ کر پوچھا کہ آپ لوگ کس کا انتظار کر رہے ہیں؟ انھوں نے کہا: محمدؐ کا۔ اس نے کہا: آپ لوگ ناکام و نامراد ہوئے۔ اللہ کی قسم! محمد (ﷺ) تو آپ لوگوں کے پاس سے گذرے اور آپ کے سروں پر مٹی ڈالتے ہوئے اپنے کام کو گئے۔ انھوں نے کہا؛ بخدا! ہم نے تو انھیں نہیں دیکھا اور اس کے بعد اپنے سروں سے مٹی جھاڑتے ہوئے اُٹھ پڑے۔

لیکن پھر دروازے کی دراز سے جھانک کر دیکھا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نظر آئے۔ کہنے لگے: اللہ کی قسم! یہ تو محمد (ﷺ) سوئے پڑے ہیں۔ ان کے اوپر ان کی چادر موجود ہے۔ چنانچہ یہ لوگ صبح تک وہیں ڈٹے رہے۔ ادھر صبح ہوئی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ بستر سے اُٹھے تو مشرکین کے ہاتھوں کے طوطے اُڑ گئے۔ انھوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ رسول اللہ ؐ کہاں ہیں؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: مجھے معلوم نہیں۔ [1]

---

[1] ابن هشام: ١/ ٤٨٢، ٤٨٣.

اس سے رسول اللہ ﷺ اور آپ کے ساتھی سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو مکہ سے دور نکل جانے کی فرصت مل گئی (یعنی موقعہ غنیمت ہاتھ آیا) اور وہ غارِ ثور تک پہنچ گئے کہ جس میں دونوں صاحبین نے تین دنوں تک پوشیدگی اختیار کر لی۔

س :۷۷ ...... یثرب کی طرف ہجرت کے وقت نبی مکرم ﷺ کی راہنمائی کرنے والے (گائیڈ) کا نام کیا تھا؟ کیا وہ مسلمان تھا یا مشرک؟

ج :۷۷ ...... ہجرت کے وقت نبی معظم ﷺ اور سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے لیے راستے کی راہنمائی کرنے والے کا نام عبداللہ بن اُریقط اللیثی تھا اور یہ شخص مسلمان نہیں بلکہ مشرک تھا۔

س :۷۸ ...... رسول اللہ ﷺ کے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت والے راستے میں واقعہ ایک پہاڑ کی اُس غار کا کیا نام ہے کہ جس میں آپ کچھ وقت کے لیے چھپے تھے؟

ج :۷۸ ...... مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کرتے وقت نبی مکرم ﷺ اور آپ کے ساتھی سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جس غار میں چھپے تھے اس کا نام ''غارِ ثور'' ہے۔

س :۷۹ ...... اللہ ربّ العالمین نے نبی مکرم ﷺ کی ہجرت کا ذکر کرتے ہوئے یہ جو فرمایا ہے:

﴿ اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثَانِيَ اثْنَيْنِ اِذْ هُمَا فِي الْغَارِ اِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلَيْهِ وَاَيَّدَهٗ بِجُنُوْدٍ لَّمْ تَرَوْهَا وَجَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِيْنَ كَفَرُوا السُّفْلٰى وَكَلِمَةُ اللّٰهِ هِيَ الْعُلْيَا وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝ ﴾ (التوبة : ٤٠)

''اگر تم پیغمبر کی مدد نہ کرو (تو اللہ تعالیٰ کو کچھ پرواہ نہیں) اللہ پہلے بھی اکیلا اس کی مدد کر چکا ہے جب (مکہ کے) کافروں نے اس کو نکال دیا صرف دو دم (ایک آنحضرت ﷺ دوسرے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ) جب دونوں غار (ثور) میں (چھپے ہوئے) تھے جب پیغمبر ﷺ اپنے ساتھی (ابوبکر رضی اللہ عنہ) سے کہہ رہا تھا غم

مت کھا بے شک اللہ تعالیٰ کی مدد ہمارے ساتھ ہے۔ آخر اللہ تعالیٰ نے اپنی تسلی پیغمبر ﷺ پر (یا ابوبکر رضی اللہ عنہ پر) اتاری اور (اپنے) پیغمبر ﷺ کی ایسی فوجوں سے مدد کی جن کو تم نے نہیں دیکھا۔ اور کافروں کی بات (شرک) کو ہیٹا کر دیا اور اللہ کا سدا بول بالا ہے (اُسی کی بات بلند رہے گی، سچا دین ہمیشہ غالب رہے گا) اور اللہ زبردست ہے، حکمت والا۔''

تو مذکور بالا غارِ ثور میں رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ کون صاحب تھے؟ اور یہ دونوں صاحبین اس غار میں کتنے دن رہے تھے؟

ج :۷۹ ...... مذکور بالا آیت کریمہ میں نبی مکرم و رحمت عالم ﷺ کے جس ساتھی کا ذکر کیا گیا ہے وہ اوّل خلیفۃ الرسول اللہ سیّدنا ابوبکر صدیق بن ابوقحافہ رضی اللہ عنہما تھے۔ اور دونوں صاحبین نفوس قدسیہ اس غار میں تین دن تک قیام کیے رہے تھے۔

س :۸۰ ...... رسول اللہ ﷺ اور سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس غار میں کون صاحب رات کو آکر سوتے اور بنو قریش کے کافروں کو خبریں لا کر دیتے کہ وہ لوگ نبی کریم ﷺ اور سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں جو سازشیں کرتے اُن کے بارے میں آکر بتلاتے تھے؟

ج :۸۰ ...... نبی اُکرم ﷺ اور سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس غارِ ثور میں آکر رات گزارنے والے جناب عبداللہ بن ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہما تھے۔ صبح کے وقت مکہ چلے جاتے اور قریش کی نئی خبریں اور سازش کی منصوبہ بندی سے خبرداری حاصل کرتے اور رات کو آکر دونوں اصحاب سے بیان کر دیتے تھے۔ رضی اللہ عنہ وارضاہ۔

س :۸۱ ......قریش مکہ نے اس شخص کے لیے کتنا انعام رکھا تھا کہ جو رسول اللہ ﷺ اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو پکڑ لائے گا؟

ج :۸۱ ......قریش مکہ نے نبی معظم محمد رسول اللہ ﷺ اور خیر ھذہ الامہ سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ میں سے ہر ایک کے سر کی قیمت سو اُونٹ رکھی تھی۔ (کہ جو شخص ان دونوں میں

سے کسی ایک کو پکڑ کر لائے یا قتل کر دے اُسے سو اونٹ انعام میں دیے جائیں گے۔)

س :۸۲ ...... جب رسول اللہ ﷺ اور سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ یثرب کی طرف ہجرت والے راستے پر رواں دواں تھے تو کس شخص نے ان دونوں نفوس قدسیہ کا پیچھا کیا اور پھر ان کو دیکھ لیا تھا؟ مگر وہ ان دونوں صاحبین کو قریش کے پاس پکڑ کر نہ لا سکا تھا۔ اس لیے کہ اس کے گھوڑے کے پاؤں زمین میں دھنس گئے تھے (جب اُس نے بُرے ارادے سے ان دونوں کو قابو کرنے کی کوشش کی تھی) تب رسول اللہ ﷺ نے اس شخص سے کیا وعدہ فرمایا تھا؟ اور یہ وعدہ کب پورا ہوا تھا؟

ج :۸۲ ...... رسول اللہ ﷺ اور سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جب مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت کر کے جا رہے تھے تو ''سراقہ بن مالک'' نے دونوں کو دیکھ لیا، مگر وہ صاحبین کو پکڑ کر قریش کے پاس مکہ نہ لا سکا۔ اس لیے کہ جب وہ برے ارادے سے دونوں کے قریب پہنچا تو اُس کے گھوڑے کی ٹانگیں زمین میں دھنس گئی تھیں۔ صحیح البخاری میں سراقہ بن مالک کی روایت کا مطالعہ یہاں نہایت مفید رہے گا۔ ان شاء اللہ۔

میں اپنی قوم بنی مدلج کی ایک مجلس میں بیٹھا تھا کہ اتنے میں ایک آدمی آ کر ہمارے پاس کھڑا ہوا اور ہم بیٹھے تھے۔ اس نے کہا: اے سراقہ! میں نے ابھی ساحل کے پاس چند افراد دیکھے ہیں۔ میرا خیال ہے کہ یہ محمد ﷺ اور ان کے ساتھی ہیں۔ سراقہ کہتے ہیں کہ میں سمجھ گیا یہ وہی لوگ ہیں، لیکن میں نے اس آدمی سے کہا کہ یہ وہ لوگ نہیں ہیں، بلکہ تم نے فلاں اور فلاں کو دیکھا ہے جو ہماری آنکھوں کے سامنے گذر کر گئے ہیں۔ پھر میں مجلس میں کچھ دیر تک ٹھہرا رہا۔ اس کے بعد اُٹھ کر اندر گیا اور اپنی لونڈی کو حکم دیا کہ وہ میرا گھوڑا نکالے اور ٹیلے کے پیچھے روک کر میرا انتظار کرے۔ ادھر میں نے اپنا نیزہ لیا اور گھر کے پچھواڑے سے باہر نکلا۔ لاٹھی کا ایک سرا زمین پر گھسیٹ رہا تھا اور دوسرا اوپری سرا نیچے کر رکھا تھا۔ اس طرح میں اپنے گھوڑے کے پاس پہنچا اور اس پر سوار ہو گیا۔ میں نے دیکھا کہ وہ حسب معمول مجھے لے کر دوڑ رہا ہے، یہاں تک کہ میں ان کے قریب آ گیا۔ اس کے بعد گھوڑا مجھ سمیت پھسلا

اور میں اس سے گر گیا۔ میں نے اُٹھ کر ترکش کی طرف ہاتھ بڑھایا اور پانسے کے تیر نکال کر یہ جاننا چاہا کہ میں انھیں ضرر پہنچا سکوں گا یا نہیں تو وہ تیر نکلا جو مجھے ناپسند تھا، لیکن میں نے تیر کی نافرمانی کی اور گھوڑے پر سوار ہو گیا۔ وہ مجھے لے کر دوڑنے لگا، یہاں تک کہ جب میں رسول اللہ ﷺ کی قرأت سن رہا تھا...... اور آپ التفات نہیں فرماتے تھے، جب کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ بار بار مڑ کر دیکھ رہے تھے۔ تو میرے گھوڑے کے اگلے دونوں پاؤں زمین میں دھنس گئے، یہاں تک کہ گھٹنوں تک جا پہنچے اور میں اس سے گر گیا، پھر میں نے اسے ڈانٹا تو اس نے اٹھنا چاہا لیکن وہ اپنے پاؤں بمشکل نکال سکا۔ بہر حال جب وہ سیدھا کھڑا ہوا تو اُس پاؤں کے نشان سے آسمان کی طرف دھویں جیسا غبار اُڑ رہا تھا۔ میں نے پھر پانسے کے تیر سے قسمت معلوم کی اور پھر وہی تیر نکلا جو مجھے ناپسند تھا۔ اس کے بعد میں نے امان کے ساتھ انھیں پکارا تو وہ لوگ ٹھہر گئے اور میں اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر ان کے پاس پہنچا۔ جس وقت میں ان سے روک دیا گیا تھا، اسی وقت میرے دل میں یہ بات بیٹھ گئی تھی کہ رسول اللہ ﷺ کا معاملہ غالب آ کر رہے گا، چنانچہ میں نے آپ ﷺ سے کہا کہ آپ ﷺ کی قوم نے آپ ﷺ کے بدلے دیت (کا انعام) رکھا ہے اور ساتھ ہی میں نے لوگوں کے عزائم سے آپ ﷺ کو آگاہ کیا اور توشہ اور ساز و سامان کی بھی پیش کش کی مگر انھوں نے میرا کوئی سامان نہیں لیا اور نہ مجھ سے کوئی سوال کیا۔ صرف اتنا کہا کہ ہمارے متعلق راز داری برتنا۔ میں نے آپ ﷺ سے گذارش کی کہ آپ ﷺ مجھے پروانۂ امن لکھ دیں۔ آپ ﷺ نے عامر رضی اللہ عنہ بن فہیرہ کو حکم دیا اور انھوں نے چمڑے کے ایک ٹکڑے پر لکھ کر میرے حوالے کر دیا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آگے بڑھ گئے۔ [1]

اور پھر نبی مکرم ﷺ نے اسی سراقہ بن مالک رضی اللہ عنہ سے، جو کہ مسلمان ہو گئے تھے اس بات کا وعدہ فرمایا کہ وہ ایران کی فتح کے بعد کسریٰ فارس کے ہاتھ کے کنگن پہنے گا۔ اور یہ بات

---

[1] صحیح البخاري/ کتاب مناقب الانصار/ باب هجرة النبي ﷺ واصحابه الى المدينة/ حديث: ٣٩٠٦.

امیر المؤمنین سیّدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے دور میں ملک فارس کی اسلامی فتوحات کے بعد بالتحقیق ہو کر رہی۔

س :۸۳ ...... جب رسول اللہ ﷺ نے یثرب کی طرف ہجرت فرمائی تو آپ کون سی تاریخ اور کون سے دن کو مدینہ منورہ پہنچے تھے؟ اور کون سے مہینے میں؟

ج :۸۳ ...... نبی مکرم ﷺ اپنے آبائی شہر مکہ سے ہجرت کر کے یثرب کے شہر مدینہ طیبہ میں بروز سوموار ر ۸ ربیع الاوّل سنہ ۱۴ سالِ نبوت یعنی سن ۱ ہجری بمطابق ۲۳ ستمبر ۶۲۲ء والے دن قباء میں رونق افروز ہوئے تھے۔ اور شہر مدینہ منورہ میں بروز جمعتہ المبارک ۱۲؍ ربیع الاوّل کو چار دن کے بعد داخل ہوئے تھے۔

س :۸۴ ...... جب نبی مکرم ﷺ مدینہ منورہ پہنچے تو آپ کس صاحب کے ہاں فروکش ہوئے تھے؟ اور اُس کے پاس آپ کتنا عرصہ رہے تھے؟

ج :۸۴ ...... مدینہ طیبہ میں داخل ہونے کے بعد نبی معظم ﷺ سیّدنا ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے ہاں فروکش ہوئے۔ ان صاحب کا نام جناب خالد بن زید رضی اللہ عنہ تھا اور آپ ﷺ ان کے ہاں سات ماہ تک قیام فرما رہے تھے۔

س :۸۵ ...... مدینہ منورہ میں نبی کریم ﷺ نے پہلی نمازِ جمعہ کہاں پڑھی تھی؟

ج :۸۵ ...... رسول اللہ ﷺ نے مدینہ طیبہ میں پہلا جمعہ (۱۲؍ ربیع الاوّل سنہ ۱ ھ کو) بنو سالم بن عوف کی آبادی میں وادی رانونائے بطن میں ادا فرمایا تھا۔ جمعہ میں کل ایک سو آدمی تھے۔

س :۸۶ ...... وہ کون سی مسجد ہے کہ جسے مسلمانوں نے ہجرت کے بعد سب سے پہلے تعمیر کیا تھا؟

ج :۸۶ ...... سب سے پہلے مسلمانوں نے مدینہ طیبہ میں مسجد قباء تعمیر کی اور اس کی بنیاد رسول اللہ ﷺ نے خود رکھی تھی۔

س :۸۷ ...... ہجرت کے بعد مسلمانوں کے ہاں سب سے پہلے کس بچے کی ولادت

ہوئی تھی؟

ج :۸۷ ...... ہجرت کے بعد مسلمانوں میں سب سے پہلے سیّدنا عبداللہ بن زبیر بن العوام رضی اللہ عنہما کی ولادت ہوئی تھی۔ ان کو گھٹی نبی مکرم ﷺ نے دی تھی۔ ان کی والدہ سیّدہ اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما تھیں۔

س :۸۸ ...... جب رسول اللہ ﷺ ہجرت فرما کر مدینہ طیبہ تشریف لے آئے تو آپ ﷺ کے پاس یہودی سردار حیي بن اخطب اور اُس کا بھائی آئے۔ ان دونوں کا نبی مکرم ﷺ کی رسالت اور دین حق، اسلام کے بارے میں موقف (عمل و کردار) کیا تھا؟

ج :۸۸ ...... جب سے یہود کو معلوم ہوا تھا کہ اسلامی دعوت یثرب میں اپنی جگہ بنانا چاہتی ہے تب ہی سے انھوں نے ان ساری باتوں کو اپنے حساب میں داخل کر رکھا تھا۔ اسی لیے یثرب میں رسول اللہ ﷺ کی آمد کے وقت ہی سے یہود کو اسلام اور مسلمانوں سے سخت عداوت ہوگئی تھی؛ اگرچہ وہ اُس کے مظاہرے کی جسارت خاصی مدت بعد کر سکے۔ اس کیفیت کا بہت صاف صاف پتا ابن اسحٰق کے بیان کیے ہوئے ایک واقعہ سے لگتا ہے۔

ان کا ارشاد ہے کہ مجھے اُمّ المؤمنین حضرت صفیہ بنت حیي ابن اخطب رضی اللہ عنہا سے یہ روایت ملی ہے کہ انھوں نے فرمایا: ''میں اپنے والد اور چچا ابو یاسر کی نگاہ میں اپنے والد کی سب سے چہیتی اولاد تھی۔ میں چچا اور والد سے جب کبھی ان کی کسی بھی اولاد کے ساتھ ملتی تو وہ اس کے بجائے مجھے ہی اُٹھاتے۔ جب رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور قباء میں بنو عمرو بن عوف کے یہاں نزول فرما ہوئے تو میرے والد حیي بن اخطب اور میرے چچا ابو یاسر آپ ﷺ کی خدمت میں صبح تڑکے حاضر ہوئے اور غروبِ آفتاب کے وقت واپس آئے۔ بالکل تھکے ماندے، گرتے پڑتے لڑکھڑاتی چال چلتے ہوئے۔ میں نے حسب معمول چہک کر ان کی طرف دوڑ لگائی، لیکن اُنھیں اس قدر غم تھا کہ بخدا دونوں میں سے کسی نے بھی میری طرف التفات نہ کیا۔ اور میں نے اپنے چچا کو سنا وہ میرے والد حیي بن اخطب سے کہہ رہے تھے:

''کیا یہ وہی ہے؟''

انھوں نے کہا: ''ہاں! خدا کی قسم!''

چچا نے کہا: ''آپ انھیں ٹھیک ٹھیک پہچان رہے ہیں؟''

والد نے کہا: ''ہاں!''

چچا نے کہا: ''تو اب آپ کے دل میں ان کے متعلق کیا ارادے ہیں؟''

والد نے کہا: ''عداوت ...... خدا کی قسم! ...... جب تک زندہ رہوں گا۔'' [1]

س :۸۹ ...... جب نبی مکرم ﷺ ہجرت فرما کر مدینہ منورہ تشریف لے آئے تو آپ ؐ کے پاس یہودیوں میں سے ایک عالم شخص (کہ جو ابھی تک اسلام نہیں لائے تھے) عبداللہ بن سلام آئے تھے۔ اُن کا نبی کریم ﷺ اور دین اسلام کے بارے میں موقف کیا تھا؟ اور پھر یہودیوں کا اُن کے بارے میں موقف کیا تھا؟

ج :۸۹ ......سیّدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ (یثرب کے یہود میں سے ایک عالم شخص) عبداللہ بن سلام کو نبی کریم ﷺ کے مدینہ منورہ میں آنے کی خبر پہنچی تو وہ آپ کے پاس چند باتوں کے متعلق سوال کرنے کے لیے حاضر ہوئے۔ اور پھر یوں پوچھا: میں آپ سے تین ایسی باتوں کے بارے میں سوال کرتا ہوں کہ جن کے بارے میں ایک سچے پیغمبر اور اللہ کے نبی کے سوا کوئی نہیں جان سکتا۔ (پہلا سوال یہ ہے کہ) قیامت کی نشانیوں میں سے پہلی نشانی کیا ہوگی؟ (دوسرا سوال) وہ کون سا پہلا کھانا ہوگا جو اہل جنت کھائیں گے؟ اور تیسرا سوال: ...... کیا سبب ہے کہ بچہ کبھی ماں کے مشابہہ ہوتا ہے اور کوئی بچہ باپ کے مشابہہ؟ (ان سوالات کے جوابات دیتے ہوئے) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((أَخْبِرْنِيْ بِهٖ جِبْرِيْلُ آنِفًا .)) ......''ان تمام چیزوں کے بارے میں سیّدنا جبریل علیہ السلام نے ابھی ابھی مجھے آ کر خبر دی ہے۔'' عبداللہ بن سلام کہنے لگے: تمام فرشتوں میں سے یہی فرشتہ تو یہودیوں کا دشمن ہے۔ (جو اُن کی خباثتوں کے بھید کھول دیا کرتا تھا) نبی مکرم ﷺ نے فرمایا: قیامت (کے قائم ہونے) کی پہلی نشانی یہ ہوگی کہ لوگوں کو ایک آگ مشرق سے ہانک کر مغرب کی

[1] ابن هشام: ۱/۵۱۸، ۵۱۹.

طرف لے جائے گی۔ (۲) جنتیوں کی پہلی غذا جو وہ کھائیں گے، مچھلی کے کلیجے کا بڑھا ہوا ٹکڑا ہوگا (جو نہایت لذیذ اور زود ہضم ہوتا ہے)۔ (۳) اور جہاں تک بچے کا تعلق ہے تو اس کی کیفیت یوں ہے کہ جب مرد کا مادہ منویہ (Male Gene, Bacterium جو X اور Y والے اجزاء Chromosomes پر مشتمل ہوتے ہیں) عورت کے مادہ منویہ (Female Gene, Bacterium جو X.X والے اجزاء Chromosomes پر مشتمل ہوتے ہیں) پر غالب آجاتا ہے تو بچہ مرد کے مشابہہ ہوجاتا ہے اور جب عورت کا مادہ منویہ مرد کے مادہ منویہ پر غالب آجاتا ہے تو بچہ عورت کے مشابہہ ہوجاتا ہے۔

عبداللہ بن سلام نے یہ جوابات سن کر کہا: ((أَشْهَدُ أَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَأَنَّكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ .))...... میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ اللہ عزوجل کے سوا کوئی معبودِ برحق نہیں اور بلاشبہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔ (ﷺ) پھر عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کہنے لگے: اے اللہ کے رسول ﷺ! یہودی لوگ بڑے ہی افتراء پرداز (جھوٹی) قوم ہے۔ آپ اُن سے میرا حال دریافت کریں مگر یہ ہے کہ اُن کو میرے اسلام لانے کی خبر نہ ہو۔ چنانچہ یہودی جب آئے تو نبی کریم ﷺ نے اُن سے پوچھا: یہ عبداللہ بن سلام تم میں کیسا آدمی ہے؟ وہ کہنے لگے: ہم سب میں سے اچھا اور ایک اچھے باپ کا بیٹا ہے۔ ہم سب میں سے افضل اور ایک افضل باپ کا بیٹا ہے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: اچھا ذرا یہ تو بتاؤ کہ اگر عبداللہ بن سلام مسلمان ہوجائے تو کیا تم مسلمان ہوجاؤ گے؟ وہ کہنے لگے: اس کام سے اللہ کی پناہ، اللہ اُسے اس کام سے بچائے رکھے۔ نبی کریم ﷺ نے دوبارہ پھر یہی سوال دھرایا تو ان ظالموں نے پھر وہی جواب دیا۔ اس وقت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ (جو کہیں چھپ گئے تھے) باہر نکل کر کہنے لگے: ''میں اس بات کی برملا گواہی دیتا ہوں کہ ایک اللہ عزوجل کے سوا کوئی سچا معبود برحق نہیں اور بلاشبہ، بالتحقیق محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔'' یہ سن کر یہودی ظالم کہنے لگے: عبداللہ بن سلام ہم یہودیوں میں سب سے خراب اور ایک خراب آدمی کا بیٹا ہے۔ اور پھر اس کو برا بھلا کہنے لگے۔ عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کہنے لگے: ''اے اللہ کے حبیب و خلیل پیغمبر! مجھے

اسی بات کا ڈر تھا۔'' (ان کی بے ایمانی اور کفر پر اکڑ، تکبر ظاہر ہو گئے۔) [1]

س : ۹۰ ...... اللہ عز وجل کی طرف سے نبی مکرم محمد رسول اللہ ﷺ کو سب سے بڑا معجزہ کون سا عطا ہوا تھا؟

ج : ۹۰ ...... اللہ ربّ العزت کی طرف سے نبی مکرم محمد رسول اللہ ﷺ کو سب سے بڑا معجزہ ''قرآنِ عظیم'' عطا ہوا ہے، جو آج بھی اپنی اعجازی حیثیت سے کفارِ ومشرکین کے لیے بہت بڑا چیلنج ہے۔

س : ۹۱ ...... نبی مکرم محمد رسول اللہ ﷺ کے چند ایک معجزات کا ذکر کیجیے؟

ج : ۹۱ ...... محمد رسول اللہ ﷺ کے قرآن واحادیث میں مذکور بعض معجزات کہ جو آپ کو اللہ کی طرف سے عطا ہوئے تھے، اُن کی تفصیل یوں ہے:

- آپ ﷺ کی حیاتِ طیبہ کے بعد زمانۂ مستقبل سے متعلق بعض اُمور کی خبریں کہ جو آپ نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو دی تھیں، اُن کے بارے میں اللہ عز وجل نے آپ کو مطلع فرما دیا اور ان میں سے اکثر بعینہٖ وقوع پذیر ہو چکیں، جس طرح آپ نے اُن کی خبر دی تھی۔
- ایک موقعہ پر کسی بکری کی پکی ہوئی ران کی آپ ﷺ سے گفتگو کرنا کہ اس میں یہود کی طرف سے زہر ملائی گئی ہے۔
- ایک موقعہ پر کھائے جانے والے کھانے کا تسبیح پڑھنا۔
- نبی مکرم ﷺ کی مبارک انگلیوں سے ایک جہادی سفر کے دوران پانی کا، چشمے کی طرح بہہ پڑنا۔
- فتح مکہ کے موقع پر نبی معظم ﷺ کے ہاتھ میں پکڑی نیام میں بند تلوار کے اشارے سے بتوں کا دھڑام سے گرتے چلے جانا۔

---

[1] صحيح البخاري/ كتاب مناقب الأنصار/ حديث: ۳۹۱۱، ۳۹۳۸ وكتاب التفسير/ حديث: ٤٤٨٠، وكتاب احاديث الانبياء/ حديث: ۳۳۲۹.

⇦ چاند کا دو ٹکڑے ہو جانا۔
⇦ نبی مکرم ﷺ کو درختوں اور پتھروں کا سلام کرنا۔
⇦ تھوڑے سے کھانے کا (غزوۂ خندق کے موقعہ پر) بہت زیادہ ہو جانا۔
⇦ بعض غزوات میں فرشتوں کا نبی معظم ﷺ کے ساتھ مل کر کافروں سے قتال کرنا۔
⇦ کھجور کے ایک تنے کا (مسجد نبوی میں) رونا۔
⇦ اسراء ومعراج کا (سنہ ۱۰ سالِ نبوت میں) واقعہ۔
⇦ ایک درخت کا آپ ﷺ کی طرف چل کر آنا۔
⇦ نبی مکرم ﷺ کی دعا سے جناب قتادہ بن نعمان رضی اللہ عنہ کی نظر کا واپس مل جانا۔

س : ۹۲: ...... وہ کون لوگ ہیں کہ جن کی محبت پر ہم نبی مکرم ﷺ کی محبت کو ہمیشہ مقدم رکھیں؟ اور یہ آپ ﷺ کی محبت کا مقدم رکھنا واجب ہے؟

ج : ۹۲: ...... صحیحین کی احادیث کی رُو سے ہم پر واجب ہے کہ ہم اللہ عزوجل کے حبیب وخلیل پیغمبر محمد رسول اللہ ﷺ کی محبت کو اپنے والدین، بہن، بھائی، اپنی اولاد، ہر طرح کے اموال اور دنیا جہان کے تمام لوگوں کی محبت اور الفت سے زیادہ مقدم و افضل رکھیں۔ اسی طرح ہم پر یہ بھی واجب ہے کہ ہم آپ ﷺ کی محبت کو اپنی جان کے ساتھ پیار سے بھی زیادہ محبوب ومقدم جانیں۔ چنانچہ سیّدنا انس بن مالک اور جناب ابوہریرہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّى أَكُوْنَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ وَالِدِهٖ وَوَلَدِهٖ وَالنَّاسِ أَجْمَعِيْنَ .)) [1]

’’اُس ربّ ذوالجلال کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! تم میں سے کوئی شخص تب تک ایمان والا نہیں ہوسکتا حتی کہ میں اُس کے نزدیک اُس کے والدین (اور اس رشتہ کی برابری والے تمام عزیز واقارب) اس کی اولاد (اور اس رشتہ کی

[1] صحيح البخاري / حديث: ۱۴، ۱۵، باب حب الرسول ﷺ من الإيمان.

برابری والے تمام تمام عزیز واقارب) اور دنیا جہان کے تمام (چھوٹے بڑے، محترم وغیر محترم) لوگوں سے زیادہ محبوب ومقدم ہو جاؤں۔''

س :۹۳ ......کیا نبی معظم ﷺ کی محبّ میں آپ ﷺ کی قبر کا طواف کرنا شامل ہے؟ اسی طرح کیا آپ ﷺ سے مانگنا اور آپ کی رفعت ومنزلت کو اللہ کے مقرر کردہ درجہ سے بلند کرنا جائز ہے؟

ج :۹۳ ...... رسول اللہ ﷺ کی محبت میں یہ بات شامل نہیں ہے کہ: آپ ﷺ کی قبر مبارک کا طواف کیا جائے۔ (یا آپ ﷺ کی قبر کی طرف منہ کر کے ایسی ہیئت و صورت کی جائے کہ جیسی اللہ عزوجل کے سامنے کھڑے اور بیٹھتے وقت کی جاتی ہے۔ جیسے کہ آج کل بہت سارے جاہل لوگ مسجد نبوی میں ایسا کرتے ہوئے دیکھے جاتے ہیں۔) اور نہ ہی آپ ﷺ کی قبر اور حجرہ مبارکہ کو عید گاہ بنالیا جائے۔ نہ ہی یہ جائز اور آپ ﷺ کی محبت میں شامل ہے کہ؛ آپ ﷺ سے مافوق الاسباب کے بارے میں مانگا جائے اور آپ ؐ کے مرتبہ ومقام کو اس درجہ سے بڑھا دیا جائے جو ربّ ذوالجلال نے آپ کے بارے میں قرآن وسنت میں مقرر فرمایا ہے۔ اسی لیے رسول اللہ ﷺ فرمایا کرتے تھے کہ جسے سیّدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ کرام نے روایت کیا ہے۔ فرمایا:

((يَا أَيُّهَا النَّاسُ عَلَيْكُمْ! قُوْلُوْا بِقَوْلِكُمْ، وَلَا يَسْتَجِرَّكُمُ الشَّيْطَانُ، أَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ؛ عَبْدُ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ، وَاللّٰهِ مَا أُحِبُّ أَنْ تَرْفَعُوْنِيْ فَوْقَ مَنْزِلَتِيَ الَّتِيْ أَنْزَلَنِيَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ .)) [1]

''لوگو! اس بات سے خبردار رہو! اور اللہ کا ڈر اختیار کرو! میرے بارے میں ادب کے وہ الفاظ جو جائز ہیں کہنا وہ تم کہہ سکتے ہو۔ مگر یاد رکھو! ایسا نہ ہو کہ شیطان کہیں تمھیں اپنے تابع بنالے۔ میں محمد بن عبداللہ ہوں (جو قریش میں سے ہاشم

---

[1] مسند الامام أحمد: ۲۴۹/۳، ۱۵۴/۳، ۲۵/۴، وقال الشيخ/ شعيب الأرناؤوط: اسناده صحيحٌ.

کے بیٹے عبدالمطلب کا پوتا ہوں) ﷺ ۔ اللہ کا بندہ اور اُس کا رسول ۔ اللہ ربّ ذوالجلال کی قسم ! میں اس بات کو قطعاً پسند نہیں کرتا کہ تم لوگ میری اُس قدر و منزلت سے کہیں زیادہ مجھے بڑھادو اور بلند کردو کہ جس پر اللہ تبارک وتعالیٰ نے مجھے رکھا ہے۔''

س : ۹٤ ...... نبی مکرم ﷺ کی محبت کی سچائی پر دلالت کرنے والے چند اہم اُمور کا ذکر کرتے ہوئے اس محبت کے تقاضوں اور اس کے لوازم کو بھی بیان کیجیے؟

ج : ۹٤ ...... رسول اللہ ﷺ کی سچی محبت پر دلالت کرنے والے اُمور اور اس محبت کے مقتضیات ولوازم تو بہت زیادہ ہیں مگر ہم چند ایک کا ذکر کرتے ہیں۔

ا: جس کام کا بھی آپ ﷺ نے حکم فرمایا ہے اس حکم کو بجالانا۔ جو آپ ﷺ نے اللہ کی طرف سے (جنت، دوزخ، بعثت بعد الموت، قیامت، فرشتوں وغیرہ کے متعلق) خبر دی ہے اس کی ایمان و یقین سے تصدیق کرنا اور جن کاموں سے آپ ﷺ نے منع فرمایا اور ڈرایا ہے انھیں ترک کردینا اور یہ کہ اللہ عزوجل کی عبادت ٹھیک اس طرح سے کی جائے جس طرح آپ ﷺ نے مشروع کی ہے۔

ب: آپ ﷺ کی ہدایت وراہنمائی کو اساس بناتے ہوئے اسی کی اتباع واقتداء کرنا۔

ج: آپ ﷺ کی سنت کو سیکھنا اور اسے آگے سکھانا اور نشر کرنا۔

د: آپ ﷺ کی سیرت کو سیکھنا اور اسے آگے سکھانا اور نشر کرنا۔

ھ: ہر طاہر وقت اور حالت میں نبی مکرم ﷺ پر کثرت سے درود پڑھنا بالخصوص آپ کے ذکر کے وقت۔

و: آپ ﷺ کی عزت وشان اور سیرت کا دفاع کرنا اور جو لوگ آپ ﷺ کی عظمت وشان کو گھٹانے کی کوشش کریں ان پر علمی، عملی (اور طاقت والا) ردّ پیش کرنا۔

ز: نبی مکرم ﷺ کی تعظیم وتوقیر کرنا اور آپ ﷺ کے قبر والے حجرہ مبارک کے پاس آواز اونچی نہ کرنا اور جب آپ ﷺ کی حدیث پڑھی سنائی جارہی ہو تو اُسے بغور

سننا۔

ح: رسول اللہ ﷺ کے قرآن وسنت والے اصلی دین کی نشر و اشاعت کرنا اور اس کی طرف دعوت دینا۔

ط: آپ ﷺ کی صالح اور سنت پر عمل پیرا آل سے محبت کرنا، اور اُمہات المؤمنین آپ کی پاکباز و پاک دامن ازواجِ مطہرات اور تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے بھی محبت کرنا۔

س :۹۵ ...... نبی مکرم ﷺ بچوں کے ساتھ کیسا سلوک کرتے تھے؟ دلیل میں کم از کم دو واقعات کا ذکر ضرور کیجیے؟

ج :۹۵ ...... رسول اللہ ﷺ بچوں کے ساتھ نہایت الفت اور شفقت سے پیش آتے تھے۔ اس کے لیے بہت سارے واقعات کتابوں میں درج ہیں۔ صرف دو پر ہم اکتفا کرتے ہیں:

(۱) آپ ﷺ کی نواسی سیّدہ اُمامہ بنت ابوالعاص جو سیّدہ زینب رضی اللہ عنہن کے بطن سے تھیں، جب چھوٹی تھیں اور آپ ﷺ نماز پڑھتے ہوتے اور یہ قریب آ جاتیں تو آپ انھیں اُٹھا لیا کرتے تھے۔

(۲) آپ ﷺ خطبہ ارشاد فرما رہے ہیں کہ: ساداتنا فاطمہ و علی کے صاحبزادے حسن وحسین رضی اللہ عنہم اجمعین دکھائی دیے کہ مسجد میں گرتے پڑتے آ رہے ہیں (جیسے بچے بچپن میں چلا کرتے ہیں) تو آپ منبر سے نیچے تشریف لاتے ہیں اور ان کو گود میں اُٹھا لیتے ہیں۔ اسی طرح آپ ﷺ نماز پڑھاتے وقت چاہتے تھے کہ نماز کو لمبا کر دیں مگر اچانک کسی بچے کی رونے کی آواز آتی تو آپ نماز کو مختصر کر دیتے، تاکہ نہ یہ آپ پر مشکل گزرے اور نہ ہی بچے کی ماں پر۔ اسی طرح آپ ﷺ بچوں سے ہنسی مزاح بھی کر لیتے تھے۔

س :۹٦ ...... چند ایسے مواقع و مقامات ذکر کیجیے کہ جہاں رسول اللہ ﷺ پر درود و سلام (صلوٰۃ وسلام) پڑھنا مشروع (واجب، فرض یا مستحب) ہے؟

ج :۹٦ ......جن مقامات ومواقع اور حالات میں نبی مکرم محمد رسول اللہ ﷺ پر صلوٰۃ و سلام پڑھنا صالح ترین اعمال میں سے ہے، وہ ہیں تو بہت زیادہ مگر ہم ان میں سے چند ایک کا ذکر کرتے ہیں۔

۱: ہر نماز کے آخری تشہد میں بالوجوب پڑھنا (جبکہ پہلے تشہدوں میں بھی پڑھنا مستحب ہے)

۲: جب مؤذن اذان ختم کرلے تو اُس وقت اذان کی دُعا سے قبل ابراہیمی صلوٰۃ وسلام پڑھنا چاہیے۔

۳: ہر دُعا کے شروع میں اور آخر میں۔

۴: ہر مسجد کے اندر داخل ہوتے وقت اور ہر مسجد سے نکلتے وقت۔

۵: ہر جمعہ والے دن اور جمعہ کی رات (جمعرات اور جمعہ کے دن کی درمیانی رات میں)

۶: مسلمانوں کی ہر مجلس کے اختتام سے پہلے۔

۷: نبی مکرم ﷺ تسلیماً کثیراً کا ذکر آنے پر۔

۸: دورانِ سعی صفا اور مروہ پر کھڑے ہوکر۔

۹: ہر صبح اور ہر شام کو دس دس بار۔ صحیح روایات سے ثابت دُرود کے صحیح الفاظ یوں ہیں:

((اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی عَبْدِكَ وَرَسُوْلِكَ مُحَمَّدٍ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ وَّ أَزْوَاجِهٖ وَ ذُرِّیَّتِهٖ كَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاهِیْمَ وَ عَلٰی آلِ اِبْرَاهِیْمَ اِنَّكَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ.

اَللّٰھُمَّ بَارِكْ عَلٰی مُحَمَّدٍ النَّبِیِّ الْأُمِّیِّ وَعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ وَّأَزْوَاجِهٖ وَذُرِّیَّتِهٖ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰی اِبْرَاهِیْمَ وَعَلٰی آلِ اِبْرَاهِیْمَ فِی الْعَالَمِیْنَ اِنَّكَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ.))

س :۹۷ ......قرآنِ حکیم میں نبی مکرم ﷺ کا نام کتنی بار آیا ہے؟

ج :۹۷ ......قرآنِ کریم میں نبی معظم ﷺ کا نام ''محمد'' چار بار اور نام ''احمد'' ایک

بار آیا ہے۔ صلی اللہ علیہ وبارک وسلم تسلیماً کثیراً۔

س :۹۸ ...... جو مومن آدمی نبی کریم ﷺ پر ایک بار صلوٰۃ وسلام پڑھتا ہے اُسے کیا فضیلت حاصل ہوتی ہے؟ (اور کتنا اجر ملتا ہے؟)

ج :۹۸ ...... جو مسلمان، مومن آدمی نبی مکرم محمد رسول اللہ ﷺ پر ایک بار صلوٰۃ وسلام پڑھتا ہے، اللہ تعالیٰ اُس پر دس بار اپنی رحمتیں نازل فرماتے ہیں، اس کے دس گناہ معاف کردیتے ہیں اور اُس کے دس درجات بلند کردیتے ہیں۔

س :۹۹ ...... اس شخص کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے کیا ارشاد فرمایا ہے کہ جس کے پاس (حالت ایمان واسلام میں) آپ ﷺ کا نام لیا جائے اور وہ آپ ﷺ پر صلوٰۃ وسلام نہ پڑھے؟

ج :۹۹ ......سیّدنا حسین بن علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((اَلْبَخِيْلُ الَّذِيْ مَنْ ذُكِرْتُ عِنْدَهُ فَلَمْ يُصَلِّ عَلَيَّ .)) ......''وہ شخص اللہ کے ہاں بخیل اور کنجوس شمار ہوتا ہے کہ جس کے پاس میرا ذکر کیا جائے اور وہ مجھ پر دُرود نہ پڑھے۔'' [1]

س : ۱۰۰ ...... جو مومن مسلمان آدمی نبی مکرم محمد رسول اللہ ﷺ تسلیماً کثیراً ہر صبح و شام دس، دس بار صلوٰۃ وسلام پڑھتا ہے، اسے کتنی فضیلت اور کتنا اجر وانعام ملتا ہے؟

ج : ۱۰۰ ......صبح وشام دس دس بار نبی معظم ﷺ پر درود وسلام پڑھنے والے کو (صحیح احادیث کی رُو سے) قیامت والے دن رسول اللہ ﷺ کی شفاعت حاصل ہوگی۔ (جس سے اُس کا حساب آسان ہوگا اور وہ جنت میں جا داخل ہوگا۔)

س : ۱۰۱ ...... جب نبی اکرم ﷺ ہجرت فرما کر مدینہ منورہ تشریف لائے تو یہاں یہودیوں کے کون کون سے قبیلے (اور اُن کے گروہ) آباد تھے؟

---

[1] جامع الترمذي/ حديث: ٣٥٤٦ وهو صحيحٌ ......الالبانیؒ. یاد رکھیئے کہ نبی کریم ﷺ کا نام سن کر دُرود پڑھنا آپ ﷺ سے محبت کی دلیل ہے۔ انگوٹھے چومنا اور کوئی دوسری حرکت کرنا قطعاً محبت کی دلیل نہیں۔

ج: ۱۰۱ ...... جب رسول اللہ ﷺ مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ طیبہ میں آ کر آباد ہوئے تو یہاں پر یہودیوں کے تین بڑے قبیلے اور گروہ آباد تھے۔ (۱) یہود بنی قریظہ، (۲) یہود بنی نضیر اور (۳) یہود بنی قینقاع۔

س: ۱۰۲ ...... جب رسول اللہ ﷺ مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ میں آ رہے تو آپ کا یہودیوں کے بارے میں ردّعمل (موقف) کیا تھا؟

ج: ۱۰۲ ...... جب نبی مکرم محمد رسول اللہ ﷺ (مکہ مکرمہ چھوڑ کر) مدینہ منورہ میں تشریف لے آئے تو آپ نے آتے ہی (کچھ دنوں کے بعد) یہاں پر آباد یہودیوں سے امن کا معاہدہ کیا اور اپنے اور یہودیوں کے درمیان ایک صحیفہ (عہد نامہ) لکھوایا۔ مگر تھوڑے عرصہ کے بعد یہودیوں نے یہ عہد و معاہدہ توڑ ڈالا۔ چنانچہ ان میں سے بعض کو اس نقض عہد (اور اللہ عزوجل، اللہ کے رسول ﷺ اور اہل ایمان کے ساتھ زیادتی، گستاخی اور ظلم کرنے) کی پاداش میں قتل کر دیا گیا اور بعض کو مدینہ منورہ سے جلاوطن کر کے باہر نکال دیا گیا۔

س: ۱۰۳ ...... یہود بنی قینقاع کا مدینہ منورہ سے خروج و صفایا کیسے مکمل ہوا؟ اور ان کا یہاں سے صفایا و ازالہ کیوں ہوا تھا؟

ج: ۱۰۳ ...... بنو قینقاع کے یہودیوں کی مدینہ طیبہ سے نکالی جانے کی داستان اس طرح ہے کہ: جب اللہ عزوجل کی خاص مدد سے رسول اللہ ﷺ نے مشرکین مکہ پر مقامِ بدر میں فتح حاصل کر لی تو اس سے اس قبیلہ بنو قینقاع کے یہودی حسد کی آگ میں جل بھن کر رہ گئے۔ جب اللہ تعالیٰ نے میدانِ بدر میں مسلمانوں کو فتح سے ہمکنار کیا تو ان کی سرکشی میں شدت آ گئی۔ انھوں نے اپنی شرارتوں، خباثتوں اور لڑانے بھڑانے کی حرکتوں میں وسعت اختیار کر لی اور خلفشار پیدا کرنا شروع کر دیا، چنانچہ جو مسلمان ان کے بازار میں جاتا، اس سے وہ مذاق و استہزاء کرتے اور اُسے اذیت پہنچاتے حتی کہ مسلمان عورتوں سے بھی چھیڑ چھاڑ شروع کر دی۔

اسی طرح جب صورتِ حال زیادہ سنگین ہوگئی اور ان کی سرکشی خاصی بڑھ گئی تو رسول

اللہ ﷺ نے جمع فرما کر وعظ و نصیحت کی اور رُشد و ہدایت کی دعوت دیتے ہوئے ظلم و بغاوت کے انجام سے ڈرایا، لیکن اس سے ان کی بدمعاشی اور غرور میں کچھ اور ہی اضافہ ہو گیا۔

چنانچہ امام ابو داوٗدؒ وغیرہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے قریش کو بدر کے دن شکست دے دی اور آپ مدینہ تشریف لائے تو بنو قینقاع کے بازار میں یہود کو جمع کیا اور فرمایا: ''اے جماعت یہود! اس سے پہلے اسلام قبول کر لو کہ تم پر بھی ویسی ہی مار پڑے جیسی قریش پر پڑ چکی ہے۔'' انھوں نے کہا: ''اے محمد ﷺ! تمھیں اس بنا پر خود فریبی میں مبتلا نہیں ہونا چاہیے کہ تمھاری مڈبھیڑ قریش کے اناڑی اور ناآشنائے جنگ لوگوں سے ہوئی اور تم نے انھیں مار لیا۔ اگر تمھاری لڑائی ہم سے ہو گئی تو پتا چل جائے گا کہ ہم مرد ہیں اور ہمارے جیسے لوگوں سے تمھیں پالا نہ پڑا تھا۔'' اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: [1]

﴿ قُلْ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا سَتُغْلَبُوْنَ وَتُحْشَرُوْنَ اِلٰى جَهَنَّمَ وَبِئْسَ الْمِهَادُ ○ قَدْ كَانَ لَكُمْ اٰيَةٌ فِيْ فِئَتَيْنِ الْتَقَتَا فِئَةٌ تُقَاتِلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَاُخْرٰى كَافِرَةٌ يَّرَوْنَهُمْ مِّثْلَيْهِمْ رَاْيَ الْعَيْنِ وَاللّٰهُ يُؤَيِّدُ بِنَصْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّاُولِي الْاَبْصَارِ ○ ﴾ (آل عمران : ۱۲، ۱۳)

''ان کافروں سے کہہ دو کہ عنقریب مغلوب کیے جاؤ گے اور جہنم کی طرف ہانکے جاؤ گے اور وہ برا ٹھکانہ ہے۔ جن دو گروہوں میں ٹکر ہوئی ان میں تمھارے لیے نشانی ہے۔ ایک گروہ اللہ کی راہ میں لڑ رہا تھا اور دوسرا کافر تھا۔ یہ ان کی آنکھوں دیکھنے میں اپنے سے دوگنا دیکھ رہے تھے اور اللہ اپنی مدد کے ذریعے جس کی تائید چاہتا ہے کرتا ہے۔ اس کے اندر یقیناً نظر والوں کے لیے عبرت ہے۔''

بہر حال بنو قینقاع نے جو جواب دیا تھا اس کا مطلب صاف صاف اعلانِ جنگ تھا، لیکن نبی ﷺ نے اپنا غصہ پی لیا اور صبر کیا۔ مسلمانوں نے بھی صبر کیا اور آنے والے حالات کا

[1] سنن ابی داؤد مع عون المعبود: ۳/ ۱۱۵۔ ابن ھشام: ۱/ ۵۵۲.

انتظار کرنے لگے۔

ادھر اس نصیحت کے بعد یہود بنو قینقاع کی جرأت رندانہ اور بڑھ گئی؛ چنانچہ تھوڑے ہی دن گذرے تھے کہ انھوں نے مدینے میں بلوہ اور ہنگامہ بپا کر دیا جس کے نتیجے میں انھوں نے اپنے ہی ہاتھوں اپنی قبر کھود لی اور اپنے اوپر زندگی کی راہ بند کر لی۔

ابن ہشام نے ابوعون سے روایت کی ہے کہ ایک عرب عورت بنو قینقاع کے بازار میں کچھ سامان لے کر آئی اور بیچ کر (کسی ضرورت کے لیے) ایک سنار کے پاس، جو یہودی تھا، بیٹھ گئی۔ یہودیوں نے اس کا چہرہ کھلوانا چاہا مگر اس نے انکار کر دیا۔ اس پر سنار نے چپکے سے اس کے کپڑے کا نچلا کنارا پچھلی طرف باندھ دیا اور اسے کچھ خبر نہ ہوئی۔ جب وہ اٹھی تو اس سے بے پردہ ہوگئی تو یہودیوں نے قہقہہ لگایا۔ اس پر اس عورت نے چیخ پکار مچائی، جسے سن کر ایک مسلمان نے اس سنار پر حملہ کیا اور اُسے مار ڈالا۔ جواباً یہودیوں نے اس مسلمان پر حملہ کر کے اسے مار ڈالا۔ اس کے بعد مقتول مسلمان کے گھر والوں نے شور مچایا اور یہود کے خلاف مسلمانوں سے فریاد کی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ مسلمان اور بنی قینقاع کے یہودیوں میں بلوہ ہوگیا۔ [1]

اس واقعے کے بعد رسول اللہ ﷺ کے صبر کا پیمانہ لبریز ہوگیا۔ آپ ﷺ نے مدینے کا انتظام ابولبابہ رضی اللہ عنہ بن عبدالمنذر کو سونپا اور خود، حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ بن عبدالمطلب کے ہاتھ میں مسلمانوں کا پھریرا دے کر اللہ کے لشکر کے ہمراہ بنو قینقاع کا رُخ کیا۔ انھوں نے آپ ﷺ کو دیکھا تو گڑھیوں میں قلعہ بند ہوگئے۔ آپ ﷺ نے ان کا سختی سے محاصرہ کر لیا۔ یہ جمعہ کا دن تھا اور شوال سنہ ۲ ھ کی ۱۵ تاریخ۔ پندرہ روز تک ...... یعنی ہلال ذی القعدہ کے نمودار ہونے تک ...... محاصرہ جاری رہا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا جس کی سنت ہی یہ ہے کہ جب وہ کسی قوم کو شکست و ہزیمت سے دوچار کرنا چاہتا ہے تو ان کے دلوں میں رعب ڈال دیتا ہے؛ چنانچہ بنو قینقاع نے اس شرط پر ہتھیار ڈال دیئے کہ رسول اللہ ﷺ ان کی جان و مال، آل و اولاد اور عورتوں کے بارے میں جو فیصلہ کریں گے، انھیں

---

[1] ابن هشام: ۲/ ۴۷، ۴۸.

منظور ہوگا۔اس کے بعد آپ ﷺ کے حکم سے ان سب کو باندھ لیا گیا۔

بالآخر رسول اللہ ﷺ نے اس منافق کے ساتھ (جس کے اظہارِ اسلام پر ابھی کوئی ایک ہی مہینہ گذرا تھا) رعایت کا معاملہ کیا اور اس کی خاطر ان سب کی جان بخشی کر دی، البتہ انھیں حکم دیا کہ وہ مدینے نکل جائیں اور آپ ﷺ کے پڑوس میں نہ رہیں؛ چنانچہ یہ سب اذرعات شام کی طرف چلے گئے اور تھوڑے ہی دنوں بعد وہاں اکثر کی موت واقع ہوگئی۔

رسول اللہ ﷺ نے ان کے اموال ضبط کر لیے۔جن میں سے تین کمانیں، دو زِرہیں، تین تلواریں اور تین نیزے اپنے لیے منتخب فرمائے اور مالِ غنیمت میں سے خمس بھی نکالا۔غنائم جمع کرنے کا کام محمد بن مسلمہ نے انجام دیا۔ [1]

س: ١٠٤ ......بنونضیر کے یہودیوں کو مدینہ منورہ سے کیسے اور کیوں نکالا گیا؟

ج: ١٠٤ ...... یہود بنی نضیر کی مدینہ منورہ سے جلاوطنی کی داستان کچھ یوں ہے کہ: اس کی تفصیل یہ ہے کہ نبی ﷺ اپنے چند صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کے ہمراہ یہود کے پاس تشریف لے گئے اور ان سے بنوکلاب کے ان دونوں مقتولین کی دیت میں اعانت کے لیے بات چیت کی ......جنھیں حضرت عمرو رضی اللہ عنہ بن اُمیہ ضمری نے غلطی سے قتل کر دیا تھا......ان پر معاہدے کی رُو سے یہ اعانت واجب تھی۔ اُنھوں نے کہا: ”ابوالقاسم! ہم ایسا ہی کریں گے۔آپ یہاں تشریف رکھیے ہم آپ کی ضرورت پوری کیے دیتے ہیں۔“ آپ ان کے ایک گھر کی دیوار سے ٹیک لگا کر بیٹھ گئے۔اور ان کے وعدے کی تکمیل کا انتظار کرنے لگے۔آپ ﷺ کے ساتھ حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت علی رضی اللہ عنہم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی ایک جماعت بھی تشریف فرما تھی۔

ادھر یہود تنہائی میں جمع ہوئے تو ان پر شیطان سوار ہوگیا اور جو بدبختی ان کا نوشتہ تقدیر بن چکی تھی اسے شیطان نے خوشنما بنا کر پیش کیا۔یعنی ان یہود نے باہم مشورہ کیا کہ کیوں نہ نبی ﷺ ہی کو قتل کر دیا جائے۔ چنانچہ انھوں نے کہا: ”کون ہے جو اس چکی کو لے کر اوپر

---

[1] زاد المعاد: ٢/ ٧١، ٩١۔ ابن هشام: ٢/ ٤٧، ٤٨، ٤٩۔

جائے اور آپ کے سر پر گرا کر آپ کو کچل دے۔'' اس پر ایک بدبخت یہودی عمرو بن جحاش نے کہا: میں ...... ان لوگوں سے سلام بن مشکم نے کہا کہ بھی کہ ایسا نہ کرو کیونکہ خدا کی قسم! انھیں تمھارے ارادوں کی خبر دے دی جائے گی اور پھر ہمارے اور ان کے درمیان جو عہد و پیمان ہے، یہ اس کی خالف ورزی بھی ہے، لیکن انھوں نے ایک نہ سنی اور اپنے منصوبے کو رو بہ عمل لانے کے عزم پر برقرار رہے۔

ادھر ربّ العالمین کی طرف سے رسول اللہ ﷺ کے پاس حضرت جبریل علیہ السلام تشریف لائے اور آپ ﷺ کو یہود کے ارادے سے باخبر کیا۔ آپ ﷺ تیزی سے اُٹھے اور مدینے کے لیے چل پڑے۔ بعد میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین بھی آپ سے آن ملے اور کہنے لگے: آپ ﷺ اُٹھ آئے اور ہم سمجھ نہ سکے۔ آپ ﷺ نے بتلایا کہ یہود کا کیا ارادہ تھا۔

مدینہ واپس آ کر آپ ﷺ نے فوراً ہی محمد رضی اللہ عنہ بن مسلمہ کو بنی نضیر کے پاس روانہ فرمایا اور انھیں یہ نوٹس دیا کہ تم لوگ مدینے سے نکل جاؤ۔ اب یہاں میرے ساتھ نہیں رہ سکتے۔ تمھیں دس دن کی مہلت دی جاتی ہے، اس کے بعد جو شخص پایا جائے گا، اس کی گردن مار دی جائے گی۔ اس نوٹس کے بعد یہود کو جلاوطنی کے سوا کوئی چارہ کار سمجھ میں نہیں آیا۔ چنانچہ وہ چند دن تک سفر کی تیاریاں کرتے رہے۔ لیکن اسی دوران عبداللہ بن اُبی رئیس المنافقین نے کہلا بھیجا کہ اپنی جگہ برقرار رہو، ڈٹ جاؤ اور گھر بار نہ چھوڑ۔ میرے پاس دو ہزار مردانِ جنگی ہیں، جو تمھارے ساتھ تمھارے قلعے میں داخل ہو کر تمھاری حفاظت میں جان دے دیں گے اور اگر تمھیں نکالا ہی گیا تو ہم بھی تمھارے ساتھ نکالے جائیں گے اور تمھارے بارے میں کسی سے ہرگز نہیں دبیں گے؛ اور اگر تم سے جنگ کی گئی تو ہم تمھاری مدد کریں گے اور بنو قریظہ اور بنو غطفان جو تمھارے حلیف ہیں وہ بھی تمھاری مدد کریں گے۔

یہ پیغام سن کر یہود کی خود اعتمادی پلٹ آئی اور انھوں نے طے کر لیا کہ جلا وطن ہونے کے بجائے ٹکر لی جائے گی۔ ان کے سردار حیی بن اخطب کو توقع تھی کہ رأس المنافقین نے جو

کچھ کہا ہے وہ پورا کرے گا، اس لیے کہ اس نے رسول اللہ ﷺ کے پاس جوابی پیغام بھیج دیا کہ ہم اپنے دیار سے نہیں نکلتے، آپ ﷺ کو جو کچھ کرنا ہو کر لیں۔

اس میں شبہ نہیں کہ مسلمانوں کے لحاظ سے یہ صورتِ حال نازک تھی، کیوں کہ ان کے لیے اپنی تاریخ کے اس نازک اور پیچیدہ موڑ پر دشمنوں سے ٹکراؤ کچھ زیادہ مفید و مناسب نہ تھا۔ انجام خطرناک ہوسکتا تھا۔ آپ ﷺ دیکھ ہی رہے ہیں کہ سارا عرب مسلمانوں کے خلاف تھا اور مسلمانوں کے دو تبلیغی وفود نہایت بے دردی سے تہ تیغ کیے جا چکے تھے۔ پھر بنی نضیر کے یہود اتنے طاقتور تھے کہ ان کا ہتھیار ڈالنا آسان نہ تھا اور ان سے جنگ مول لینے میں طرح طرح کے خدشات تھے، مگر بئر معونہ کے المیے سے پہلے اور اس کے بعد کے حالات نے جونئی کروٹ لی تھی اس کی وجہ سے مسلمان قتل اور بدعہدی جیسے جرائم کے سلسلے میں زیادہ حساس ہوگئے تھے اور ان جرائم کا ارتکاب کرنے والوں کے خلاف مسلمانوں کا جذبۂ انتقام فزوں تر ہوگیا تھا۔ لہٰذا انھوں نے طے کرلیا کہ چونکہ بنو نضیر نے رسول اللہ ﷺ کے قتل کا پروگرام بنایا تھا۔ اس لیے ان سے بہر حال لڑنا ہے۔ خواہ اس کے نتائج جو بھی ہوں۔ چنانچہ جب رسول اللہ ﷺ کو حیی بن اخطب کا جوابی پیغام ملا تو آپ ﷺ نے اور صحابہ کرام ؓ نے کہا: اللہ اکبر؛ اور پھر لڑائی کے لیے اُٹھ کھڑے ہوئے اور حضرت ابن اُم مکتوم رضی اللہ عنہ کو مدینہ کا انتظام سونپ کر بنو نضیر کے علاقے کی طرف روانہ ہوگئے۔ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں علم تھا بنو نضیر کے علاقے میں پہنچ کر ان کا محاصرہ کرلیا گیا۔

ادھر بنو نضیر نے اپنے قلعوں اور گڑھوں میں پناہ لی اور قلعہ بند رہ کر فصیل سے تیر اور پتھر برساتے رہے۔ چوں کہ کھجور کے باغات ان کے لیے سپر کا کام دے رہے تھے۔ اس لیے آپ ﷺ نے حکم دیا کہ ان درختوں کو کاٹ کر جلا دیا جائے۔ بعد میں اسی کی طرف اشارہ کرے حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا:

وَهَانَ عَلٰى سَرَاة بنى لؤى حَرِيقٌ بالبُوَيْرَة مُسْتَطِيرْ

''بنی لؤی کے سرداروں کے لیے یہ معمولی بات تھی کہ بویرۃ میں آگ کے شعلے

بلند ہوں۔ (بویرہ! بنونضیر کے نخلستان کا نام تھا)''

اور اسی کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد بھی نازل ہوا:

﴿ مَا قَطَعْتُمْ مِّنْ لِّيْنَةٍ اَوْ تَرَكْتُمُوْهَا قَآئِمَةً عَلٰٓى اُصُوْلِهَا فَبِاِذْنِ اللّٰهِ وَلِيُخْزِيَ الْفٰسِقِيْنَ ۝ ﴾ (الحشر : ٥)

''تم نے کھجور کے جو درخت کاٹے یا جنھیں اپنے تنوں پر کھڑا رہنے دیا وہ سب اللہ ہی کے اذن سے تھا اور ایسا اس لیے کیا گیا تا کہ اللہ ان فاسقوں کو رسوا کرے۔''

بہرحال جب ان کا محاصرہ کرلیا گیا تو بنو قریظہ ان سے الگ تھلگ رہے۔ عبداللہ بن اُبی نے بھی خیانت کی اور ان کے حلیف غطفان بھی مدد کو نہ آئے۔ غرض کوئی بھی انھیں مدد دینے یا ان کی مصیبت ٹالنے پر آمادہ نہ ہوا۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ان کے واقعے کی مثال یوں بیان فرمائی:

﴿ كَمَثَلِ الشَّيْطٰنِ اِذْ قَالَ لِلْاِنْسَانِ اكْفُرْ فَلَمَّا كَفَرَ قَالَ اِنِّيْ بَرِيْءٌ مِّنْكَ ط ﴾ (الحشر : ١٦)

''جیسے شیطان انسان سے کہتا ہے کفر کرو اور جب وہ کفر کر بیٹھتا ہے تو شیطان کہتا ہے میں تم سے بری ہوں۔''

محاصرے نے کچھ زیادہ طول نہیں پکڑا بلکہ صرف چھ رات ...... یا بقول بعض پندرہ رات ...... جاری رہا کہ اس دوران اللہ نے ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا۔ ان کے حوصلے ٹوٹ گئے، وہ ہتھیار ڈالنے پر آمادہ ہوگئے اور رسول اللہ ﷺ کو کہلوا بھیجا کہ ہم مدینے سے نکلنے کو تیار ہیں۔ آپ نے ان کی جلاوطنی کی پیش کش منظور فرمالی اور یہ بھی منظور فرمالیا کہ وہ اسلحہ کے سوا باقی جتنا ساز و سامان اونٹوں پر لاد سکتے ہوں، سب لے کر بال بچوں سمیت چلے جائیں۔

بنونضیر نے اس منظوری کے بعد ہتھیار ڈال دیئے اور اپنے ہاتھوں اپنے مکانات اُکھاڑ ڈالے تاکہ دروازے اور کھڑکیاں بھی لاد کر لے جائیں۔ بلکہ بعض بعض نے تو چھت کی

کڑیاں اور دیواروں کی کھونٹیاں بھی لادلیں۔ پھر عورتوں اور بچوں کو سوار کیا اور چھ سو اونٹوں پر لدلدا کر روانہ ہوگئے۔ بیشتر یہود اور ان کے اکابر مثلاً حیی بن اخطب اور سلام بن ابی الحقیق نے خیبر کا رُخ کیا۔ ایک جماعت ملک شام روانہ ہوئی۔ صرف دو آدمیوں یعنی یامین رضی اللہ عنہ بن عمرو اور ابوسعید رضی اللہ عنہ بن وہب نے اسلام قبول کیا۔ لہٰذا ان کے مال کو ہاتھ نہیں لگایا گیا۔

رسول اللہ ﷺ نے شرط کے مطابق بنونضیر کے ہتھیار، زمین، گھر اور باغات اپنے قبضے میں لے لیے ہتھیار میں پچاس زرہیں، پچاس خود اور تین سو چالیس تلواریں تھیں۔

س: ۱۰۵ ...... مدینہ طیبہ میں آباد تیسرے یہودی قبیلہ بنوقریظہ کا صفایا کیسے ہوا اور کیوں ہوا؟

ج: ۱۰۵ ...... بنوقریظہ کے مدینہ منورہ سے صفایا کرنے کا سبب اور اس کی تفصیل یوں ہے کہ: جنگ احزاب کے موقعہ پر (شوال سنہ ۵ ہجری میں) جب قریش مکہ اپنے ہمراہ خیبر میں آباد یہود بنی نضیر اور جزیرۃ العرب کے دیگر مشرکین و کفار کو ساتھ لے کر (دس ہزار کے لشکر کی تعداد میں) مدینہ منورہ میں مسلمانوں پر حملہ آور ہوگئے تو دورانِ جنگ بنو قریظہ کے یہودیوں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کیے گئے حلیفانہ معاہدہ کو توڑ ڈالا اور اس مشکل ترین وقت میں انھوں نے مشرکین کا ساتھ دیا۔ (مسلمانوں کو نقصان بھی پہنچایا) چنانچہ جب جنگ خندق انتہا کو پہنچ گئی اور جنگ کا فیصلہ اللہ عزوجل کی خاص مدد کے ساتھ کافروں، مشرکوں کی پوری رسوائی سے واپسی کے ساتھ مسلمانوں کے حق میں ہوگیا تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے پیغمبر ﷺ کو بنی قریظہ کے یہودیوں کا گھراؤ کر کے انھیں قتل کر دینے کا حکم فرمایا۔ چنانچہ نبی معظم ﷺ نے بنو قریظہ کے محلّہ کی طرف نکل کر ان کا محاصرہ کرلیا۔ یہ محاصرہ پچیس راتوں تک جاری رہا۔ اور پھر یہ لوگ بنو اوس کے سردار سیّدنا سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے حکم اور فیصلہ پر اپنے قلعوں سے نیچے اُترے۔ بنو اوس زمانۂ جاہلیت میں بنوقریظہ کے حلیف تھے۔ (اور اس موقع پر بھی ان یہودیوں نے سیّدنا سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو حکم تسلیم کیا تھا۔ چنانچہ ان لوگوں کے بارے میں جناب سعد رضی اللہ عنہ نے فیصلہ کرتے ہوئے فرمایا: تو ان کے متعلق میرا فیصلہ یہ ہے کہ مردوں کو قتل

کر دیا جائے، عورتوں اور بچوں کو قیدی بنالیا جائے اور اموال تقسیم کر دیے جائیں۔'' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((لَقَدْ حَكَمْتَ فِيهِمْ بِحُكْمِ اللّٰهِ تَعَالىٰ .)) ...... ''تم نے ان کے بارے میں وہی فیصلہ کیا ہے جو ساتوں آسمانوں کے اوپر سے اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہے۔'' یہ واقعہ غزوۂ خندق کے فوراً بعد پیش آیا تھا۔

س: ۱۰۶ ...... رسول اللہ ﷺ پر جادو کس نے کیا تھا؟ اور مدینہ منورہ میں منافقوں کا سردار کون تھا؟

ج: ۱۰۶ ...... نبی مکرم ﷺ پر جادو کرنے والے کا نام ''لبید بن الْمصم'' اور وہ یہودی تھا۔ (مکی دور میں نفاق نہیں تھا، جو لوگ ایمان لائے وہ پکے، پختہ مسلمان تھے اور باقی سب لوگ کفار و مشرکین تھے۔ البتہ مدینہ میں نفاق کا آغاز ہوا) اور سب منافقوں کا سردار اور رئیس عبداللہ بن اُبی بن سلول تھا۔ جبکہ اُس کا اپنا بیٹا عبداللہ خیار صحابہ کرام رضی اللہ عنہ میں سے تھا۔

س: ۱۰۷ ...... مدینہ منورہ میں مصالحت اختیار کرنے والے یہودیوں کے ساتھ نبی کریم ﷺ کیسا معاملہ کرتے تھے؟ اپنے بیان پر دلیل کے لیے کوئی بھی درج کریں۔

ج: ۱۰۷ ...... مدینہ طیبہ میں مصالحت کا راستہ اختیار کرنے والے یہودیوں کے ساتھ نبی اکرم ﷺ بہت اچھا سلوک کیا کرتے تھے۔ اس پر بہت سے واقعات و دلائل موجود ہیں۔ ان میں سے ایک نہایت شاندار واقعہ یوں ہے: سیّدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ؛ ایک یہودی لڑکا (چھوکرا) نبی مکرم ﷺ کی خدمت کیا کرتا تھا۔ اور وہ اچانک شدید بیمار ہوگیا۔ رسول اللہ ﷺ کی اس کی عیادت کے لیے (اُس کے گھر) تشریف لے گئے (آپ ﷺ کے ہمراہ کچھ صحابہ کرام بھی تھے) آپ ﷺ لڑکے کے سرہانے بیٹھ گئے اور اُس سے فرمایا: لڑکے اسلام اختیار کرلو اور اپنے مسلمان ہونے کا اعلان کردو۔ اُس لڑکے نے اپنے باپ کی طرف (اجازت کی نظر سے) دیکھا جو اُس کے پاس ہی تھا۔ چنانچہ لڑکے کے باپ نے اُس سے کہا: بیٹا! ابوالقاسم (ﷺ) کی بات مان لو۔ لڑکے نے اپنے اسلام کا اعلان کردیا۔ کچھ دیر کے بعد نبی مکرم ﷺ یہاں سے یہ کہتے ہوئے روانہ ہوگئے: ((اَلْحَمْدُ

لِلّٰهِ الَّذِيْ أَنْقَذَهُ مِنَ النَّارِ .))...... ''ہر طرح کی حمد و ثنائے جمیل ہے اس اللہ عز وجل کے لیے کہ جس نے اس لڑکے کو جہنم کی آگ سے بچالیا۔'' [1]

س: ۱۰۸ ...... نبی مکرم ﷺ کی اپنی قیادت میں لڑے جانے والے غزوات کی تعداد کتنی ہے؟ اور آپ نے دوسرے جرنیل صحابہ کرام کی قیادت میں کل کتنے لشکر روانہ فرمائے تھے؟

ج: ۱۰۸ ...... امام المجاہدین و نبی الملحمہ سیّد الانبیاء والرسل ﷺ کی اپنی قیادتِ مبارک میں لڑے جانے والے معرکوں (غزوات) کی تعداد ''ستائیس'' ہے۔ اور جو لشکر آپ ؐ نے مدینہ طیبہ یا دوسرے مقامات سے روانہ فرمائے تھے، اُن کی تعداد ساٹھ ہے۔

س: ۱۰۹ ...... اُن غزوات کی تعداد کتنی ہے کہ جن میں خود رسول اللہ ﷺ نے باقاعدہ لڑائی کی تھی؟ ان جنگوں کے نام (اور مہینے سال بھی) بتلائیں؟

ج: ۱۰۹ ......جن غزوات و معارک میں خود بنفس نفیس رسول اللہ ﷺ نے کفار و مشرکین سے باقاعدہ قتال کیا تھا اُن کی تعداد ۹ ہے اور وہ غزوات درج ذیل ہیں:

۱: غزوۂ بدری الکبریٰ (رمضان المبارک سنہ ۲ ہجری)

۲: جنگ اُحد (شوال سنہ ۳ ہجری)

۳: جنگ خندق (شوال سنہ ۵ ہجری)

۴: غزوہ بنی قریظہ (ذوالقعدہ سنہ ۵ ہجری)

۵: غزوۂ بنی المصطلق (شعبان سنہ ۵ ہجری)

۶: جنگ خیبر (محرم سنہ ۷ ہجری)

۷: فتح مکہ (رمضان سنہ ۸ ہجری)

۸: شوال سنہ ۸ ہجری میں جنگ حنین اور......

۹: اسی ماہ شوال سنہ ۸ ہجری میں غزوۂ طائف۔

---

[1] صحیح البخاری: ۱۳۵۶

س: ۱۱۰ ......امام المجاہدین نبی معظم محمد رسول اللہ ﷺ کی بہادری اور شجاعت کے دو واقعات بیان کریں؟

ج: ۱۱۰ ...... سیّد الجنۃ والبشر امام الانبیاء والرسل محمد النبی الکریم ورؤف رحیم بالمؤمنین ﷺ جہاں انتہائی شفیق، رحمدل اور انس والفت کا پیکر تھے وہاں آپ نہایت دلیر اور شجاع بھی تھے کہ شاید ہی دنیا میں کوئی فرد آپ ﷺ جتنا بہادر ہو۔ اس پر واقعات بہت ہیں۔ ہم صرف دو واقعات پر اکتفا کرتے ہیں۔

(۱) شجاعت، بہادری اور دلیری میں بھی آپ کا مقام سب سے بلند اور معروف تھا۔ آپ ؐ سب سے زیادہ دلیر تھے۔ نہایت کٹھن اور مشکل مواقع پر جبکہ اچھے اچھے جانبازوں اور بہادروں کے پاؤں اکھڑ گئے، آپ ﷺ اپنی جگہ برقرار رہے اور پیچھے ہٹنے کی بجائے آگے ہی بڑھتے گئے۔ پائے ثبات میں ذرا لغزش نہ آئی۔ بڑے بڑے بہادر بھی کبھی نہ کبھی بھاگے اور پسپا ہوئے ہیں، مگر آپ ﷺ میں یہ بات کبھی نہیں پائی گئی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ جب زور کا رَن پڑتا اور جنگ کے شعلے خوب بھڑک اُٹھتے تو ہم رسول اللہ ﷺ کی آڑ لیا کرتے تھے۔ آپ ﷺ سے بڑھ کر کوئی شخص دشمن کے قریب نہ ہوتا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک رات اہل مدینہ کو خطرہ محسوس ہوا، لوگ شور کی طرف دوڑے تو راستے میں رسول اللہ ﷺ واپس آتے ہوئے ملے۔ آپ ؐ لوگوں سے پہلے ہی آواز کی جانب پہنچ (کر خطرے کے مقام کا جائزہ لے) چکے تھے۔ اس وقت آپ ﷺ ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے بغیر زین کے گھوڑے پر سوار تھے۔ گردن میں تلوار حمائل کر رکھی تھی اور فرما رہے تھے: ''ڈرو نہیں، ڈرو نہیں (کوئی خطرہ نہیں)۔''

(۲) سیّدنا البراء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اُن سے بنو قیس کے ایک شخص نے کہا: تم لوگ کیا غزوۂ حنین کے دن رسول اللہ ﷺ کو اکیلا چھوڑ کر بھاگ کھڑے ہوئے تھے؟ انھوں نے کہا: بے شک ایسا ہی ہوا تھا مگر نبی مکرم ﷺ خود نہیں بھاگے تھے۔ ہوا یوں کہ: بنو ھوازن کے لوگ کہ جن سے مقابلہ تھا، بڑے تیر انداز لوگ تھے۔ (اور ان کی

تیر اندازی عربوں میں مشہور تھی۔) چنانچہ ہم نے جب پہلے ان پر حملہ کیا تو وہ بھاگ اُٹھے۔ جس سے ہوا یہ کہ مسلمان مالِ غنیمت پر ٹوٹ پڑے۔ ان کو موقع ملا اور اُنھوں نے سامنے سے تیر برسانا شروع کردیے۔ (اور پھر تیروں کی تاب نہ لاکر مسلمان بھاگ کھڑے ہوئے۔) مگر نبی معظم ﷺ نہیں بھاگے۔ میں نے دیکھا کہ آپ اپنی سفید خچر پر سوار تھے اور (آپ کے تایا کے بیٹے) ابوسفیان بن حارث بن عبدالمطلب اس کی لگام تھامے ہوئے تھے۔ اس دوران (اپنی شجاعت اور مسلمانوں کو ہمت دلانے کے پیش نظر) نبی مکرم ﷺ یہ شعر پڑھ رہے تھے:

أَنَا النَّبِيُّ لَا كَذِبْ أَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبْ

''ہوں میں پیغمبر بلا شک وخطر...... اور ہوں میں عبدالمطلب کا پسر۔''

(یعنی میں اللہ کا سچا نبی ہوں اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے جو کچھ فتح ونصرت کا وعدہ فرمایا ہے، وہ برحق ہے۔ اس لیے میں بھاگ جاؤں یہ نہیں ہوسکتا۔ دوسری بات یہ ہے کہ یہ کلام صرف اک موزوں کلام ہے، مگر اسے شعر نہیں کہیں گے۔) [1]

س: ۱۱۱ ...... غزوۂ بدر الکبریٰ میں مسلمانوں کی تعداد کتنی تھی اور مشرکوں کی تعداد کتنی تھی؟

ج: ۱۱۱ ...... جنگ بدر میں اہل ایمان، مجاہدین کی تعداد تین سو تیرہ (۳۱۳) تھی یا ۳۱۴۔ جبکہ مشرکین مکہ کی تعداد اس جنگ میں ۹ سو سے ایک ہزار کے درمیان تھی۔

س: ۱۱۲ ...... جنگ بدر میں مشرکوں کے کتنے آدمی قیدی بنے تھے؟ اور نبی کریم ﷺ اُن میں سے کسی قیدی کو کب رہا کرتے تھے؟ اس سے کس بات کا استدلال ہوتا ہے؟

ج: ۱۱۲ ...... غزوۂ بدر الکبریٰ میں مشرکین مکہ کے ستر آدمی قید ہوئے تھے۔ اور ان میں سے جو آدمی فدیہ ادا کردیتا (جو طے کرلیا گیا تھا) یا مسلمانوں کے دس بچوں کو مکمل پڑھا لکھا دیتا تو اُسے آپ ﷺ آزاد کردیتے تھے۔ اس سے نبی مکرم ﷺ کی مسلمانوں کے

---

[1] صحيح البخاري/ حديث: ٢٨٦٤.

لیے پڑھائی، لکھائی کی تعلیم پر حرص وطمع کی دلیل معلوم ہوتی ہے کہ اس کے لیے آپ کو کتنی طمع تھی۔

س : ۱۱۳ ...... جنگ بدر میں مشرکین مکہ میں سے کتنے آدمی مقتول ہوئے تھے؟ اسی طرح جنگ اُحد میں بتلائیے کہ مسلمان مجاہدین کتنے شہید ہوئے تھے؟

ج : ۱۱۳ ......غزوۂ بدر الکبریٰ میں کفار ومشرکین مکہ کے کل ستر آدمی مقتول ہوئے جبکہ جنگ اُحد میں مسلمانوں کے بھی اتنے ہی (یعنی ستر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین) افراد شہید ہوئے تھے۔

س : ۱۱٤ ...... درج ذیل غزوات کے متعلق بتلائیے کہ: کون کون سے مہینے، تاریخوں اور کون کون سے سال میں ہوئے تھے؟ (۱) غزوۂ بدر الکبریٰ، (۲) جنگ اُحد، (۳) جنگ خندق، (۴) غزوۂ خیبر، (۵) فتح مکہ، (٦) جنگ حنین اور (۷) جنگ تبوک۔

ج : ۱۱٤ ......غزوۂ بدر الکبریٰ :...... بروز جمعہ سترہ (۱۷) رمضان المبارک سنہ ۲ ہجری میں ہوئی۔

جنگ اُحد:...... بروز ہفتہ ۱۵ ماہ شوال سنہ ۳ ہجری میں۔

غزوۂ خندق:...... ماہ شوال سنہ ۵ ہجری میں۔

جنگ خیبر:...... ماہ محرم سنہ ۷ ہجری میں۔

فتح مکہ کا غزوہ:...... ۱۹/ رمضان المبارک سنہ ۸ ہجری میں۔

جنگ حنین:......شوال سنہ ۸ ہجری میں (فتح مکہ کے متصل بعد)

اور جنگ تبوک:...... ماہ رجب سنہ ۹ ہجری میں (اور یہ نبی مکرم ﷺ کا آخری غزوہ تھا۔)

س : ۱۱۵ ......غزوۂ اُحد کے لیے نبی معظم ﷺ کے ہمراہ مدینہ منورہ سے نکلنے والے مسلمانون کی تعداد کتنی تھی؟ اور مد مقابل مشرکین کی تعداد کتنی تھی؟

ج : ۱۱۵ ......رسول اللہ ﷺ کے ساتھ غزوہ کے لیے اُحد پہاڑ کے دامن میں پہنچنے

والوں کی تعداد ایک ہزار تھی۔ ان مجاہدین کے ساتھ دو گھوڑے اور ایک صد ذرہ پوش تھے۔ جبکہ مشرکوں کی تعداد تین ہزار جنگجو تھی اور اس فوج کے ہمراہ دو سو گھوڑوں کا دستہ اور سات سو زرہ پوش تھے۔

س: ۱۱۶ ...... جنگ اُحد میں رئیس المنافقین عبداللہ بن اُبی بن سلول کا کردار اور ردّ عمل کیا تھا؟

ج: ۱۱۶ ......رئیس المنافقین عبداللہ بن اُبی بن سلول کا کردار غزوۂ اُحد میں یہ تھا کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ جنگ کے لیے نکلا تو ضرور، مگر جب جبل اُحد سے تھوڑا پہلے پہنچا تو دھوکہ دے کر تمام لشکر کا ایک تہائی حصہ (تین سو سے کچھ زیادہ افراد) اپنے ساتھ ملا کر واپس پلٹ گیا۔ چنانچہ نبی مکرم ﷺ کے ہمراہ تقریباً سات سو مجاہدین صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین رہ گئے تھے۔

س: ۱۱۷ ......کون سی جنگ میں نبی کریم ﷺ کے سامنے والے دانت ٹوٹ گئے اور چہرہ مبارک زخمی ہوگیا تھا؟ یہ غزوہ کب پیش آیا تھا؟

ج: ۱۱۷ ...... نبی الملحمہ، امام المجاہدین محمد رسول اللہ ﷺ کا چہرہ مبارک جنگ اُحد میں زخمی ہوگیا تھا اور سامنے والے دو دانت بھی ٹوٹ گئے تھے۔ یہ غزوہ نصف شوال سنہ ۳ ہجری میں مدینہ منورہ کے جبل اُحد کے دامن میں ہوا تھا۔

س: ۱۱۸ ......سیّدنا حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کا قاتل کون تھا؟ اور آپ رضی اللہ عنہ کے قتل کا واقعہ کب پیش آیا تھا؟

ج: ۱۱۸ ......سنہ ۳ ہجری ماہ شوال میں پیش آنے والے غزوۂ اُحد میں نبی مکرم ﷺ کے چچا سیّدنا حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تھے اور ان کو شہید کرنے والے کا نام وحشی بن حرب تھا۔ اور پھر یہی وحشی فتح مکہ کے بعد مسلمان ہوگیا تھا۔ نبی معظم ﷺ کی وفات کے بعد وحشی بن حرب مسیلمہ کذاب سے جنگ کے لیے مسلم افواج کے ہمراہ نکلا اور پھر اُس نے بنو حنیفہ کے مسیلمہ کذاب کو قتل کر دیا۔ گویا اُس نے اپنی پہلی غلطی کا کفارہ یوں ادا کیا اور وہ

کہا کرتا تھا: جہاں میں نے لوگوں میں سے ایک بہترین صحابی رسول کو شہید کیا، وہاں میں نے دنیا جہان کے لوگوں میں سب سے برے انسان کو بھی قتل کیا ہے۔

س: ۱۱۹ ...... واقعہ رجیع کون کون سے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ساتھ پیش آیا تھا؟ اور اس رجیع والے دن جب مشرکوں نے سیّدنا خبیب بن عدی رضی اللہ عنہ کو گرفتار کرلیا تو اُنھوں نے ان سے کیا کہا تھا؟ اور پھر سیّدنا خبیب رضی اللہ عنہ نے ان کو کیا جواب دیا تھا؟ اور اُن سے کس چیز کا مطالبہ کیا تھا؟

ج: ۱۱۹ ......سنہ ۴ھ کے ماہِ صفر میں رسول اللہ ﷺ کے پاس عضل اور قارہ کے کچھ لوگ حاضر ہوئے اور ذکر کیا کہ ان کے اندر اسلام کا کچھ چرچا ہے۔ لہٰذا آپ ﷺ نے ان کے ہمراہ کچھ لوگوں کو دین سکھانے اور قرآن پڑھانے کے لیے روانہ فرمادیں۔ آپ ﷺ نے ابن اسحٰق کے بقول چھ افراد کو اور صحیح بخاری کی روایت کے مطابق دس افراد کو روانہ فرمایا اور ابن اسحاق کے بقول مرثد بن ابی مرثد غنوی کو اور صحیح بخاری کی روایت کے مطابق عاصم رضی اللہ عنہ بن عمر بن خطاب کے نانا حضرت عاصم رضی اللہ عنہ بن ثابت کو ان کا امیر مقرر فرمایا۔ جب یہ لوگ رابغ اور جدہ کے درمیان قبیلہ ھذیل کے رجیع نامی ایک چشمے پر پہنچے تو ان پر عضل اور قارہ کے مذکورہ افراد نے قبیلہ ہذیل کی ایک شاخ بنولحیان کو چڑھادیا اور بنولحیان کے کوئی ایک سو تیر انداز ان کے پیچھے لگ گئے اور نشاناتِ قدم دیکھ دیکھ کر انھیں جالیا۔ یہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین ایک ٹیلے پر پناہ گیر ہوگئے۔ بنولحیان نے انھیں گھیر لیا اور کہا: ''تمہارے لیے عہد و پیمان ہے کہ اگر ہمارے پاس اتر آؤ تو ہم تمہارے کسی آدمی کو قتل نہیں کریں گے۔'' حضرت عاصم رضی اللہ عنہ نے اترنے سے انکار کردیا اور اپنے رفقاء سمیت ان سے جنگ شروع کردی۔ بالآخر تیروں کی بوچھاڑ سے سات افراد شہید ہوگئے اور صرف تین آدمی حضرت خبیب، زید بن دثنہ رضی اللہ عنہما اور ایک صحابی باقی بچے۔ اب پھر بنولحیان نے اپنا عہد و پیمان دہرایا اور اس پر تینوں صحابی ان کے پاس اتر آئے، لیکن انھوں نے قابو پاتے ہی بدعہدی کی اور انھیں اپنی کمانوں کی تانت سے باندھ لیا۔ اس پر تیسرے صحابی نے یہ کہتے ہوئے کہ یہ پہلی بدعہدی ہے، ان

کے ساتھ جانے سے انکار کر دیا۔ انہوں نے کھینچ گھسیٹ کر ساتھ لے جانے کی کوشش کی لیکن کامیاب نہ ہوئے تو انہیں قتل کر دیا اور حصرت خبیب اور زید رضی اللہ عنہما کو مکہ لے جا کر بیچ دیا۔ ان دونوں صحابہ نے بدر کے روز اہل مکہ کے سرداروں کو قتل کیا تھا۔

حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کچھ عرصہ اہل مکہ کی قید میں رہے، پھر مکے والوں نے ان کے قتل کا ارادہ کیا اور انھیں حرم سے باہر تنعیم لے گئے۔ جب سولی پر چڑھانا چاہا تو انھوں نے فرمایا: ''مجھے چھوڑ دو ذرا دو رکعت نماز پڑھ لوں۔'' مشرکین نے چھوڑ دیا اور آپ نے دو رکعت نماز پڑھی۔ جب سلام پھیر چکے تو فرمایا: ''بخدا اگر تم لوگ یہ نہ کہتے کہ میں جو کچھ کر رہا ہوں گھبراہٹ کی وجہ سے کر رہا ہوں تو میں کچھ اور طول دیتا۔'' اس کے بعد فرمایا: ''اے اللہ! انھیں ایک ایک کر کے گن لے پھر انھیں بکھیر کر مارنا اور ان میں سے کسی ایک کو باقی نہ چھوڑنا۔'' پھر یہ اشعار کہے:

لقد اجمع الاحزاب حولی والبوا　　قبائلھم واستجمعوا کل مجمع
وقد قربوا ابناءھم ونساءھم　　وقربت من جزع طویل ممنع
الی اللّٰہ اشکو غربتی بعد کربتی　　وما جمع الاحزاب لی عند مضجعی
فذا العرش صبرنی علی ما یراد بی　　فقد بضعوا الحمی وقد بؤس مطمعی
وقد خیرونی الکفر والموت دونہ　　فقد ذرفت عینائی من غیر مدمع
ولست ابالی حین اقتل مسلما　　علی ای شق کان للّٰہ مضجعی
وذلك فی ذات الالٰہ وان یشا　　یبارك علی اوصال شلو ممزع

''لوگ میرے گرد گروہ در گروہ جمع ہو گئے ہیں، اپنے قبائل کو چڑھا لائے ہیں اور سارا مجمع جمع کر لیا ہے اپنے بیٹوں اور عورتوں کو بھی قریب لے آئے ہیں اور مجھے ایک لمبے مضبوط تنے کے قریب کر دیا گیا ہے میں اپنی بے وطنی و بے کسی کا شکوہ اور اپنی قتل گاہ کے پاس گروہوں کی جمع کردہ آفات کی فریاد اللہ ہی سے کر رہا ہوں۔ اے عرش والے! میرے خلاف دشمنوں کے جو ارادے ہیں اس پر مجھے صبر دے۔ انھوں نے مجھے بوٹی بوٹی کر دیا

ہے اور میری خوراک بُری ہوگئی ہے۔ انھوں نے مجھے کفر کا اختیار دیا ہے حالانکہ موت اس سے کمتر اور آسان ہے۔ میری آنکھیں آنسو کے بغیر امنڈ آئیں۔ میں مسلمان مارا جاؤں تو مجھے پروا نہیں کہ اللہ کی راہ میں کس پہلو پر قتل ہوں گا۔ یہ تو اللہ کی ذات کے لیے ہے اور وہ چاہے تو بوٹی بوٹی کیے ہوئے اعضاء کے جوڑ جوڑ میں برکت دے۔''

اس کے بعد ابوسفیان نے حضرت خبیب رضی اللہ عنہ سے کہا: کیا یہ تمھیں یہ بات پسند آئے گی کہ (تمہارے بدلے) محمد ﷺ ہمارے پاس ہوتے ہم ان کی گردن مارتے اور تم اپنے اہل وعیال میں رہتے؟ انھوں نے کہا: ''نہیں! واللہ مجھے تو یہ بھی گوارہ نہیں کہ میں اپنے اہل وعیال میں رہوں اور (اس کے بدلے) محمد ﷺ کو جہاں آپ ہیں وہیں رہتے ہوئے کانٹا چبھ جائے، اور وہ آپ کو تکلیف دے۔''

اس کے بعد مشرکین نے انھیں سولی پر لٹکا دیا اور ان کی لاش کی نگرانی کے لیے آدمی مقرر کردیئے، لیکن حضرت عمرو بن اُمیہ ضمری رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور رات میں جھانسہ دے کر لاش اٹھا لے گئے اور اسے دفن کردیا۔ حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کا قاتل عقبہ بن حارث تھا۔ حضرت خبیب رضی اللہ عنہ نے اس کے باپ حارث کو جنگ بدر میں قتل کیا تھا۔

صحیح بخاری میں مروی ہے کہ حضرت خبیب رضی اللہ عنہ پہلے بزرگ ہیں جنھوں نے قتل کے موقع پر دو رکعت نماز پڑھنے کا طریقہ شروع کیا۔ انھیں قید میں دیکھا گیا کہ وہ انگور کے گچھے کھا رہے تھے، حالانکہ ان دنوں مکے میں کھجور بھی نہیں ملتی تھی۔

دوسرے صحابی جو اس واقعے میں گرفتار ہوئے تھے، یعنی حضرت زید رضی اللہ عنہ بن دثنہ، انھیں صفوان بن اُمیہ نے خرید کر اپنے باپ کے بدلے قتل کردیا۔

س: ۱۲۰ ......بئر معونہ کا واقعہ کن اصحاب کے ساتھ پیش آیا تھا؟ اور جب سیّدنا حرام بن ملحان رضی اللہ عنہ کو بئر معونہ والے دن زخمی کردیا گیا تو اُنھوں نے کیا کہا تھا؟

ج: ۱۲۰ ......جس مہینے رجیع کا حادثہ پیش آیا، ٹھیک اسی مہینے بئر معونہ کا المیہ بھی پیش آیا، جو رجیع کے حادثہ سے کہیں زیادہ سنگین تھا۔

اس واقعے کا خلاصہ یہ ہے کہ ابو براء عامر بن مالک، جو ملاعب الاسنہ (نیزوں سے کھیلنے والا) کے لقب سے مشہور تھا، مدینہ میں خدمت نبوی میں حاضر ہوا۔ آپ ﷺ نے اسے اسلام کی دعوت دی۔ اس نے اسلام تو قبول نہیں کیا لیکن دوری بھی اختیار نہیں کی۔ اس نے کہا: ''اے اللہ کے رسول ﷺ ! اگر آپ اپنے اصحاب کو دعوتِ دین کے لیے اہل نجد کے پاس بھیجیں تو مجھے اُمید ہے کہ وہ لوگ آپ کی دعوت قبول کر لیں گے۔'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''مجھے اپنے صحابہ کے متعلق اہل نجد سے خطرہ ہے۔'' ابو براء نے کہا: ''وہ میری پناہ میں ہوں گے۔'' اس پر نبی ﷺ نے ابن اسحٰق کے بقول چالیس اور صحیح بخاری کی روایت کے مطابق ستر آدمیوں کو اس کے ہمراہ بھیج دیا...... ستر ہی کی روایت درست ہے، اور منذر بن عمرو کو جو بنوساعدہ سے تعلق رکھتے تھے اور '' معتق للموت ''(موت کے لیے آزاد کردہ) کے لقب سے مشہور تھے، ان کا امیر بنا دیا۔ یہ لوگ فضلاء، قراء اور سادات واخیارِ صحابہ تھے۔ دن میں لکڑیاں کاٹ کر اس کے عوض اہل صفہ کے لیے غلہ خریدتے اور قرآن پڑھتے پڑھاتے تھے اور رات میں اللہ کے حضور مناجات ونماز کے لیے کھڑے ہو جاتے تھے۔ اس طرح چلتے چلاتے معونہ کے کنوئیں پر جا پہنچے۔ یہ کنواں بنو عامر اور حرہ بن سلیم کے درمیان ایک زمین میں واقع ہے۔ وہاں پڑاؤ ڈالنے کے بعد ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اُمّ سلیم کے بھائی حرام رضی اللہ عنہ بن ملحان کو رسول اللہ ﷺ کا خط دے کر دشمن خدا عامر بن طفیل کے پاس روانہ کیا، لیکن اس نے خط کو دیکھا تک نہیں اور ایک آدمی کو اشارہ کر دیا، جس نے حضرت حرام رضی اللہ عنہ کو پیچھے سے اس زور کا نیزہ مارا کہ وہ نیزہ آر پار ہو گیا۔ خون دیکھ کر حضرت حرام رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''اللہ اکبر! ربّ کعبہ کی قسم میں کامیاب ہو گیا!''

اس کے بعد فوراً ہی اس دشمن خدا عامر نے باقی صحابہ رضی اللہ عنہم پر حملہ کرنے کے لیے اپنے قبیلہ بنی عامر کو آواز دی۔ مگر انھوں نے ابو براء کی پناہ کے پیش نظر اس کی آواز پر کان نہ دھرے۔ ادھر سے مایوس ہو کر اس شخص نے بنوسلیم کو آواز دی۔ بنوسلیم کے تین قبیلوں عصیہ، رعل اور ذکوان نے اس پر لبیک کہا اور جھٹ آ کر ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا محاصرہ کر لیا۔ جواباً

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی لڑائی کی، مگر سب کے سب شہید ہو گئے۔ صرف حضرت کعب بن زید بن نجار رضی اللہ عنہ زندہ بچے۔ انھیں شہدائے کے درمیان سے زخمی حالت میں اٹھالایا گیا اور وہ جنگ خندق تک حیات رہے۔ ان کے علاوہ مزید دو صحابہ حضرت عمرو بن اُمیہ ضمری اور حضرت منذر بن عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہما اونٹ چرارہے تھے۔ انھوں نے جائے واردات پر چڑیوں کو منڈلاتے دیکھا تو سیدھے جائے واردات پر پہنچے۔ پھر حضرت منذر تو اپنے رفقاء کے ساتھ مل کر مشرکین سے لڑتے ہوئے شہید ہو گئے اور حضرت عمرو رضی اللہ عنہما بن اُمیہ ضمری کو قید کر لیا گیا، لیکن جب بتایا گیا کہ ان کا تعلق قبیلہ مضر سے ہے تو عامر نے ان کی پیشانی کے بال کٹوا کر اپنی ماں کی طرف سے...... جس پر ایک گردن آزاد کرنے کی نذر تھی...... آزاد کر دیا۔

س: ۱۲۱ ...... مکہ کے کفار و مشرکین رسول اللہ ﷺ کو سخت تکلیفیں پہنچایا کرتے تھے، مگر آپ ﷺ نے اُن کے ساتھ کیا سلوک کیا؟ اور جب آپ ﷺ مکہ کو فتح کرتے ہوئے نہایت کامران اس شہر میں داخل ہوئے تھے تو اُس وقت آپ نے ان لوگوں سے کیا کہا تھا؟ یہ سلوک کس بات پر دلالت کرتا ہے؟

ج: ۱۲۱ ...... جب رسول اللہ ﷺ نے مکہ فتح کر لیا اور آپ اس میں ایک فاتح کی حیثیت سے داخل ہوئے تو آپ ﷺ نے مکہ والوں کو مسجد حرام میں جمع کیا اور اُن سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا: ''اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ تنہا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں۔ اس نے اپنا وعدہ سچ کر دکھایا۔ اپنے بندے کی مدد کی اور تنہا سارے جتھوں کو شکست دی۔ سنو! بیت اللہ کی کلید برداری اور حاجیوں کو پانی پلانے کے علاوہ سارا اعزاز، یا کمال، یا خون میرے ان دونوں قدموں کے نیچے ہے۔ یاد رکھو! قتل خطا شبہ عمد میں ...... جو کوڑے اور ڈنڈے سے ہو...... مغلظ دیت ہے، یعنی سو اونٹ جن میں سے چالیس اونٹنیوں کے شکم میں ان کے بچے ہوں۔

اے قریش کے لوگو! اللہ تم سے جاہلیت کی نخوت اور باپ دادا پر فخر کا خاتمہ کر دیا۔ سارے لوگ آدم علیہ السلام سے ہیں اور آدم مٹی سے۔'' اس کے بعد یہ آیت تلاوت فرمائی:

﴿ یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰکُمْ مِّنْ ذَکَرٍ وَّاُنْثٰی وَجَعَلْنٰکُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ اِنَّ اللّٰہَ عَلِیْمٌ خَبِیْرٌ o ﴾

(الحجرات : ۱۳)

''اے لوگو! ہم نے تمھیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تمھیں قوموں اور قبیلوں میں تقسیم کیا، تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو۔ تم میں اللہ کے نزدیک سب سے با عزت وہی ہے جو سب سے زیادہ متقی ہو۔ بیشک اللہ جاننے والا اور خبر رکھنے والا ہے۔''

اس کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا: ''قریش کے لوگو! تمہارا کیا خیال ہے میں تمہارے ساتھ کیسا سلوک کرنے والا ہوں؟'' انھوں نے کہا: ''اچھا! آپ کریم بھائی ہیں۔ اور کریم بھائی کے صاحبزادے ہیں۔'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''تو میں تم سے وہی بات کہہ رہا ہوں جو حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں سے کہی تھی کہ ((لَا تَثْرِیْبَ عَلَیْکُمُ الْیَوْمَ .)) ......''آج تم پر کوئی سرزنش نہیں، جاؤ تم سب آزاد ہو۔''

اس واقعہ سے ہمیں رسول اللہ ﷺ کی عاداتِ مبارکہ میں جود و کرم اور مقدرت کے وقت عفو و درگزر کرنے کا درس ملتا ہے۔

س: ۱۲۲ ......کون کون سے غزوات میں اللہ کے فرشتے نبی مکرم ﷺ کے ہمراہ اللہ کے دشمنوں سے لڑے تھے؟

ج: ۱۲۲ ...... نبی الملحمہ (رب کے دشمنوں سے غزوات کرنے والے نبی) محمد رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مل کر اللہ کے بھیجے ہوئے فرشتے درج ذیل غزوات میں کفار و مشرکین سے لڑے تھے: ......غزوۂ بدر الکبریٰ اور جنگ حنین ...... میں۔

س: ۱۲۳ ......کون سے غزوہ میں نبی مکرم ﷺ نے منجنیق کا استعمال کیا تھا؟

ج: ۱۲۳ ...... رسول اللہ ﷺ نے ماہِ شوال سنہ ۸ ہجری میں لڑی جانے والی جنگ طائف میں منجنیق کا استعمال کیا تھا۔

س: ۱۲۴ ......کون سی جنگ میں رسول اللہ ﷺ نے خندق کھود کر اپنا اور مدینہ والوں کا دفاع کیا تھا؟ اور خندق کھودنے کے لیے کس صاحب نے مشورہ دیا تھا؟

ج: ۱۲۴ ...... نبی الملحمہ محمد رسول اللہ ﷺ نے شوال سنہ ۵ ہجری میں لڑی جانے والی غزوۂ احزاب کے موقع پر مدینہ منورہ کی ایک جانب گہری اور لمبی خندق کھود کر دفاع کیا تھا۔ اسی لیے اس جنگ کو غزوۂ خندق بھی کہا جاتا ہے۔ اور اس خندق کے لیے سیّدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے نبی مکرم ﷺ کو مشورہ دیا تھا۔

س: ۱۲۵ ...... بغیر کسی عذر کے غزوۂ تبوک میں پیچھے رہ جانے والے تین اصحاب رسول (ﷺ) کون تھے؟ اور پھر قرآن کی کون سی آیت نازل ہوئی کہ جس میں ان کا ذکر ہے؟

ج: ۱۲۵ ......غزوۂ تبوک میں بغیر کسی عذر کے اہل ایمان میں سے پیچھے رہ جانے والے تھے۔ سیّدنا کعب بن مالک، مرارہ بن ربیع اور ھلال بن اُمیہ رضی اللہ عنہم اجمعین۔ اور ان کے اس معاملے میں ان کا نام لیے بغیر سورۃ التوبہ کی درج ذیل آیت نازل ہوئی تھی:

﴿ وَّعَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا حَتّٰٓى اِذَا ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ وَضَاقَتْ عَلَيْهِمْ اَنْفُسُهُمْ وَظَنُّوْٓا اَنْ لَّا مَلْجَاَ مِنَ اللّٰهِ اِلَّآ اِلَيْهِ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ لِيَتُوْبُوْا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ۝ ﴾

(التوبة: ۱۱۸)

’’ اور (اللہ تعالیٰ نے) ان تین شخصوں کو (بھی معاف کردیا) جو ڈھیل میں ڈال دیئے گئے تھے، یہاں تک کہ جب زمین (اتنی) کشادہ ہوتے ہوئے ان پر تنگ ہوگئی اور اُن کی جان اُن پر دوبھر ہوگئی اور وہ سمجھ گئے کہ اللہ تعالیٰ (کے عذاب یا غصے) سے کہیں پناہ نہیں مگر اُسی کے پاس تب اللہ نے اُن پر کرم کیا (یا اُن کو توبہ کی توفیق دی) تاکہ وہ توبہ کریں، بے شک اللہ بڑا توبہ قبول کرنے والا، مہربان ہے۔‘‘

س: ۱۲۶ ...... جنگ موتہ کے کمانڈر کون کون تھے؟ اور اس جنگ میں مسلمان مجاہدین کی تعداد کتنی تھی اور کافروں، مشرکوں کی تعداد کتنی تھی؟

ج: ۱۲۶ ...... جمادی الاولیٰ سنہ ۸ ہجری بمطابق اگست یا ستمبر ۶۲۹ء میں صوبہ اردن کے علاقہ ''بلقاء'' کی بستی ''مشارف'' کے قریب مقام موتہ میں رومیوں کے لشکر سے لڑنے کے لیے جانے والے اسلامی لشکر کے کمانڈر جناب زید بن حارثہ، ان کی شہادت کے بعد سیّدنا جعفر بن ابوطالب، ان کی شہادت کے بعد جناب عبداللہ بن رواحہ اور ان کی شہادت کے بعد سیّدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہم بنے تھے۔ جناب خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے مسلم سپاہ کی قیادت سنبھالنے کے بعد اُنھیں وہاں سے صحیح سلامت نکالا اور مدینہ منورہ لے آئے۔ اس جنگ میں رومی فوج کی تعداد دو لاکھ سپاہی اور مسلمان مجاہدین کی تعداد تین ہزار تھی۔ اس جنگ میں صرف بارہ صحابہ کرام شہید ہوئے تھے، جن میں مذکور بالا تینوں کمانڈر بھی تھے۔ رضی اللہ عنہم اجمعین۔

س: ۱۲۷ ...... جب نبی مکرم ﷺ کسی لشکر یا اسلامی فوج کو روانہ کرتے تو آپ ان کو کس طرح کی وصیت فرماتے تھے؟

ج: ۱۲۷ ...... سیّدنا بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ: رسول اللہ ﷺ جب کسی بڑے لشکر پر یا کسی چھوٹے سریہ (چار سو افراد تک مشتمل ایک فوجی دستہ) پر کسی کمانڈر کو امیر مقرر کرتے تو اس کو بالخصوص اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کا حکم فرماتے۔ اور اس ساتھ والے (ماتحت) مسلمان مجاہدین کو بھلائی اور خیر کو اختیار کرنے کا حکم فرماتے۔ اور پھر سب کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتے:

((أُغْزُوا بِاسْمِ اللّٰهِ وَفِیْ سَبِيلِ اللّٰهِ. قَاتِلُوا مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ. أُغْزُوا وَلَا تَغْدِرُوْا وَلَا تَغُلُّوا وَلَا تَمْثُلُوا، وَلَا تَقْتُلُوا وَلِيدًا، وَإِذَا أَنْتَ لَقِيتَ عَدُوَّكَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ فَادْعُهُمْ إِلَى ثَلَاثِ خِصَالٍ، فَأَيَّتُهُنَّ مَا اَجَابُوكَ إِلَيْهَا فَاقْبَلْ مِنْهُمْ وَكُفَّ عَنْهُمْ ثُمَّ ادْعُهُمْ إِلَى الْإِسْلَامِ فَإِنْ اَجَابُوكَ فَاقْبَلْ مِنْهُمْ وَكُفَّ عَنْهُمْ ثُمَّ

ادْعُهُمْ اِلَى التَّحَوُّلِ مِنْ دَارِهِمْ اِلَى دَارِ الْمُهَاجِرِينَ وَاَخْبِرْهُمْ اَنَّهُمْ اِنْ فَعَلُوا ذٰلِكَ فَلَهُمْ مَا لِلْمُهَاجِرِينَ وَعَلَيْهِمْ مَا عَلَى الْمُهَاجِرِينَ، فَاِنْ أَبَوْا اَنْ يَّتَحَوَّلُوا مِنْهَا فَاَخْبِرْهُمْ اَنَّهُمْ يَكُونُونَ كَاَعْرَابِ الْمُسْلِمِينَ يَجْرِى عَلَيْهِمْ حُكْمُ اللّٰهِ الَّذِى يَجْرِى عَلَى الْمُؤْمِنِينَ وَلَا يَكُونُ لَهُمْ فِى الْغَنِيمَةِ وَالْفَىْءِ شَىْءٌ اِلَّا اَنْ يُّجَاهِدُوا مَعَ الْمُسْلِمِينَ فَاِنْ هُمْ أَبَوْا فَسَلْهُمُ الْجِزْيَةَ فَاِنْ هُمْ اَجَابُوكَ فَاقْبَلْ مِنْهُمْ وَكُفَّ عَنْهُمْ فَاِنْ هُمْ اَبَوْا فَاسْتَعِنْ بِاللّٰهِ وَقَاتِلْهُمْ ...... الخ-[وَفِي رِوَايَةٍ] فَإِنْ هُمْ أَبَوْا أَنْ يَدْخُلُوْا فِي الْإِسْلَامِ فَسَلْهُمْ إِعْطَاءَ الْجِزْيَةِ، فَإِنْ فَعَلُوْا فَاقْبَلْ مِنْهُمْ وَكُفَّ عَنْهُمْ، فَإِنْ هُمْ أَبَوَا فَاسْتَعِنْ بِاللّٰهِ عَلَيْهِمْ وَقَاتِلْهُمْ .)) [1]

”چلو اللہ کے نام سے جہاد وقتال کرو اور اللہ کی راہ میں لڑو ہر اُس قوم سے کہ جس نے اللہ کو نہ مانا ہو۔ جہاد کرنا اور مالِ غنیمت میں سے چوری نہ کرنا۔ اور کسی قوم کے ساتھ کیے گئے اقرار وعہد کو مت توڑنا اور لاشوں کا مثلہ نہ کرنا (ان کے ہاتھ پیر اور ناک کان وغیرہ نہ کاٹنا) اور نابالغ بچوں کو قتل نہ کرنا کہ جو ابھی لڑائی کے قابل نہ ہوئے ہوں۔ (اور پھر امیر لشکر کو مخاطب کر کے فرماتے:) اور جب تم اے امیر لشکر! اپنے مشرک دشمنوں سے ملے (اس سے تیرا آمنا سامنا ہو) تو ان کو تین باتوں کی دعوت دے اور وہ ان تینوں میں سے جو قبول کر لیں تو بھی اُسے قبول کر، اور ان کو (اس کے بعد) مارنے اور لوٹنے سے باز رہنا۔ پھر (ملاقات کے بعد سب سے پہلے) ان لوگوں کو اسلام کی دعوت دے۔ اگر وہ اسلام قبول کر لیں تو ان کا اسلام میں آنا قبول کر لینا اور ان سے اپنے ہاتھوں کو روک لینا۔

[1] صحيح مسلم/ حديث: ٤٥٢٢ـ وجامع الترمذي/ حديث: ١٦١٧.

اور انھیں یہ کہنا کہ وہ اپنے اس ملک سے نکل کر مہاجرین کے ملک (اسلامی حکومت کی حدود) میں جا رہیں۔ اور ان سے یہ کہہ دینا کہ: اگر وہ ایسا کرلیں (اور اپنے علاقے چھوڑ کر مسلمانوں کے ملک میں جا رہیں۔) تو جو مہاجرین کے لیے (اسلامی حکومت کی طرف سے جو مراعات ہیں وہ ان کے لیے بھی ہوں گی۔ اور جو مہاجرین (پہلے سے وہاں پر موجود مسلمانوں) پر حکومت اور شریعت کی طرف سے عائد شدہ امور ہوں گے ان کی پابندی انھیں بھی کرنا ہوگی۔ اور اگر وہ اپنے ملک سے نکلنا پسند نہ کریں تو ان سے کہہ دینا کہ وہ اعرابی (بادہ نشیں) مسلمانوں کی طرح رہیں۔ اور جو اللہ تعالیٰ کا حکم مسلمانوں پر چلتا ہے وہ ان پر بھی چلے گا۔ اور انھیں مالِ غنیمت اور صلح سے ملنے والے اموال سے کچھ نہیں ملے گا۔ الا یہ کہ وہ مسلمان مجاہدین کے ہمراہ مشرکوں اور کافروں سے جہاد و قتال کریں، تب اُنہیں حصہ ملے گا۔ اور اگر وہ اسلام لانے سے انکار کردیں تو ان سے جزیہ کا مطالبہ کرو۔ (کہ یہ زمین اللہ کی ہے، اس پر اگر اللہ کے باغی بن کر رہنا ہے تو جزیہ دو۔) اگر وہ جزیہ دینا قبول کرلیں تو ان کا یہ اقرار قبول کرلو اور (جزیہ کے معاہدے طے پا جانے کے بعد) ان سے اپنے ہاتھ روک لو۔ اور اگر وہ جزیہ دینے سے بھی انکار کردیں تو پھر اللہ سے مدد طلب کرنا اور ان سے خوب قتال کرنا ...... الخ۔''

س: ۱۲۸ ...... درج ذیل غزوات کے دوسرے نام بھی درج کیجیے: جنگ بدر، جنگ احزاب، غزوۂ بنی مصطلق اور جنگ تبوک؟

ج: ۱۲۸ ...... غزوۂ بدر الکبریٰ کا دوسرا نام/ یوم الفرقان بھی ہے۔ جنگ احزاب کا دوسرا نام غزوۂ خندق، غزوۂ بنی مصطلق کا دوسرا نام غزوۂ مریسیع اور جنگ تبوک کا دوسرا نام غزوۃ العسرہ بھی ہے۔

س: ۱۲۹ ...... نبی مکرم ﷺ مکہ مکرمہ سے ہجرت کے وقت کس طرح وہاں سے نکلے تھے اور جب مکہ فتح کیا تو اُس وقت آپ ﷺ کیسے اس شہر میں داخل ہوئے تھے؟ ہجرت اور فتح مکہ کے درمیان کتنا عرصہ گزرا تھا؟

ج: ۱۲۹ ...... جب حبیب رب کبریاء اُحمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ ﷺ (نبوت کے چودھویں سال کے ماہ صفر کے آخر میں) مکہ سے نکلے (بلکہ جبراً نکالے گئے) تھے تو آپ اور آپ کے ساتھی سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ وہاں سے چھپتے چھپاتے نکلے تھے۔ مشرکین مکہ دونوں کی تلاش کرتے پھر رہے تھے اور انھوں نے ہر اُس شخص کے لیے بڑا بھاری انعام رکھا تھا کہ جو ان دونوں صاحبین شریفین کو پکڑ کر لائے۔ مگر جب آپ مکہ کی طرف واپس پلٹے تو آپ دس ہزار کے لشکر کے ساتھ ایک فاتح کی حیثیت سے داخل ہوئے تھے۔ مگر آپ ﷺ فداہ اُبی واُمی ونفسی وجمیع الناس جب مکہ مکرمہ میں اللہ عزوجل سے ایک مدد یافتہ فاتح بن کر انتہائی عزت و وقار اور تکریم وخشوع کے ساتھ داخل ہوئے تو آپ نے اپنے تمام دشمنوں کو معاف کر دیا۔ نبی کریم ﷺ کی ہجرتِ مکہ اور فتح مکہ کے مابین آٹھ سال کا عرصہ گزرا تھا۔

س: ۱۳۰ ...... دلیل سے ثابت کیجیے کہ رسول اللہ ﷺ کو اللہ کی نصرت کا مکمل یقین تھا اور اسی بنا پر آپ ﷺ اپنے صحابہ کرام (رضوان اللہ علیہم اجمعین) کو اسلام کے چہار سُو پھیل جانے کی بشارت دیا کرتے تھے۔

ج: ۱۳۰ ...... اللہ رب العزت کے درج ذیل فرمان کی رُو سے نبی مکرم ﷺ کو پورے وثوق سے یقین کامل تھا کہ اللہ کا دین، اسلام دنیا پر غالب آ کر رہے گا۔ اللہ عزوجل فرماتے ہیں:

﴿ هُوَ الَّذِيٓ اَرۡسَلَ رَسُوۡلَهٗ بِالۡهُدٰى وَدِيۡنِ الۡحَقِّ لِيُظۡهِرَهٗ عَلَى الدِّيۡنِ كُلِّهٖ وَلَوۡ كَرِهَ الۡمُشۡرِكُوۡنَ ۝ ﴾ (التوبة : ۳۳)

’’وہی اللہ ہے جس نے اپنے پیغمبر کو ہدایت کی باتیں (معجزے اور شریعت کے احکام) اور سچا دین (اسلام) دے کر بھیجا، اس لیے کہ اس کو (یعنی پیغمبر کو یا اسلام

کے دین کو) ہر دین پر غالب کرے، گو مشرک برا مانیں۔'' ❶

اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے اپنی بہت ساری احادیث مبارکہ میں دین اسلام کے دنیا پر پھیل جانے اور غالب آ جانے کے بارے میں اہل ایمان اور مجاہدین و مسلمین کو خوشخبری سنائی تھی۔ چند ایک احادیث ملاحظہ کیجیے:

(۱) سیّدنا ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((إِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی زَوَی لِيَ الْأَرْضَ فَرَأَيْتُ مَشَارِقَهَا وَمَغَارِبَهَا وَإِنَّ أُمَّتِي سَيَبْلُغُ مُلْكُهَا مَا زُوِيَ لِيْ مِنْهَا .)) ❷

''بلاشبہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے تمام روئے زمین کو لپیٹ کر میرے سامنے کر دیا اور میں نے اس کا مشرق ومغرب (سب علاقہ شمال کا بھی) دیکھ لیا۔ تو میری حکومت (اللہ کا دین) وہاں تک پہنچے گی جہاں تک زمین مجھے دکھلائی گئی ہے......الخ۔''

(۲) سیّدنا تمام الداری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ؛ میں نے رسول اللہ ﷺ کو خود ارشاد فرماتے سنا ہے۔ آپ ﷺ فرما رہے تھے:

((لَيَبْلُغَنَّ هَذَا الدِّيْنُ مَا بَلَغَ اللَّيْلُ وَالنَّهَارُ، وَلَا يَتْرُكُ اللّٰهُ بَيْتَ مَدَرٍ وَّلَا وَبَرٍ إِلَّا أَدْخَلَهُ اللّٰهُ هٰذَا الدِّيْنَ ، بِعِزِّ عَزِيْزٍ أَوْ ذِلِّ ذَلِيْلٍ ، عِزًّا يُعِزُّ اللّٰهُ بِهِ الْإِسْلَامَ ، وَذُلًّا يُذِلُّ اللّٰهُ بِهِ الْكُفْرَ .))

''اس زمین پر جہاں جہاں دن کا اجالا اور رات کا اندھیرا پہنچتا ہے، وہاں وہاں

---

❶ اس سے معلوم ہوا کہ اللہ کا دین اس لیے نہیں آیا کہ وہ کسی دوسرے دین ...... یہودیت، عیسائیت، سرمایہ داری، کمیونزم، سوشلزم ...... سے مغلوب ہو کر یا اس سے مصالحت کر کے دنیا میں زندہ رہے بلکہ دین اسلام کا اوّل و آخر مقصد یہ ہے کہ وہ دوسرے ادیان اور نظامہائے زندگی کو ختم کر کے ایک ہمہ گیر نظامِ زندگی کی حیثیت سے زندہ رہے۔ یہاں ظہور یعنی غلبہ سے مراد دلائل و براہین کا غلبہ بھی ہو سکتا ہے اور سیاسی غلبہ بھی۔ پہلی قسم کا ظہور تو دائمی ہے مگر دوسری قسم کا ظہور ایک مرتبہ تو ہم دورِ نبوت و خلافت میں دیکھ چکے ہیں، اور دوسری بار اس وقت ہوگا جب عیسیٰ علیہ السلام کا نزول اور حضرت امام مہدی رحمہ اللہ کا ظہور ہوگا۔ (کبیر۔ ابن کثیر)

❷ صحیح مسلم/ کتاب الفتن/ حدیث: ۷۲۵۸.

تک یہ دین (اسلام) ضرور پہنچے گا۔ اور اللہ تعالیٰ کوئی کچا، پکا گھر روئے زمین پر نہیں چھوڑے گا مگر یہ ہے کہ اُس میں دین حنیف اسلام کو ضرور داخل کرے گا۔ چاہے کسی عزت دار کی عزت کے ساتھ ہو یا کسی رذیل آدمی کی ذلت کے ساتھ۔ جو معزز ہوگا اللہ تبارک وتعالیٰ اُسے اسلام کے ذریعے عزت عطا فرمائیں گے۔ اور جو رذیل و ذلیل ہوگا اُسی کے ذریعے اللہ عزوجل کفر کو رسوا کریں گے۔'' [1]

(۳) سیّدنا عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ: ایک بار ہم رسول اللہ ﷺ کے اردگرد بیٹھے لکھ رہے تھے کہ آپ ﷺ سے سوال ہوا: اے اللہ کے پیارے نبی یہ بتلایئے دونوں میں سے کون سا شہر پہلے فتح ہوگا، قسطنطنیہ یا رومیہ؟ تو نبی معظم ﷺ نے فرمایا: ''ھرقل کا شہر (قسطنطنیہ) پہلے فتح ہوگا۔'' [2]

(۴) اس موضوع پر مزید صحیح احادیث کے لیے: (ا) صحیح مسلم/ حدیث: ۷۲۸٤ ، حدیث: ۷۳۳۱ ، ۷۳۳۸ ، ٤۹۵۵ اور دیگر حدیث کی کتابوں میں اس موضوع کی احادیث پڑھ لیجیے۔

س: ۱۳۱ ...... رسول اللہ ﷺ نے جو خط ایران کے بادشاہ کسریٰ فارس کی طرف لکھا تھا، اس خط کے ساتھ اس بادشاہ نے کیا سلوک کیا تھا؟ اور پھر اس کا نتیجہ کیا نکلا؟

ج: ۱۳۱ ...... جب نبی مکرم ﷺ کا دعوتی خط ایران و فارس کے بادشاہ کسریٰ پرویز کو پہنچا تو وہ انتہائی غضبناک ہوا اور اُس نے یہ خط پھاڑ ڈالا۔ اس کا یہ سلوک سن کر رسول اللہ ﷺ نے اس کے حق میں بددعا کی کہ اللہ اُس کے ملک کو توڑ کر رکھ دے۔ چنانچہ اللہ ربّ العزت نے آپ ﷺ کی دُعا کو قبول کیا اور اس کسریٰ پرویز کو اُس کے بیٹے شیرویہ نے اس بددعا کے تھوڑے دنوں بعد قتل کر دیا۔ اور پھر اس کے بعد آنے والوں چند کسراؤں کی

---

[1] مسند الإمام أحمد: ٤/ ١٠٤۔ وصحّحه الحاكم فى المستدرك: ٤/ ٤٣٠۔ وقال شعيب: اسناده صحيحٌ.

[2] مسند الامام أحمد: ٢/ ١٧٦، حديث: ٦٦٤٥ اسنادهٗ ضعيف.

حکومت قطعاً قائم نہ رہ سکی۔ اس کے بعد اسلامی سپاہ نے (سیّدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی خلافت کے آغاز میں ہی) فتح کے جھنڈے لہراتے ہوئے پے در پے معارک کے ذریعے اس قوت اور کسروی حکومت کو اپنے قدموں تلے روند ڈالا اور پورے ملک میں دین حنیف کا قانون نافذ کردیا۔ کسریٰ پرویز کے ساسانی خاندان کا دُنیا سے نام ونشان مٹ گیا۔

س: ۱۳۲ ...... جو خط نبی مکرم ﷺ نے قیصر روم کی طرف لکھا تھا، اس خط کے ساتھ رومی بادشاہ نے کیا سلوک کیا تھا اور پھر اس کا نتیجہ کیا نکا؟

ج: ۱۳۲ ...... ماہِ محرم سنہ ۷ ہجری میں دُنیا کے دیگر مختلف بادشاہوں اور امراء کے نام جو دعوتی خطوط روانہ فرمائے تھے، اُن میں سے ایک خط، آپ ﷺ نے جناب دحیہ بن خلیفہ کلبی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ قیصر روم کی طرف بھی بھیجا تھا۔ آپ ﷺ نے انھیں حکم فرمایا کہ وہ یہ خط سربراہ بصریٰ (ملک شام کا ایک شہر اور علاقہ) کے حوالے کردیں وہ خود اسے قیصر روم تک پہنچادے گا۔ چنانچہ قیصر روم ہرقل کے پاس جب یہ خط پہنچا تو اُس نے اس خط کو بوسا دیا اور اسے اپنے سر پر رکھا۔ پھر اُس نے اپنے شہر میں موجود بعض تاجروں کو بلوایا کہ جن میں ابوسفیان صخر بن حرب بھی تھے۔ ھرقل شاہِ روم نے جناب رسول اللہ ﷺ سے متعلق جناب ابوسفیان سے چند سوالات کیے۔ اور پھر ان سوالات کے جوابات سننے کے بعد اُس نے کہا: ابوسفیان! جو کچھ تم کہہ رہے ہو، اگر یہ سب باتیں درست اور حق ہیں تو اُس پیغمبر (محمد رسول اللہ ﷺ) کا دین (اور اُس کی اسلامی سپاہ) میرے ان دونوں قدموں کی جگہ (پوری سلطنت روم) کی بھی مالک بن جائیں گے۔ میں جانتا تھا کہ یہ نبی آنے والا ہے، لیکن میرا یہ گمان نہ تھا کہ وہ تم میں سے ہوگا۔ اگر مجھے یقین ہوتا کہ میں اس کے پاس پہنچ سکوں گا تو اس سے ملاقات کی زحمت اُٹھاتا۔ اور اگر اس کے پاس ہوتا تو اس کے دونوں پاؤں دھوتا۔ پھر اس خط کو لے کر آنے والے جناب دحیہ بن خلیفہ کلبی رضی اللہ عنہ کو مخاطب کر کے کہا: میں اس بات کو خوب جانتا ہوں کہ تمھیں خط دے کر بھیجنے والے صاحب نبی مرسل ہیں۔ اور یہ وہی پیغمبر صاحب ہیں کہ جن کے متعلق ہم اپنی کتابوں میں لکھا ہوا پاتے اور ہم اُن کا انتظار کر رہے

تھے۔لیکن بات یہ ہے کہ میں اپنے بارے میں رومیوں سے خوفزدہ ہوں۔اگر یہ معاملہ نہ ہوتا تو میں ان کی اطاعت ضرور کرتا۔ چنانچہ اللہ کے نبی ﷺ نے اُس کے خلاف دعا نہ کی کہ: اللہ اس کی حکومت پارہ پارہ کردے۔اس لیے قیصر روم ہرقل کی بادشاہی اس کی وفات کے بعد بھی قسطنطنیہ میں قائم رہی حتی کہ ملک شام کے تمام علاقے اسلامی سپاہ کے ہاتھوں فتح ہوجانے کے بعد یہ شہر (رسول اللہ ﷺ کی وفات سے کم وبیش ستر سال بعد) فتح ہوا۔

س: ۱۳۳ ...... نبی الملحمہ سیّد الانس والجنہ محمد رسول اللہ ﷺ کی مشہور تلوار کا نام کیا تھا؟ اور آپ ﷺ کے مشہور جھنڈے کا نام کیا تھا؟

ج: ۱۳۳ ...... نبی مکرم ﷺ محمد رسول اللہ ﷺ کی مشہور تلوار کا نام ''ذوالفقار'' تھا کہ جس کا ذکر کسی شاعر نے یوں کیا ہے: ع

لَا سَيْفَ إِلَّا ذُوالْفِقَارِ وَلَا فَتًى إِلَّا عَلِيٌّ

''دنیا میں اگر کوئی تلوار (کارگر) ہے تو وہ صرف ذوالفقار ہے اور اگر کوئی (بہادر، شجاع) نوجوان ہے تو وہ صرف علی بن ابوطالب ہے۔(رضی اللہ عنہ وارضاہ)''

رسول اللہ ﷺ کے پاس چند اور تلواریں بھی تھیں، جن کے نام کچھ یوں ہیں: ماثور، العضب، (تیز دھار والی تلوار) البتار، (کاٹ دار تلوار) القلعي، (سفید چمکدار تلوار)، الحتف (موت کے گھاٹ اتارنے والی تلوار) الرسوب (اندر تک گھس جانے والی تیز تلوار) القضیب۔ جبکہ آپ ﷺ کے جھنڈے کا نام ''عقاب'' تھا اور اس کا رنگ سیاہ تھا (دھاری دار سیاہ)۔

س: ۱۳٤ ......اس یہودیہ کا نام کیا تھا جس نے ایک بکری کے پکے ہوئے گوشت میں زہر ملا کر اسے نبی مکرم ﷺ کو بطورِ ہدیہ پیش کیا تھا؟ اس کے خاوند کا نام کیا تھا؟ اور اس صحابی کا نام کیا تھا، جس نے رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ اس گوشت کو کھایا اور وہ اسی زہر کے اثر سے فوت ہوگئے تھے؟

ج: ۱۳٤ ......جس یہودیہ عورت نے ایک پکی ہوئی بکری کے گوشت میں زہر ملا کر نبی

مکرم ﷺ کو بطورِ ہدیہ پیش کیا تھا اور پھر آپ ﷺ نے اس سے کچھ کھا بھی لیا تھا۔اس کا نام زینب بنت حارث تھا۔ اور یہ سلام بن مشکم یہودی کی بیوی تھی۔ اور جس صحابی نے اس گوشت میں سے کھایا اور وہ اسی زہر کے سبب فوت ہوگیا تھا، اس کا نام جناب بشر بن البرائی بن معرور تھا رضی اللہ عنہ۔

س: ۱۳۵ ......قرآن میں مذکور ''کوثر'' سے کیا مراد ہے؟

ج: ۱۳۵ ......قرآنِ حکیم (تیسویں اور آخری پارے) میں مذکور ''الکوثر'' سے مراد جنت کی ایک نہر ہے کہ جسے اللہ عزوجل نے اپنے حبیب و خلیل پیغمبر محمد رسول اللہ ﷺ کو عطا کر رکھا ہے۔ قیامت والے دن اس نہر کوثر پر اُمت اسلامیہ محمدیہ علی صاحبہا التحیۃ والسلام آئے گی اور اس کا پانی پیئے گی۔اس نہر میں برتنوں کی تعداد آسمان کے ستاروں جتنی ہوگی۔اس نہر کے دونوں کنارے سچے موتی کے خیمے لگے ہوں گے۔اس کی مٹی مشک کی ہوگی اور اس کی کنکریاں موتیوں کی۔''

س: ۱۳۶ ...... نبی مکرم ﷺ کو صحابہ کرام کے تمام مردوں میں سے کس صاحب کے ساتھ سب سے زیادہ محبت تھی؟ اور عورتوں میں سب سے زیادہ محبت کن سے تھی؟

ج: ۱۳۶ ...... رسول اللہ ﷺ کو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سب سے زیادہ مردوں میں سے محبت سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے تھی جبکہ عورتوں میں سے سب سے زیادہ محبت اُمّ المؤمنین سیّدہ عائشہ صدیقہ بنت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہما سے تھی۔

س: ۱۳۷ ...... صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے بالصراحت جنت کی بشارت پانے والے دس حضرات کون کون سے ہیں؟

ج: ۱۳۷ ...... نبی مکرم ﷺ سے بامر رب العالمین بالصراحت جنت کی بشارت حاصل کرنے والے عشرہ مبشرہ درج ذیل اصحاب تھے: (۱) سادا تنا ابوبکر صدیق بن ابوقحافہ (اوّل خلیفہ رسول اللہ ﷺ بلافصل)۔ (۲) عمر بن الخطاب (اوّل امیر المؤمنین و ثانی خلیفۂ راشد)۔ (۳) ثالث خلیفۂ راشد امیر المؤمنین سیّدنا عثمان بن عفان۔ (۴) چوتھے خلیفۂ راشد امیر المؤمنین علی بن ابوطالب۔ (۵) جناب طلحہ بن عبید اللہ۔ (۶) حواری رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وسلم زبیر بن العوام۔ (۷) جناب عبدالرحمٰن بن عوف۔ (۸) فاتح ایران جناب سعد بن ابی وقاص۔ (۹) قاریٔ قرآن جناب سعید بن زید اور (۱۰) امین اُمت جناب ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہم جمیعاً الذین اَرضوہ۔

س: ۱۳۸ ...... نبی مکرم ﷺ کی ایک اور محبوب شخصیت (حب الرسول) کون تھے اور اس محبوب شخصیت کے بیٹے ''حب الرسول'' کون تھے؟

ج: ۱۳۸ ...... رسول اللہ ﷺ کے محبوب دوست (حب الرسول) سیّدنا زید بن حارثہ تھے رضی اللہ عنہ (جو غزوۂ موتہ سنہ ۸ ہجری میں شہید ہوئے تھے اور اس جنگ میں اسلامی سپاہ کے پہلے کمانڈر تھے۔) نبی مکرم ﷺ نے انھیں اس لشکر کا قائد (کمانڈر) بنایا تھا اور یہ تین ہزار پر مشتمل مجاہدین کی فوج رومی لشکر سے لڑنے کے لیے سلطنت روم کی طرف روانہ ہوئی تھی اور پھر دونوں فوجوں کا معرکہ مقام موتہ پر پیش آیا تھا۔ اللہ کے نبی ﷺ کی اس محبوب شخصیت کے بیٹے سیّدنا اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہما بھی آپ ﷺ کی محبوب شخصیت تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنی حیاتِ طیبہ کے آخری دنوں میں اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کو بھی رومیوں کے خلاف ایک فیصلہ کن معرکہ لڑنے کے لیے ایک زبردست فوج کا کمانڈر مقرر فرمایا تھا اور انھیں ملک شام کی طرف روانہ فرمایا۔ اس لشکر میں بطور سپاہی سادا تنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے۔ اس وقت جناب اُسامہ رضی اللہ عنہ کی عمر سترہ سال تھی۔

س: ۱۳۹ ...... درج ذیل صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے القاب بیان کیجیے؟

سادا تنا حمزہ بن عبدالمطلب، خالد بن ولید، ابوعبیدہ بن الجراح، زبیر بن العوام، حذیفہ بن الیمان، عبداللہ بن عباس، جعفر بن ابوطالب، حسن و حسین ابناء علی، فاطمۃ رسول اللہ ﷺ، عائشہ بنت ابوبکر صدیق، طفیل بن عمرو الدوسی اور اسماء بنت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہم الذین اَرضوہ جمیعًا۔

ج: ۱۳۹ ...... (۱) نبی مکرم ﷺ کے چچا سیّدنا حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ وارضاہ کا لقب ...... اسد اللہ اور اسد رسول اللہ تھا۔ (۲) سیّدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا

لقب ......سیف اللہ تھا۔ (۳) جناب ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کا لقب...... امین الامہ تھا۔ (۴) سیّدنا زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ کا لقب...... حواری رسول اللّٰہ ﷺ تھا۔ (۵) سیّدنا حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ کا لقب...... صاحب سیر رسول اللّٰہ تھا۔ (نبی مکرم ﷺ کا راز دان)۔ (۶) سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا لقب...... حبر هذه الامه وترجمان القرآن تھا۔ (۷) سیّدنا جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا لقب...... الطیار تھا۔ (وہ اللہ کی جنتوں میں پرندوں کی صورت اُڑتے پھرتے ہیں)۔ (۸) ساداتنا حسن و حسین ابناء و علی رضی اللہ عنہما کا لقب...... رسول اللہ ﷺ کے نواسے اور آپ کے دل کی ٹھنڈک ہے۔ (۹) سیّدہ فاطمہ بنت محمد رسول اللہ ﷺ کا لقب...... زهراء ہے رضی اللہ عنہا۔ (۱۰) اُمّ المؤمنین والمومنات عائشہ بنت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہما کا لقب......صدیقہ بنت صدیق ہے۔ (۱۱) جناب طفیل بن عمرو دوسی رضی اللہ عنہ کا لقب...... ذوالنور ہے۔ اور (۱۲) اسماء بنت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہما کا لقب......ذات النطاقین تھا۔

س : ۱٤٠ ...... نبی مکرم محمد رسول اللّٰہ ﷺ کے بعد اس امت محمدیہ و اسلامیہ علی صاحبها التحية والسلام میں سب سے افضل شخصیت کون ہیں؟ اور اس امت کے تمام زمانوں (صدیوں) میں سے کون سا زمانہ (صدی) سب سے افضل ہے؟

ج: ۱٤٠ ......تمام اُمت اسلامیہ کے علماء عظام و آئمہ کرام اس بات پر متفق ہیں کہ نبی ختم الرسل محمد رسول اللہ ﷺ اس اُمت میں بھی سب سے افضل ہیں اور تمام انبیاء کرام علیہم السلام سے بھی اور پھر آپ ﷺ کے بعد اور تمام نبیوں کے بعد تمام اُمتوں کے تمام اُمتیوں میں سب سے افضل اوّل خلیفۃ رسول اللہ ﷺ سیّدنا ابوبکر صدیق بن ابوقحافہ رضی اللہ عنہما ہیں۔ اُن کے بعد اوّل امیر المؤمنین سیّدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ ہیں۔ اس اُمت کے تمام زمانوں (قرون، صدیوں) میں سے افضل ترین دور، زمانہ اور صدی نبی مکرم ﷺ اور صحابہ کرام کا دور اوّل (پہلی صدی) ہے۔ اُن کے بعد تابعین باقی ساری اُمت سے افضل ہیں اور ان کے بعد تبع تابعین رحمهم الله جمیعاً۔

س: ۱۴۱ ......صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی فضیلت میں آیاتِ کریمہ اور صحیح احادیث پیش کیجیے؟

ج: ۱۴۱ ......(الف) حبیب ربّ کبریاء ﷺ کے اصحاب کی فضیلت میں اللہ ربّ العالمین کا ارشادِ گرامی قدر ہے:

﴿ **لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ وَاَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيْبًا ۝ وَّمَغَانِمَ كَثِيْرَةً يَّاْخُذُوْنَهَا وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ۝** ﴾ (الفتح: ۱۸۔۱۹)

''(اے پیغمبرؐ!) اللہ تعالیٰ ان مسلمانوں سے راضی ہو چکا جب وہ (کیکر یا بیری کے) درخت کے تلے (حدیبیہ میں) تجھ سے بیعت کر رہے تھے، اللہ تعالیٰ نے جان لیا جو (اخلاص) اُن کے دلوں میں تھا تو ان (کے دلوں) پر تسلی اتاری اور ایک نزدیک والی فتح اُن کو انعام میں دی۔ (یعنی خیبر کی فتح) اور بہت سی لوٹیں جو وہ حاصل کریں گے اور اللہ تعالیٰ زبردست ہے، حکمت والا۔''

اسی سورت کے آخر میں ربّ کریم کا فرمان ہے:

﴿ **مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَمَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْئَهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا ۝** ﴾ (الفتح: ۲۹)

''محمدؐ اللہ تعالیٰ کا پیغمبر ہے اور جو لوگ اس کے ساتھ ہیں (یعنی صحابہؓ) وہ کافروں پر سخت ہیں، آپس میں (ایک دوسرے پر) رحم دل ہیں (اے دیکھنے والے) تو ان کو دیکھتا ہے (کبھی) رکوع کر رہے ہیں (کبھی) سجدہ کر رہے ہیں، اللہ کے

فضل اور اس کی رضا مندی کی فکر میں رہتے ہیں، ان کی نشانی ان کے منہ پر ہے، یعنی سجدے کی نشانی یہ تو ان کا حال تورات شریف میں بیان ہوا ہے اور انجیل شریف میں ان کی مثال ایک کھیتی کی سی بیان کی گئی ہے، جس نے زمین سے اپنی سوئی نکالی (مولک یا پٹھا) پھر اس کو زور دار کیا وہ موٹی ہوگئی اب اپنی نال پر سیدھی کھڑی ہوگئی کسانوں کو بھلی لگنے لگی (اللہ تعالیٰ نے یہ) اس لیے (کیا) کہ کافر ان کو دیکھ کر جلیں۔ ان لوگوں میں جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے ان سے اللہ تعالیٰ نے بخشش کا اور بڑے نیگ کا وعدہ کیا ہے۔''

ب: ساداتنا ابوسعید خدری اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((لَا تَسُبُّوْا أَصْحَابِيْ لَا تَسُبُّوْا أَصْحَابِيْ، فَوَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَوْ أَنَّ أَحَدَكُمْ أَنْفَقَ مِثْلَ أُحُدٍ ذَهَبًا مَا بَلَغَ [أَدْرَكَ] مُدَّ أَحَدِهِمْ وَلَا نَصِيْفَهُ .)) [1]

''لوگو! میرے اصحاب رضوان اللہ علیہم اجمعین کو بُرا بھلا مت کہو۔ لوگو! میرے صحابہ کو گالی مت دو۔ اُس ذاتِ اقدس کی قسم! جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، اگر تم (غیر صحابہ) میں سے کوئی شخص اُحد پہاڑ جتنا سونا بھی اللہ کی راہ میں خرچ کردے تو وہ کسی صحابی کے ایک مد (دو ہاتھوں سے ملا چلو) بھر صدقہ کی ہوئی چیز اور نہ ہی اس سے آدھے صدقہ کے اجر کو پہنچ، پاسکتا ہے۔''

س: ۱۴۲ ...... رسول اللہ ﷺ کے مؤذنوں کے نام بتلایئے؟

ج: ۱۴۲ ...... نبی مکرم ﷺ کے مؤذن درج ذیل اصحاب تھے: (۱) سیّدنا بلال بن رباح (آپ رسول اللہ ﷺ کے سب سے پہلے مؤذن تھے)۔ (۲) جناب عمرو بن اُمّ مکتوم (جو کہ نابینا صحابی تھے)۔ (۳) سعد القرظی (آپ قباء میں تھے)۔ اور (۴) اور محذورہ اوس بن المغیرہ الجمحي رضی اللہ عنهم اجمعین وارضوہ (جناب ابومحذورہ رضی اللہ عنہ مکہ میں تھے۔)

[1] رواه البخاري/ حديث: ٣٦٧٣۔ ومسلم/ حديث: ٦٤٨٧، ٦٤٨٨.

س: ۱۴۳ ...... خلفائے راشدین کون کون تھے کہ جنہیں نبی مکرم ﷺ کی وفات کے بعد اہل اسلام (صحابہ کرام اور تابعین عظام) نے اپنے سیاسی، اجتماعی، ملکی اور تمام دینی اُمور کے لیے منتخب کیا تھا؟ بالترتیب اُن کے نام بتلائیے؟

ج: ۱۴۳ ...... رسول اللہ ﷺ کے خلفائے راشدین کہ جنھیں صحابہ کرام اور تابعین عظام نے اپنے تمام دینی و دنیاوی اُمور کے لیے آپ ﷺ کے بعد منتخب کیا تھا، اُن کے نام بالترتیب یوں ہیں: (۱) اوّل خلیفۃ رسول اللہ ﷺ بلا فصل سیّدنا ابوبکر صدیق بن ابوقحافہ رضی اللہ عنہما (۲) ثانی خلیفہ راشد اوّل امیر المؤمنین سیّدنا عمر بن الخطاب الفاروق رضی اللہ عنہ وأرضاہ (۳) ثالث خلیفۃ المسلمین ذوالنورین سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ۔ (۴) رابع خلیفہ راشد بلا خلاف امیر المؤمنین ابوالحسنین سیّدنا علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ وارضاہ۔

س: ۱۴۴ ...... نبی مکرم ﷺ کے کاتبین وحی میں سے بعض کے نام لکھیے؟

ج: ۱۴۴ ...... رسول اللہ ﷺ کے کاتبین وحی و کاتبین حدیث کی تعداد ویسے تو چالیس تک اہل علم نے شمار کی ہے، مگر ہم اختصار کے پیش نظر یہاں چند ایک کا تذکرہ کرتے ہیں۔

(۱) ساداتنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ۔ (۲) عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ۔
(۳) عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ۔ (۴) علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ۔
(۵) زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ۔ (۶) اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ۔
(۷) عبداللہ بن اَرقم رضی اللہ عنہ۔ (۸) ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ بن شماس۔
(۹) حنظلہ بن الربیع الاسدی رضی اللہ عنہ۔ (۱۰) مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ۔
(۱۱) عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ (شہیدِ موتہ) (۱۲) خالد بن ولید (سیف اللہ سیوف اللہ)
(۱۳) خالد بن سعید بن العاص رضی اللہ عنہ (۱۴) معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہ اور
(۱۵) زید بن ثابت رضی اللہ عنہم اجمعین۔

س: ۱۴۵ ...... رسول اللہ ﷺ کے آزاد کردہ بعض غلاموں کے نام لکھیے؟

ج: ۱۴۵ ...... نبی مکرم ﷺ کے آزاد کردہ غلام درج ذیل اصحاب تھے:

(۱)ساداتنا زید بن حارثہ (شہید موتہ)۔ (۲)ابورافع (۳)ثوبان(۴)ابوکبشہ (۵) کرکرہ(۶)انجشہ (۷)سفینہ اور(۸) ابومویہبہ رضی اللہ عنہم اجمعین۔

س: ۱۴۶ ...... نبی مکرم محمد رسول اللہ ﷺ نے بعثت سے پہلے کون کون سے معاشی مہنہ (ذرائع) اختیار کیے تھے؟

ج: ۱۴۶ ......رسول اللہ ﷺ نے بعثت ونبوت سے پہلے (۱) بھیڑ بکریاں بھی چرائی تھیں اور (۲) تجارت کا کام بھی کیا تھا۔

س: ۱۴۷ ...... رسول اللہ ﷺ نے اپنی حیاتِ طیبہ میں کتنے رمضان کے مہینے روزوں سے گزارے تھے؟

ج: ۱۴۷ ...... نبی مکرم ﷺ نے سنہ ۲ ہجری میں فرض ہوجانے کے بعد اپنی حیاتِ طیبہ کے آخر تک ۹ رمضان المبارک روزوں سے گزارے تھے۔

س: ۱۴۸ ...... نبی مکرم ﷺ نے اپنی حیاتِ طیبہ میں حج کتنے کیے تھے اور عمرہ کتنی بار کیا تھا؟

ج: ۱۴۸ ......رسول اللہ ﷺ نے اپنی زندگی میں صرف ایک حج، حجۃ الوداع کیا اور درج ذیل چار عمرے کیے تھے۔ (۱) صلح حدیبیہ والا عمرہ۔ (۲) اگلے سال (سنہ ۷ ہجری میں) عمرۂ قضاء۔ (۳) فتح مکہ کے بعد غزوۂ حنین کی کامیابی کے بعد واپسی پر جعرانہ سے احرام باندھ کر عمرہ اور (۴) اپنے حجۃ الوداع کے ساتھ آخری عمرہ۔

س: ۱۴۹ ......مسجد نبوی میں کتنی نمازوں کا اجر وثواب ملتا ہے؟ مسجد حرام (مکہ مکرمہ) میں کتنی نمازوں کا اور مسجد اقصیٰ میں کتنی نمازوں کا؟

ج: ۱۴۹ ......صحیح احادیث کے مطابق مسجد نبوی (مدینہ منورہ) میں ایک نماز کا اجر ایک ہزار نماز کے برابر۔ مسجد حرام (مکہ مکرمہ) میں ایک نماز کا اجر ایک لاکھ نمازوں کے برابر اور مسجد اقصیٰ (بیت المقدس) میں ایک نماز کا اجر وثواب پانچ سو نمازوں کے برابر ملتا ہے۔

س: ۱۵۰ ...... نبی مکرم محمد رسول اللہ ﷺ کے جسم اطہر پر ختم نبوت کی مہر کہاں پر

تھی؟ اور اس کی پہچان کیا تھی؟

ج: ۱۵۰ ......سیّد الانبیاء وخاتم المرسلین محمد المصطفیٰ من الاوّلین والآخرین ﷺ کے دونوں کندھوں کے مابین ختم نبوت کا نشان تھا۔ اور یہ کبوتری کے انڈے کی مانند سرخ رنگ کی گوشت کی اُبھری ہوئی ایک گرہ تھی۔

س: ۱۵۱ ......کیا نبی معظم ومعلم انسانیت محمد رسول اللہ ﷺ خود لکھ پڑھ سکتے تھے؟ اور آپ ﷺ کے اُمی (ناخواندہ) ہونے میں اللہ کی جانب سے حکمت کیا تھی؟

ج: ۱۵۱ ......معلم انسانیت محمد رسول اللہ ﷺ خود نہ لکھ سکتے تھے اور نہ ہی پڑھ سکتے تھے۔ آپ ناخواندہ تھے۔ (کسی بھی انسان اور جن سے آپ نے پڑھنا لکھنا نہیں سیکھا تھا۔) اور یہ وصف آپ کی نبوت کے لیے معجزات میں شمار ہوتا ہے۔ اگر آپ لکھ، پڑھ سکتے ہوتے تو قرآن کا انکار کرنے والے کہتے کہ: یہ کلام تو محمد (ﷺ) نے اپنے سے پہلے نبیوں کے کلام سے نقل کر کے لکھ لیا ہے۔ اسی بات کو اللہ عزوجل یوں بیان فرماتے ہیں:

﴿ وَمَا كُنْتَ تَتْلُوْا مِنْ قَبْلِهٖ مِنْ كِتٰبٍ وَّلَا تَخُطُّهٗ بِيَمِيْنِكَ اِذًا لَّارْتَابَ الْمُبْطِلُوْنَ ○ بَلْ هُوَ اٰيٰتٌۢ بَيِّنٰتٌ فِيْ صُدُوْرِ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ وَمَا يَجْحَدُ بِاٰيٰتِنَآ اِلَّا الظّٰلِمُوْنَ ○ ﴾ (العنکبوت: ۴۸۔۴۹)

”اور (اے پیغمبرؐ) قرآن (اترنے) سے پہلے نہ تو تو کوئی پڑھ سکتا تھا اور نہ اپنے ہاتھ سے اُس کو لکھ سکتا تھا (کیونکہ تو اُمی تھا نہ پڑھا لکھا) اگر پڑھا لکھا ہوتا تو یہ جھوٹے (دغا باز) ضرور شبہ کرتے۔ بات یہ ہے کہ یہ قرآن کیا ہے۔ کھلی کھلی آیتیں ہیں ان لوگوں کے سینوں میں جن کو (اللہ کی طرف سے) علم دیا گیا ہے اور ہماری آیتوں کو وہی نہیں مانتے جو بے انصاف ہیں۔“

س: ۱۵۲ ...... نبی کریم ﷺ کی چال کیسی تھی؟

ج: ۱۵۲ ......سیّدنا ابو ہریرہ عبدالرحمٰن بن صخر الدوسری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ: ”میں نے رسول اللہ ﷺ سے بڑھ کر کسی کو تیز رفتار نہیں دیکھا۔ لگتا تھا زمین آپ ﷺ

کے لیے لپیٹی جا رہی ہے۔ ہم تو اپنے آپ کو تھکا مارتے تھے اور آپ ﷺ بالکل بے فکر ہوتے تھے۔ [1] آپ ﷺ کی چال نہایت باوقار دنیا کے معزز ترین لوگوں کی طرح تھی۔ لگتا تھا کہ جیسے کسی اُترائی والی زمین کی طرف چل رہے ہوں۔''

س: ۱۵۳ ...... کیا نبیٔ رحمت حبیب ربّ کبریاء، سادات کے سردار محمد رسول اللہ ﷺ صدقہ کا مال کھاتے تھے؟ اور کیا آپ ہدیہ میں آنے والی چیز کھا لیتے تھے؟

ج: ۱۵۳ ...... نبی مکرم ﷺ صدقہ کی چیز نہیں کھاتے تھے۔ (اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ اور آپ کی آل بنی ہاشم پر صدقہ حرام کر رکھا ہے۔) البتہ ہدیہ میں دی جانے والی چیز (کھانا، پھل، دودھ اور شہد وغیرہ) کھا لیتے تھے۔

س: ۱۵٤ ...... وہ کون سی پانچ فضیلتیں ہیں جو نبی معظم محمد رسول اللہ ﷺ کو عطا ہوئی تھیں اور یہ فضیلتیں اور اوصاف پہلے انبیاء کو نہیں ملے تھے؟

ج: ۱۵٤ ...... سیّدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی مکرم ﷺ نے فرمایا: مجھے اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے پانچ ایسے انعامات و اوصاف عطا ہوئے ہیں کہ پہلے انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام میں سے کسی بھی نبی کو ان میں سے کوئی ایک بھی عطا نہیں ہوا تھا:

۱: میری مدد اللہ عزوجل کی طرف سے میرے دشمن پر ایک مہینہ کی مسافت کی دُوری پر ہوتے ہوئے اس پر میرا رعب ڈال کر کر دی گئی ہے۔

۲: میرے لیے (اور میری اُمت کے لیے بھی) پوری زمین (اللہ کی عبادت اور نماز کے لیے) پاک اور سجدہ گاہ بنا دی گئی ہے۔ (سوائے چند جگہیں چھوڑ کر: جیسے کہ کوڑے کرکٹ کا ڈھیر، قبرستان، طہارت خانہ، اونٹوں کا باڑا وغیرہ ہیں) باقی ساری زمین پر مسلمان جہاں چاہیں وقت ہو جانے پر نماز پڑھ سکتے ہیں۔ (یہ فضیلت یہود و نصاریٰ اور ھنود و مجوس سمیت دنیا جہان کے تمام مذاہب والوں کو حاصل نہیں ہے۔ اس میں یہ بات بھی شامل ہے کہ: مسلمان آدمی کو اگر کہیں پانی میسر نہ ہو تو وہ پاک مٹی سے تیمّم

---

[1] جامع الترمذی مع تحفة الاحوذی: ٤/ ٣٠٦ طبع ملتانیه۔ ومشکوٰة المصابیح: ٢/ ٥١٨.

کر کے نماز ادا کر لے، اس کی ایسی صلوٰۃ بھی اللہ کے ہاں قابل قبول ہوگی۔ان شاء اللہ)

۳: غزوات وسرایا اور جہاد فی سبیل اللہ لاعلائے کلمۃ اللہ کے ذریعے لڑی جانے والی تمام جنگوں سے حاصل ہونے والی غنیمتوں کے اموال میرے لیے (اور میری اُمت کے لیے) حلال کر دیے گئے ہیں۔

۴: پہلے انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام میں سے ہر نبی کسی نہ کسی ایک خاص قوم (قبیلہ یا کسی خاص ملک و خطہ والوں) کے لیے مبعوث ہوا کرتا تھا اور مجھے دنیا جہان کے تمام انسانوں اور جنوں کے لیے تا قیامت نبی اور رسول بنا کر بھیجا گیا ہے۔ [1]

۵: اور مجھے قیامت والے دن اہل ایمان وتوحید کے لیے شفاعت کا حق بھی عطا ہوا ہے۔ [2]

---

[1] اس بات کو قرآن میں یوں بیان کیا گیا ہے: ﴿وَمَآ اَرۡسَلۡنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيۡرًا وَّنَذِيۡرًا وَّلٰـكِنَّ اَكۡثَرَ النَّاسِ لَا يَعۡلَمُوۡنَ ‏ o وَيَقُوۡلُوۡنَ مَتٰى هٰذَا الۡوَعۡدُ اِنۡ كُنۡتُمۡ صٰدِقِيۡنَ ‏ o قُلْ لَّكُمۡ مِّيۡعَادُ يَوۡمٍ لَّا تَسۡتَاۡخِرُوۡنَ عَنۡهُ سَاعَةً وَّلَا تَسۡتَقۡدِمُوۡنَ o ﴾...... ''اور (اے پیغمبرؐ!) ہم نے تو تجھ کو ساری (دنیا کے) لوگوں کو خوشخبری سنانے اور (عذاب سے) ڈرانے کے لیے بھیجا ہے پر اکثر لوگ نادان ہیں اور (یہ جو قیامت کے منکر ہیں) کہتے ہیں بھلا اگر تم سچے ہو تو (بتلاؤ) یہ وعدہ کب پورا ہوگا۔ (اے پیغمبرؐ! ان لوگوں سے کہہ دے) جس دن کا تم سے وعدہ ہے اُس میں نہ ایک گھڑی کی دیر کر سکو گے، نہ (گھڑی بھر) آگے بڑھ سکو گے۔'' [سبا: ۲۸۔۳۰] ﴿قُلۡ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّىۡ رَسُوۡلُ اللّٰهِ اِلَيۡكُمۡ جَمِيۡعَا ۨالَّذِىۡ لَهٗ مُلۡكُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ‌ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ يُحۡىٖ وَيُمِيۡتُ فَاٰمِنُوۡا بِاللّٰهِ وَرَسُوۡلِهِ النَّبِىِّ الۡاُمِّىِّ الَّذِىۡ يُؤۡمِنُ بِاللّٰهِ وَكَلِمٰتِهٖ وَاتَّبِعُوۡهُ لَعَلَّكُمۡ تَهۡتَدُوۡنَ o ﴾...... ''(اے پیغمبرؐ!) کہہ دے میں تم سب لوگوں کی طرف (عرب ہوں یا عجم) اللہ تعالیٰ کا بھیجا ہوا ہوں، جس کی آسمانوں اور زمین میں بادشاہت ہے، اُس کے سوا کوئی سچا اللہ نہیں وہی جلاتا ہے وہی مارتا ہے تو (لوگو!) اللہ تعالیٰ پر اور اُسکے پیغمبر اَن پڑھ نبی پر ایمان لاؤ جو اللہ تعالیٰ اور اس کی باتوں پر یقین رکھتا ہے اور اس کی پیروی کرو، تا کہ تم راہ پاؤ۔'' [الاعراف: ۱۵۸] ﴿تَبٰرَكَ الَّذِىۡ نَزَّلَ الۡفُرۡقَانَ عَلٰى عَبۡدِهٖ لِيَكُوۡنَ لِلۡعٰلَمِيۡنَ نَذِيۡرًا o ﴾...... ''بڑی برکت والا ہے وہ اللہ جس نے اپنے بندے (حضرت محمدؐ) پر قرآن اُتارا، اس لیے کہ وہ سارے جان کو ڈرانے والا ہو۔'' [الفرقان: ۱]

[2] دیکھئے: صحيح البخاري/ كتاب الصلاة/ باب قول النبيؐ جُعِلت لي الارض ...... حديث: ٤٣٨.

اس موضوع پر تفصیل کے لیے: (۱) سورۂ طٰہٰ کی آیت نمبر ۱۱۹ کی تفسیر میں صحیحین کی احادیث۔ (۲) سورۃ الزمر کی آیت نمبر ۴۳ اور ۴۴ کی تفسیر۔ (۳) سورۃ البقرہ کی آیت نمبر ۲۵۵ آیۃ الکرسی کی تفسیر۔ (۴) صحیح مسلم، ⇦⇦⇦

س : ۱۵۵ ...... رسول اللہ ﷺ کے پاس جب کوئی اللہ کی طرف سے آسانی والا معاملہ پہنچتا کہ جس سے آپ کو خوشی ہوتی تو آپ کیا کہتے تھے؟ اور جب کوئی ایسا معاملہ درپیش ہوتا کہ جسے آپ ناپسند کرتے تو اُس وقت آپ کیا کہتے تھے؟

ج: ۱۵۵ ...... جب نبی کریم ﷺ کے پاس کوئی ایسا معاملہ آجاتا کہ جس سے آپ کو خوشی حاصل ہوتی تو آپ یوں کہتے: ((اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ بِنِعْمَتِهٖ تَتِمُّ الصَّالِحَاتُ .)) ...... ''ہر طرح کی حمد وثنائے جمیل اس اللہ وحدہ لاشریک لہ کے لیے ہے کہ جس کی نعمت وتوفیق سے صالحات (نیک اعمال) اختتام کو پہنچتے ہیں۔ اور اگر کوئی ایسا معاملہ پیش آتا کہ جسے آپ ناپسند کرتے ہوتے تو فرماتے: ((اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰی كُلِّ حَالٍ .)) ...... ''ہر حال میں اللہ ہی کی حمد وثنائے جمیل ہے۔'' [1]

س: ۱۵۶ ...... نبی مکرم ﷺ کی خوشی کے وقت ہنسی کس طرح ہوتی تھی؟

ج: ۱۵۶ ...... اُمّ المؤمنین سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ؛ میں نے رسول اللہ ﷺ کو کبھی پورا ہنستے (کھل کھلا کر قاہ قاہ کر کے ہنسنا) نہیں دیکھا۔ کہ جس سے میں آپ کا کوا دیکھ لیتی۔ بلکہ آپ کا ہنسنا تو مسکرانا ہوتا تھا۔ [2]

س: ۱۵۷ ...... نبی معظم، رسولِ فطرت ﷺ کے نزدیک سب سے پسندیدہ رنگ کون کون سے تھے؟

ج: ۱۵۷ ...... رسول اللہ ﷺ کو زیادہ سفید اور سبز رنگ پسند تھے۔ (اس لیے کہ قرآن میں جنتیوں کے لباسوں کا ایسا ہی ذکر آیا ہے۔)

⇦⇦⇦ کتاب الایمان کی حدیث نمبر ٤٧٥ تا حدیث نمبر ٤٩٩۔ (٥) صحیح البخاری، حدیث نمبر ٤٤٧٦، نمبر ٦٥٦٤ تا حدیث نمبر ٦٥٦٧ وحدیث نمبر ٧٤١٠ اور کتاب التوحید کا باب کلام الرب تعالیٰ یوم القیامة مع الانبیاء وغیرهم / حدیث نمبر: ٧٥٠٩ تا حدیث ٧٥١٤ اور باب ماجاء فی قول الله عزوجل: وکلم الله موسیٰ تکلیمًا/ حدیث نمبر ٧٥١٥ تا حدیث نمبر ٧٥١٧ کا مطالعہ کریجیے۔

[1] سنن ابن ماجه.

[2] صحیح البخاري/ حدیث: ٦٠٩١، کتاب الادب.

س: ۱۵۸ ...... کس کس کام کے لیے رسول اللہ ﷺ دایاں ہاتھ استعمال کرتے اور کون سے کاموں کے لیے آپ اپنا بایاں ہاتھ استعمال کرتے تھے؟

ج: ۱۵۸ ...... نبی مکرم ﷺ حسب استطاعت: طہارت (وضوء، غسل وغیرہ) حاصل کرنے، جوتا پہنتے وقت، کنگھی کرتے وقت، کھانے کے وقت کھانے میں، پینے میں، کپڑے پہنتے وقت، کوئی چیز لیتے اور دیتے ہوئے، مسجد اور گھر میں داخل ہوتے وقت جیسے اُمور میں دائیں طرف اور دائیں ہاتھ، پاؤں کو ترجیح دینا پسند کرتے تھے۔ علاوہ ازیں دیگر اُمور (جیسے کہ مسجد سے باہر نکلنا، گھر سے باہر نکلتے وقت، بیت الخلاء میں داخل ہوتے وقت وغیر ذلک من الامور) میں بایاں ہاتھ، بایاں قدم اور بائیں طرف استعمال کرتے تھے۔

س: ۱۵۹ ...... جب نبی معظم ﷺ کو کوئی مشکل معاملہ پیش آتا تو آپ ﷺ کیا کرتے تھے؟

ج: ۱۵۹ ...... رسول اللہ ﷺ کو جب کوئی مشکل پیش آتی تو آپ فوراً وضو کر کے نماز کے لیے کھڑے ہو جاتے اور دو یا چار رکعات نماز پڑھ لیتے۔ جس سے آپ ﷺ کو راحت مل جاتی تھی۔ اسی لیے آپ جناب بلال رضی اللہ عنہ کو فرماتے: بلال! نماز کے لیے اقامت کہو اور ہمیں اس نماز کے ذریعے راحت پہنچاؤ۔ اور آپ ﷺ یوں بھی فرماتے تھے: ((وَجُعِلَتْ قُرَّةُ عَيْنِيْ فِي الصَّلَاةِ .)) ...... ''میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں رکھی گئی ہے۔''

س: ۱۶۰ ...... اس میں کوئی شک نہیں کہ رسول اللہ ﷺ ایک متواضع شخصیت تھے، اس ضمن میں چند ایک مثالیں پیش کیجیے؟

ج: ۱۶۰ ...... نبی مکرم محمد رسول اللہ ﷺ ایک انتہائی متواضع شخصیت تھے۔ آپ کے اس خلق عظیم و کریم پر بے شمار دلائل قرآن وسنت میں موجود ہیں، جن میں سے چند ایک درج کیے دیتے ہیں:

(۱) سیّدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((لَا تُطْرُوْنِي كَمَا أَطْرَتِ النَّصَارٰى ابْنَ مَرْيَمَ . إِنَّمَا عَبْدُهُ فَقُوْلُوْا: عَبْدُ اللّٰهِ وَرَسُوْلُهٗ .)) ❶

''میری تعریف میں اتنا مبالغہ نہ کرو (مجھے میرے مقام سے بلند نہ کردو) جیسے نصاریٰ نے (اپنے پیغمبر) عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کو بہت زیادہ چڑھادیا (اور ان کی تعریف میں مبالغہ کرکے اُنھیں اللہ کا بیٹا بنادیا۔) میں تو اللہ کا بندہ ہوں اور کچھ نہیں۔ یوں کہو: اللہ کے بندے! اللہ کے رسول!'' ❷

(۲) سیّدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((أَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ ، عَبْدُ اللّٰهِ وَرَسُوْلُهٗ . وَاللّٰهِ مَا أُحِبُّ أَنْ تَرْفَعُوْنِي فَوْقَ مَنْزِلَتِي الَّتِي أَنْزَلَنِي اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ .)) ❸

''میں محمد بن عبداللہ (بن عبدالمطلب القرشی الہاشمی) ہوں (ﷺ) جو اللہ کا بندہ اور اُس کا رسول ہے۔ ربّ ذوالجلال کی قسم! میں اس بات کو قطعاً پسند نہیں کرتا کہ تم میری اُس قدر ومنزلت سے کہیں زیادہ مجھے بڑھادو اور بلند کردو کہ جس پر اللہ تبارک وتعالیٰ نے مجھے رکھا ہے۔''

(۳) نبی مکرم ﷺ اس بات سے منع کیا کرتے تھے کہ لوگ آپ کے استقبال کے لیے کھڑے ہوں یا یہ کہ آپ تشریف فرما ہوں اور کوئی شخص کھڑا رہے۔

(۴) آپ ﷺ ٹیک لگا کر نہیں کھاتے تھے۔ (یہ بھی تکبر کی علامت ہے۔)

(۵) آپ مسلمانوں میں سے کمزور، مسکین اور غریب قسم کے لوگوں کے پاس تشریف لاتے،

---

❶ صحيح البخاري/ كتاب احاديث الانبياء/ حديث: ٣٤٤٥.

❷ اسی بات کو محمد رسول اللہ ﷺ کے لیے ''عبد...... بندہ'' کا کلمہ استعمال کرکے اللہ نے اپنے نبی کی شان کئی مقامات پر قرآن میں اسی طرح بیان فرمائی ہے۔ تفصیل کے لیے: (۱) سورۃ الاسراء کی آیت نمبر: ۱، سورۃ الکہف کی آیت نمبر: ۱، سورۃ الفرقان کی آیت نمبر: ۱، سورۃ النجم کی آیت نمبر: ۱۰، سورۃ الجن کی آیت نمبر: ۱۹، سورۃ حم السجدہ (فصلت) کی آیت نمبر: ۶ اور سورۃ الکہف کی آیت نمبر: ۱۱۰ دیکھ لیں۔

❸ مسند الامام أحمد: ٣/ ٢٤٩، ٣/ ١٥٤، ٤/ ٢٥ـ اسناده صحيحٌ.

ان کی زیارت کرتے، ان کے مریضوں کی تیمار داری کرتے اور ان کے جنازوں میں حاضر ہوتے تھے۔

(۶) آپ ﷺ اپنے جوتے میں خود پیوند لگا لیتے، اپنے کپڑے کو خود سی لیتے اور اپنی قمیص کی مرمت خود کر لیا کرتے، (اس میں پیوند لگا لیتے تھے)۔

(۷) جوؤں کے خیال سے اپنے کپڑے کو آپ خود ٹٹول لیا کرتے، اپنی بکری کا دودھ خود نکال لیتے اور اپنی خدمت خود کر لیا کرتے تھے۔

(۸) بچوں کے پاس سے گزرتے تو آپ ﷺ ان کو پہلے سلام کرتے۔

(۹) آپ زمین پر تشریف رکھتے، زمین پر ہی بیٹھ کر کھانا وغیرہ کھاتے اور مردوں کے گھروں سے متعلقہ کام خود کرتے تھے۔

(۱۰) کوئی غلام بھی اگر جو کی ہی روٹی کی دعوت کیوں نہ دیتا آپ ﷺ اس کی دعوت کو قبول کر لیتے، گدھے پر سواری کر لیتے اور اُون کے موٹے کپڑے پہنتے تھے۔

س: ۱۶۱ ...... وہ کون سی سورت ہے کہ جسے سونے سے قبل پڑھنے کے متعلق نبی کریم ﷺ نے نصیحت فرمائی ہے؟ اور آپ ﷺ نے اسی سورہ کے بارے میں خبر دی ہے کہ اس کی تلاوت اور اس پر عمل سے جہنم سے چھٹکارا مل جائے گا؟

ج: ۱۶۱ ...... نبی مکرم ﷺ نے سونے سے قبل ''سورۃ الکفرون'' ...... ﴿ **قُلْ يَآأَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ ٥ لَآ أَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ ٥ وَلَآ أَنْتُمْ عَابِدُوْنَ مَآ أَعْبُدُ ٥ وَلَآ أَنَا عَابِدٌ مَّا عَبَدْتُّمْ ٥ وَلَآ أَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَآ أَعْبُدُ ٥ لَكُمْ دِيْنُكُمْ وَلِيَ دِيْنِ ٥** ﴾ ...... پڑھنے کی نصیحت و وصیت فرمائی ہے۔ اور آپ نے بتلایا ہے کہ: یہ سورۃ کفر و شرک سے کھلا برأت کا اعلان ہے۔

س: ۱۶۲ ...... نبی کریم ﷺ جب اپنے گھر میں تشریف لے جاتے تو آغاز کس عمل سے کرتے اور جب آپ سو کر بیدار ہو جاتے تو کس عمل سے آغاز فرماتے تھے؟

ج: ۱۶۲ ...... رسول اللہ ﷺ جب گھر تشریف لے جاتے تو آپ سب سے پہلے

مسواک کرتے تھے اور جب نیند سے بیدار ہوتے تو بھی سب سے پہلے مسواک ہی کرتے تھے۔

س: ۱٦۳ ...... نبی کریم ﷺ سوموار اور جمعرات والے دنوں کے نفلی روزے کثرت سے کیوں رکھتے تھے؟

ج: ۱٦۳ ......سیّدنا ابوقتادہ انصاری اور سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ: رسول اللہ ﷺ نفلی روزوں میں سے اکثر سوموار اور جمعرات کے دنوں کے روزے رکھتے اور جب آپ سے اس بارے میں سوال ہوا تو فرمایا:

((تَعْرَضُ الْأَعْمَالُ يَوْمَ الِاثْنَيْنِ وَالْخَمِيْسِ ، فَأُحِبُّ أَنْ يُعْرَضَ عَمَلِيْ وَأَنَا صَائِمٌ .)) ❶

''ہر سوموار اور جمعرات والے دن بندوں کے اعمال اللہ عزوجل کے سامنے پیش کیے جاتے ہیں اور میں اس بات کو پسند کرتا ہوں کہ جب میرے اعمال اللہ کے سامنے پیش ہوں تو میں روزے سے ہوں۔''

اور آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ:

''بندوں کے اعمال ہر سوموار اور ہر جمعرات کے دن اللہ عزوجل کے سامنے پیش کیے جاتے ہیں اور پھر اللہ تبارک وتعالیٰ ہر مومن مسلمان کو بخش دیتے ہیں کہ جو اللہ کے ساتھ شرک نہ کرتے ہوں سوائے اس آدمی کے جس کا جھگڑا اپنے کسی دوسرے مسلمان بھائی سے چل رہا ہو۔ ان دونوں کے بارے میں حکم ہوتا ہے کہ انھیں رہنے دو حتی کہ باہم صلح کرلیں۔'' ❷

اور آپ ﷺ سے جب سوموار والے دن کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا: ''یہ وہ دن ہے کہ جس میں اللہ نے مجھے پیدا فرمایا اور اسی دن میں میرے اوپر نبوت اور وحی کا آغاز

---

❶ جامع الترمذي/ حديث: ٧٤٧ وقال الألباني رحمه الله: صحيحٌ.

❷ صحيح مسلم/ حديث: ٦٥٤٦.

ہوا تھا۔'' [1]

س : ۱٦٤ ......سیّد الجنہ والبشر، امام الانبیاء والرسل **محمد** بن عبداللہ ﷺ تسلیما کثیرا کے جسد اطہر کے اوصاف عالیہ اور خلقی اطوار بیان کیجیے؟

ج : ۱٦٤ ...... ہجرت کے وقت رسول اللہ ﷺ اُمّ معبد خزاعیہ کے خیمے سے گذرے تو اس نے آپ کی روانگی کے بعد اپنے شوہر سے آپ ﷺ کے حلیہ مبارک کا جو نقشہ کھینچا وہ یہ تھا: '' چمکتا رنگ، تابناک چہرہ، خوبصورت ساخت، نہ توندلے پن کا عیب نہ گنجے پن کی خامی، جمال جہاں تاب کے ساتھ ڈھلا ہوا پیکر، سرگیں آنکھیں، لمبی پلکیں، بھاری آواز، لمبی گردن، سفید و سیاہ آنکھیں، سیاہ سرگیں پلکیں، باریک اور باہم ملے ہوئے ابرو، چمکدار کالے بال، خاموش ہوں تو باوقار، گفتگو کریں تو پرکشش، دور سے (دیکھنے میں) سب سے تابناک و پرجمال، قریب سے سب سے خوبصورت اور شیریں، گفتگو میں چاشنی، بات واضح اور دوٹوک، نہ مختصر نہ فضول، انداز ایسا کہ گویا لڑی سے موتی جھڑ رہے ہیں۔ درمیانہ قد، نہ ناٹا کہ نگاہ میں نہ جچے، نہ لمبا کہ ناگوار لگے۔ دو شاخوں کے درمیان ایسی شاخ کی طرح ہیں جو سب سے زیادہ تازہ وخوش منظر ہے۔ رفقاء آپ کے گرد حلقہ بنائے ہوئے کچھ فرمائیں تو توجہ سے سنتے ہیں، کوئی حکم دیں تو لپک کر بجا لاتے ہیں۔ مطاع ومکرم، نہ تو ترش رو، نہ لغو گو۔'' [2]

حضرت علی علیہ السلام آپ ﷺ کا وصف بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: '' آپ ﷺ نہ لمبے تڑنگ تھے نہ ناٹے کھوٹے، لوگوں کے حساب سے درمیانہ قد کے تھے۔ بال نہ زیادہ گھنگریالے تھے نہ بالکل کھڑے کھڑے بلکہ دونوں کے بیچ بیچ کی کیفیت تھی۔ رخسار نہ بہت زیادہ پرگوشت تھا، نہ ٹھوڑی چھوٹی اور پیشانی پست، چہرہ کسی قدر گولائی لیے ہوئے تھا۔ رنگ گورا گلابی، آنکھیں سرخی مائل، پلکیں لمبی، جوڑوں اور مونڈھوں کی ہڈیاں بڑی بڑی، سینہ پر ناف تک بالوں کی ہلکی سی لکیر، بقیہ جسم بال سے خالی، ہاتھ اور پاؤں کی اُنگلیاں پرگوشت،

---

[1] صحیح مسلم/ حدیث: ۲۷٤۷. [2] زاد المعاد: ۲/ ٥٤.

چلتے تو قدرے جھٹکے سے پاؤں اُٹھاتے اور یوں چلتے گویا کسی ڈھلوان پر چل رہے ہیں۔ جب کسی طرف توجہ فرماتے تو پورے وجود کے ساتھ متوجہ ہوتے۔ دونوں کندھوں کے درمیان مہر نبوت تھی۔ آپ ﷺ سارے انبیاء علیہم السلام کے خاتم تھے۔ سب سے زیادہ سخی دست اور سب سے بڑھ کر جرات مند سب سے زیادہ صادق اللہجہ اور سب سے بڑھ کر عہد و پیمان کے پابند وفاء۔ سب سے زیادہ نرم طبیعت اور سب سے شریف ساتھی۔ جو آپ ﷺ کو اچانک دیکھتا ہیبت زدہ ہو جاتا۔ جو جان پہچان کے ساتھ ملتا محبوب رکھتا۔ آپ ﷺ کا وصف بیان کرنے والا یہی کہہ سکتا ہے کہ میں نے آپ ﷺ سے پہلے اور آپ ﷺ کے بعد آپ ﷺ جیسا نہیں دیکھا۔'' ❶

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں ہے کہ: ''آپ ﷺ کا سر بڑا تھا، جوڑوں کی ہڈیاں بھاری بھاری تھیں، سینے پر بالوں کی لمبی لکیر تھی۔ جب آپ ﷺ چلتے تو قدرے جھک کر چلتے گویا کسی ڈھلوان سے اُتر رہے ہیں۔'' ❷

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ آپ ﷺ کا دہانہ کشادہ تھا، آنکھیں ہلکی سرخی لیے ہوئے اور ایڑیاں باریک۔ ❸

حضرت ابوالطفیل رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آپ گورے رنگ، پر ملاحت چہرے اور میانہ قد و قامت کے تھے۔ ❹

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہما کا ارشاد ہے کہ: آپ ﷺ کی ہتھیلیاں کشادہ تھیں، اور رنگ چمکدار، نہ خالص سفید، نہ گندم گوں، وفات کے بعد تک سر اور چہرے کے بیس بال سفید نہ ہوئے تھے۔ ❺ صرف کنپٹی کے بالوں میں کچھ سفیدی تھی اور چند بال سر کے سفید تھے۔ ❻

حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے آپ ﷺ کے ہونٹ کے نیچے عنفقہ

---

❶ ابن ھشام: ۱/ ۴۰۱، ۴۰۲۔ ترمذی مع شرح تحفة الاحوذی: ۴/ ۳۰۳.

❷ ایضاً۔ ترمذی مع شرح. ❸ صحیح مسلم: ۲/ ۲۵۸. ❹ ایضاً۔ ایضاً.

❺ صحیح بخاری: ۱/ ۵۰۲۔ ❻ ایضاً، ایضاً۔ وصحیح مسلم: ۲/ ۲۵۹.

(داڑھی بچہ) سفیدی دیکھی تھی۔ ❶

حضرت عبداللہ بن بسر کا بیان ہے کہ آپ ﷺ کے عنفقہ (داڑھی بچہ) میں چند بال سفید تھے۔ ❷

حضرت براء رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ آپ ﷺ کا پیکر درمیانی تھا۔ دونوں کندھوں کے درمیان دوری تھی۔ بال دونوں کانوں کی لو تک پہنچتے تھے۔ میں نے آپ ﷺ کو سرخ جوڑا زیب تن کیے ہوئے دیکھا کبھی کوئی چیز آپ ﷺ سے زیادہ خوبصورت نہ دیکھی۔ ❸

پہلے آپ ﷺ اہل کتاب کی موافقت پسند کرتے تھے، اس لیے بال میں کنگھی کرتے تو مانگ نہ نکالتے، لیکن بعد میں مانگ نکالا کرتے تھے۔ ❹

حضرت براء رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: آپ کا چہرہ سب سے زیادہ خوبصورت تھا اور آپ ﷺ کے اخلاق سب سے بہتر تھے۔ ❺ ان سے دریافت کیا گیا کہ نبی ﷺ کا چہرہ تلوار جیسا تھا، انھوں نے کہا: ''نہیں! بلکہ چاند جیسا تھا۔'' ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ کا چہرہ گول تھا۔ ❻

ربیع رضی اللہ عنہا بنت معوذ کہتی ہیں کہ اگر تم حضور ﷺ کو دیکھتے تو لگتا کہ تم نے طلوع ہوتے ہوئے سورج کو دیکھا ہے۔ ❼

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بن سمرہ کا بیان ہے کہ میں نے ایک بار چاندنی رات میں آپ ﷺ کو دیکھا، آپ ﷺ پر سرخ جوڑا تھا۔ میں رسول اللہ ﷺ کو دیکھتا اور چاند کو دیکھتا۔ آخر (اس نتیجہ پر پہنچا کہ) آپ ﷺ چاند سے زیادہ خوبصورت ہیں۔ ❽

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ؛ میں نے رسول اللہ ﷺ سے زیادہ خوبصورت

---

❶ صحیح بخاري: ۱/ ۵۰۱، ۵۰۲۔ ❷ ایضاً: ۱/ ۵۰۲. ❸ ایضاً، ایضاً.

❹ ایضاً: ۱/ ۵۰۳. ❺ ایضاً: ۱/ ۵۰۲۔ صحیح مسلم: ۲/ ۲۵۸.

❻ صحیح بخاری! ۱/ ۵۰۲۔ صحیح مسلم: ۲/ ۲۵۹.

❼ مسند دارمی۔ مشکوٰۃ: ۲/ ۵۱۷۔

❽ ترمذی فی الشمائل، ص: ۲، دارمی۔ مشکوٰۃ: ۲/ ۵۱۷.

کوئی چیز نہیں دیکھی۔ لگتا تھا، سورج آپ ﷺ کے چہرے میں رواں دواں ہے۔ اور میں نے رسول اللہ ﷺ سے بڑھ کر کسی کو تیز رفتار نہیں دیکھا۔ لگتا تھا زمین آپ کے لیے لپیٹی جا رہی ہے۔ ہم تو اپنے آپ کو تھکا مارتے تھے اور آپ ﷺ بالکل بے فکر۔ [1]

حضرت کعب بن مالک کا بیان ہے کہ جب آپ ﷺ خوش ہوتے تو چہرہ دمک اُٹھتا، گویا چاند کا ایک ٹکڑا ہے۔ [2]

ایک بار آپ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف فرما تھے۔ پسینہ آیا تو چہرے کی دھاریاں چمک اُٹھیں۔ یہ کیفیت دیکھ کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ابوکبیر ہذلی کا یہ شعر پڑھا:

واذا نظرت الی أسرة وجهه　　برقت کبرق العارض المتهلل [3]

''جب ان کے چہرے کی دھاریاں دیکھو تو وہ یوں چمکتی ہیں جیسے روشن بادل چمک رہا ہو۔''

ابوبکر رضی اللہ عنہ آپ کو دیکھ کر یہ شعر پڑھتے:

أمین مصطفی بالخیر یدعو　　کضوء البدر زایله الظلام [4]

''آپ ﷺ امین ہیں، چنیدہ و برگزیدہ ہیں، خیر کی دعوت دیتے ہیں، گویا ماہ کامل کی روشنی ہیں جس سے تاریکی آنکھ مچولی کھیل رہی ہے۔''

حضرت عمر رضی اللہ عنہ زہیر کا یہ شعر پڑھتے جو ہرم بن سنان کے بارے میں کہا گیا تھا کہ:

لو کنت من شیءٍ سوی البشر　　کنت المضیً لِلَیلۃِ البدر

''اگر آپ ﷺ بشر کے سوا کسی اور چیز سے ہوتے تو آپ ﷺ ہی چودھویں کی رات کو روشن کرتے۔''

پھر فرماتے کہ: ''رسول اللہ ﷺ ایسے ہی تھے۔'' [5]

---

1. جامع ترمذی مع شرح تحفۃ الاحوذی: ٤/ ٣٠٦۔ مشکوٰۃ: ٢/ ٥١٨.
2. صحیح بخاری: ١/ ٥٠٢.
3. رحمۃ للعالمین: ٢/ ١٧٢.
4. خلاصۃ السیر، ص: ٢٠.
5. ایضاً، خلاصۃ السیر، ص: ٢٠.

جب آپ ﷺ غضبناک ہوتے تو چہرہ سرخ ہو جاتا گویا دونوں رخساروں میں دانۂ انار نچوڑ دیا گیا ہے۔ ❶

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بن سمرہ کا بیان ہے کہ آپ ﷺ کی پنڈلیاں قدرے پتلی تھیں اور آپ ﷺ ہنستے تو صرف تبسم فرماتے۔ (آنکھیں سرمگیں تھیں) تم دیکھتے تو کہتے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آنکھوں میں سرمہ لگا رکھا ہے، حالانکہ سرمہ نہ لگا ہوتا۔ ❷

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا ارشاد ہے کہ آپ ﷺ کے آگے کے دونوں دانت الگ الگ تھے۔ جب آپ ﷺ گفتگو فرماتے تو ان دانتوں کے درمیان سے نور جیسا نکلتا دکھائی دیتا۔ ❸

گردن گویا چاندی کی صفائی لیے ہوئے گڑیا کی گردن تھی۔ پلکیں طویل، داڑھی گھنی، پیشانی کشادہ، ابرو پیوستہ اور ایک دوسرے سے الگ، ناک اونچی، رُخسار ہلکے، لبہ سے ناف تک چھڑی کی طرح دوڑا ہوا بال، اور اس کے سوا شکم اور سینے پر کہیں بال نہیں۔ البتہ بازو اور مونڈھوں پر بال تھے۔ شکم اور سینہ برابر، سینہ مسطح اور کشادہ، کلائیاں بڑی بڑی ہتھیلیاں کشادہ، قد کھڑا، تلوے خالی، اعضاء بڑے بڑے۔ جب چلتے تو جھٹکے کے ساتھ چلتے، قدرے جھکاؤ کے ساتھ آگے بڑھتے اور سہل رفتار سے چلتے۔ ❹

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے کوئی حریر و دیبا نہیں چھوا جو رسول اللہ ﷺ کی ہتھیلی سے زیادہ نرم ہو۔ اور نہ کبھی کوئی عنبر یا مشک یا کوئی ایسی خوشبو سونگھی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشبو سے بہتر ہو۔ ❺

حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے آپ ﷺ کا ہاتھ اپنے چہرہ پر رکھا تو وہ برف سے زیادہ ٹھنڈا اور مشک سے زیادہ خوشبودار تھا۔ ❻

---

❶ مشکوٰۃ: ۱/ ۲۲۔ ترمذی/ ابواب القدر، باب ماجاء فی التشدید فی الخوض فی القدر: ۲/ ۳۵.

❷ جامع ترمذی مع شرح تحفۃ الاحوذی: ٤/ ۳۰٦.

❸ ترمذی۔ مشکوٰۃ: ۲/ ۵۱۸. ❹ خلاصۃ السیر، ص: ۱۹، ۲۰.

❺ صحیح بخاری: ۱/ ۵۰۳ صحیح مسلم: ۲۵۷/۲. ❻ صحیح بخاری: ۱/ ۵۰۲.

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ ...... جو بچے تھے ...... کہتے ہیں: ''آپ ﷺ نے میرے رخسار پر ہاتھ پھیرا تو میں نے آپ ﷺ کے ہاتھ میں ایسی ٹھنڈک اور ایسی خوشبو محسوس کی گویا آپ ﷺ نے اسے عطار کے عطر دان سے نکالا ہے۔'' ❶

حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ آپ ﷺ کا پسینہ گویا موتی ہوتا تھا، اور حضرت اُمّ سلیم کہتی ہیں کہ یہ پسینہ ہی سب سے عمدہ خوشبو ہوا کرتی تھی۔ ❷

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ''آپ ﷺ کسی راستے سے تشریف لے جاتے اور آپ ﷺ کے بعد کوئی اور گذرتا تو آپ ﷺ کے جسم یا پسینہ کی خوشبو کی وجہ سے جان جاتا کہ آپ ﷺ یہاں سے تشریف لے گئے ہیں۔'' ❸

س: ۱۶۵ ...... نبی معظم محمد رسول اللہ ﷺ کا اخلاق کیسا تھا؟ دلیل سے جواب دیں۔

ج: ۱۶۵ ...... نبی ﷺ فصاحت و بلاغت میں ممتاز تھے۔ آپ ﷺ طبیعت کی روانی، لفظ کے نکھار، فقروں کی جزالت، معانی کی صحت اور تکلف سے دوری کے ساتھ ساتھ جوامع الکلم (جامع باتوں) سے نوازے گئے تھے۔ آپ ﷺ کو نادر حکمتوں اور عرب کی تمام زبانوں کا علم عطا ہوا تھا، چنانچہ آپ ﷺ ہر قبیلے سے اسی کی زبان اور محاوروں میں گفتگو فرماتے تھے۔ آپ ﷺ میں بدویوں کا زورِ بیان اور قوتِ تخاطب اور شہریوں کی شستگیٔ الفاظ اور شفتگیٔ وشائستگی جمع تھی اور وحی پر مبنی تائید ربانی الگ سے۔

بردباری، قوتِ برداشت، قدرت پا کر درگذر اور مشکلات پر صبر ایسے اوصاف تھے جن کے ذریعہ اللہ نے آپ ﷺ کی تربیت کی تھی۔ ہر حلیم و بردبار کی کوئی نہ کوئی لغزش اور کوئی نہ کوئی زبان کی بے احتیاطی جانی جاتی ہے مگر نبی ﷺ کی بلندیٔ کردار کا عالم یہ تھا کہ آپ ﷺ کے خلاف دشمنوں کی ایذا رسانی اور بدمعاشوں کی خودسری وزیادتی جس قدر بڑھتی گئی، آپ ﷺ

---

❶ صحیح مسلم: ۲/ ۲۵۶.
❷ ایضاً، صحیح مسلم.
❸ دارمی۔ مشکوٰۃ: ۲/ ۵۱۷.

کے صبر و حلم میں اسی قدر اضافہ ہوتا گیا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو جب بھی دو کاموں کے درمیان اختیار دیا جاتا تو آپ ﷺ وہی کام اختیار فرماتے جو آسان ہوتا، جب تک کہ وہ گناہ کا کام نہ ہوتا۔ اگر گناہ کا کام ہوتا تو آپ ﷺ سب سے بڑھ کر اس سے دُور رہتے۔ آپ ﷺ نے کبھی اپنے نفس کے لیے انتقام نہ لیا! البتہ اگر اللہ کی حرمت چاک کی جاتی تو آپ ﷺ اللہ کے لیے انتقام لیتے۔ ❶

آپ ﷺ سب سے بڑھ کر غیظ و غضب سے دُور تھے اور سب سے جلد راضی ہو جاتے تھے۔ جود و کرم کا وصف ایسا تھا کہ اس کا اندازہ ہی نہیں کیا جا سکتا۔ آپ ﷺ اس شخص کی طرح بخشش و نوازش فرماتے تھے جسے فقر کا اندیشہ ہی نہ ہو۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ نبی ﷺ سب سے بڑھ کر پیکر جود و سخا تھے، اور آپ ﷺ کا دریائے سخاوت رمضان میں اس وقت زیادہ جوش پر ہوتا جب حضرت جبرئیل علیہ السلام آپ ﷺ سے ملاقات فرماتے اور حضرت جبرئیل علیہ السلام رمضان میں آپ ﷺ سے ہر رات ملاقات فرماتے اور قرآن کا دور کراتے۔ پس رسول اللہ ﷺ خیر کی سخاوت میں (خزائن رحمت سے مالا مال کر کے) بھیجی ہوئی ہوا سے بھی زیادہ پیش پیش ہوتے تھے۔ ❷ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے کہ ایسا کبھی نہ ہوا کہ آپ ﷺ سے کوئی چیز مانگی گئی ہو اور آپ ﷺ نے نہیں کہہ دیا ہو۔ ❸

شجاعت، بہادری اور دلیری میں بھی آپ کا مقام سب سے بلند اور معروف تھا۔ آپ ؐ سب سے زیادہ دلیر تھے۔ نہایت کٹھن اور مشکل مواقع پر جبکہ اچھے اچھے جانبازوں اور بہادروں کے پاؤں اکھڑ گئے، آپ ﷺ اپنی جگہ برقرار رہے اور پیچھے ہٹنے کی بجائے آگے ہی بڑھتے گئے۔ پائے ثبات میں ذرا لغزش نہ آئی۔ بڑے بڑے بہادر بھی کبھی نہ کبھی بھاگے اور پسپا ہوئے ہیں، مگر آپ ﷺ میں یہ بات کبھی نہیں پائی گئی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ جب زور کا رَن پڑتا اور جنگ کے شعلے خوب بھڑک اُٹھتے تو ہم رسول اللہ ﷺ کی آڑ لیا کرتے تھے۔ آپ ﷺ سے بڑھ کر کوئی شخص دشمن کے قریب نہ

❶ صحيح بخاري: ١/ ٥٠٣. ❷ ايضاً: ١/ ٥٠٢. ❸ ايضاً، ايضاً.

ہوتا۔ ❶ حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک رات اہل مدینہ کو خطرہ محسوس ہوا، لوگ شور کی طرف دوڑے تو راستے میں رسول اللہ ﷺ واپس آتے ہوئے ملے۔ آپ ﷺ لوگوں سے پہلے ہی آواز کی جانب پہنچ (کر خطرے کے مقام کا جائزہ لے) چکے تھے۔ اس وقت آپ ﷺ ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے بغیر زین کے گھوڑے پر سوار تھے۔ گردن میں تلوار حمائل کر رکھی تھی اور فرمارہے تھے: ''ڈرو نہیں، ڈرو نہیں (کوئی خطرہ نہیں)۔'' ❷

آپ ﷺ سب سے زیادہ حیادار اور پست نگاہ تھے۔ ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ پردہ نشین کنواری سے بھی زیادہ حیادار تھے۔ جب آپ ﷺ کو کوئی بات ناگوار گزرتی تو چہرے سے پتا لگ جاتا۔ ❸ اپنی نظریں کسی کے چہرے پر گاڑتے نہ تھے۔ نگاہ پست رکھتے تھے اور آسمان کی بہ نسبت زمین کی طرف نظر زیادہ دیر تک رہتی تھی۔ عموماً نیچی نگاہ سے تاکتے۔ حیا اور کرم نفس کا عالم یہ تھا کہ کسی سے ناگوار بات رُو در رُو نہ کہتے اور کسی کی کوئی ناگوار بات آپ ﷺ تک پہنچتی تو نام لے کر اس کا ذکر نہ کرتے بلکہ یوں فرماتے کہ کیا بات ہے کہ کچھ لوگ ایسا کر رہے ہیں۔ فرزدق کے اس شعر کے سب سے زیادہ صحیح مصدق آپ ﷺ تھے:

یغضی حیاء ویغضی من مهابته　　فلا یکلم الاحین یبتسم

''آپ حیاء کے سبب اپنی نگاہ پست رکھتے ہیں اور آپ کی ہیبت کے سبب نگاہیں پست رکھی جاتی ہیں، چنانچہ آپ سے اُسی وقت گفتگو کی جاتی ہے، جب آپ تبسم فرمارہے ہوں۔''

آپ ﷺ سب سے زیادہ عادل، پاکدامن، صادق اللہجہ اور عظیم الامانۃ تھے۔ اس کا اعتراف آپ ﷺ کے دوست دشمن سب کو ہے۔ نبوت سے پہلے آپ ﷺ کو امین کہا

❶ شفاء قاضی عیاض: ۸۹/۱۔ صحاح و سنن میں بھی اس مضمون کی روایت موجود ہے۔

❷ صحیح مسلم: ۲۵۲/۲۔ صحیح بخاری: ۴۰۷/۱

❸ صحیح بخاری: ۱/ ۵۰۴.

جاتا تھا اور دورِ جاہلیت میں آپ کے پاس فیصلے کے لیے مقدمات لائے جاتے تھے۔ جامع ترمذی میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک بار ابوجہل نے آپ ﷺ سے کہا: ''ہم آپ کو جھوٹا نہیں کہتے، البتہ آپ ﷺ جو کچھ لے کر آئے ہیں اسے جھٹلاتے ہیں۔'' اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

﴿ فَإِنَّهُمْ لَا يُكَذِّبُونَكَ وَلَٰكِنَّ الظَّالِمِينَ بِآيَاتِ اللَّهِ يَجْحَدُونَ ۝ ﴾

(الانعام : ۳۳)

''یہ لوگ آپ ﷺ کو نہیں جھٹلاتے، بلکہ یہ ظالم اللہ کی آیتوں کا انکار کرتے ہیں۔'' [1]

ہرقل نے ابوسفیان سے دریافت کیا کہ کیا اس (نبی ﷺ) نے جو بات کہی ہے، اس کے کہنے سے پہلے تم لوگ اُن پر جھوٹ کا الزام لگاتے تھے؟ تو ابوسفیان نے جواب دیا کہ؛ ''نہیں!''

آپ ﷺ سب سے زیادہ متواضع اور تکبر سے دور تھے۔ جس طرح بادشاہوں کے لیے ان کے خدام و حاشیہ بردار کھڑے رہتے ہیں اس طرح اپنے لیے آپ ﷺ صحابہ کرام ؓ کو کھڑے ہونے سے منع فرماتے تھے۔ مسکینوں کی عیادت کرتے تھے، فقرأ کے ساتھ اُٹھتے بیٹھتے تھے، غلام کی دعوت منظور فرماتے تھے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین میں کسی امتیاز کے بغیر ایک عام آدمی کی طرح بیٹھتے تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ اپنے جوتے خود ٹانکتے تھے، اپنے کپڑے خود سیتے تھے اور اپنے ہاتھ سے اس طرح کام کرتے تھے، جیسے تم میں سے کوئی آدمی اپنے گھر کے کام کاج کرتا ہے۔ آپ ﷺ بھی انسانوں میں سے ایک انسان تھے۔ اپنے کپڑے خود ہی دیکھتے (کہ کہیں اس میں جوں نہ ہو) اپنی بکری خود دوہتے تھے اور اپنا کام خود کرتے تھے۔ [2]

آپ ﷺ سب سے بڑھ کر عہد کی پابندی اور صلح رحمی فرماتے تھے، لوگوں کے ساتھ

[1] مشکوٰۃ: ۲/ ۵۲۱۔ [2] مشکوٰۃ: ۲/ ۵۲۰۔

سب سے زیادہ شفقت اور رحم و مروت سے پیش آتے تھے، رہائش اور ادب میں سب سے اچھے تھے۔ آپ ﷺ کا اخلاق سب سے زیادہ کشادہ تھا۔ بدخلقی سے سب سے زیادہ دور و نفور تھے۔ نہ عادتاً فحش گو تھے نہ بہ تکلف فحش کہتے تھے، نہ لعنت کرتے تھے۔ نہ بازار میں چیختے چلاتے تھے نہ برائی کا بدلہ برائی سے دیتے تھے، بلکہ معافی اور درگذر سے کام لیتے تھے۔ کسی کو اپنے پیچھے چلتا ہوا نہ چھوڑتے تھے اور نہ کھانے پینے میں اپنے غلاموں اور لونڈیوں پر ترفّع اختیار فرماتے تھے۔ اپنے خادم کا کام خود ہی کر دیتے تھے۔ کبھی اپنے خادم کو اُف نہیں کہا۔ نہ اس پر کسی کام کے کرنے یا نہ کرنے پر عتاب فرمایا۔ مسکینوں سے محبت کرتے، ان کے ساتھ اُٹھتے بیٹھتے اور ان کے جنازوں میں حاضر ہوتے تھے۔ کسی فقیر کو اس کے فقیر کی وجہ سے حقیر نہیں سمجھتے تھے۔ ایک بار آپ ﷺ سفر میں تھے۔ ایک بکری کاٹنے پکانے کا مشورہ ہوا۔ ایک نے کہا: ذبح کرنا، میرے ذمہ۔ دوسرے نے کہا! کھال اتارنا، میرے ذمہ۔ تیسرے نے کہا: پکانا، میرے ذمہ۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ایندھن کی لکڑیاں جمع کرنا میرے ذمہ۔ صحابہ نے عرض کیا: ہم آپ ﷺ کا کام کر دیں گے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''میں جانتا ہوں تم لوگ میرا کام کر دو گے لیکن میں پسند نہیں کرتا کہ تم پر امتیاز حاصل کروں، کیوں کہ اللہ اپنے بندے کی یہ حرکت ناپسند کرتا ہے کہ اپنے آپ کو اپنے رفقا میں ممتاز سمجھے۔'' اس کے بعد آپ ﷺ نے اُٹھ کر لکڑیاں جمع فرمائیں۔'' [1]

آیئے ذرا ہند رضی اللہ عنہا بن ابی ہالہ کی زبانی رسول اللہ ﷺ کے اوصاف سنیں۔ ہند رضی اللہ عنہا اپنی ایک طویل روایت میں کہتے ہیں: ''رسول اللہ ﷺ پیہم غموں سے دوچار تھے۔ ہمیشہ غور و فکر فرماتے رہتے تھے۔ آپ ﷺ کے لیے راحت نہ تھی۔ بلا ضرورت نہ بولتے تھے۔ دیر تک خاموش رہتے تھے۔ از اوّل تا آخر بات پورے منہ سے کرتے تھے، یعنی صرف منہ کے کنارے سے نہ بولتے تھے۔ جامع اور دوٹوک کلمات کہتے تھے، جن میں نہ فضول گوئی ہوتی تھی نہ کوتاہی۔ نرم خو تھے، جفا جو اور حقیر نہ تھے۔ نعمت معمولی بھی ہوتی تو اس کی تعظیم کرتے

---

[1] خلاصة السير، ص: ٢٢.

تھے کسی چیز کی مذمت نہیں فرماتے تھے، کھانے کی نہ برائی کرتے تھے، نہ تعریف حق کو کوئی نقصان پہنچاتا تو جب تک انتقام نہ لیتے، آپ ﷺ کے غضب کو روکا نہ جا سکتا تھا۔ البتہ کشادہ دل تھے؛ اپنے نفس کے لیے نہ غضب ناک ہوتے نہ انتقام لیتے۔ جب اشارہ فرماتے تو پوری ہتھیلی سے اشارہ فرماتے اور تعجب کے وقت ہتھیلی پلٹتے۔ جب غضبناک ہوتے تو رُخ پھیر لیتے اور جب خوش ہوتے تو نگاہ پست فرما لیتے۔ آپؐ کی بیشتر ہنسی تبسم کی صورت میں تھی۔ مسکراتے تو دانت اولوں کی طرح چمکتے۔

لا یعنی بات سے زبان روکے رکھتے۔ ساتھیوں کو جوڑتے تھے، توڑتے نہ تھے۔ ہر قوم کے معزز آدمی کی تکریم فرماتے تھے اور اسی کو ان کا والی بناتے تھے۔ لوگوں (کے شر) سے محتاط رہتے اور ان سے بچاؤ اختیار فرماتے تھے، لیکن اس کے لیے کسی سے اپنی خندہ جبینی ختم نہ فرماتے تھے۔

اپنے اصحاب رضی اللہ عنہ کی خبر گیری کرتے اور لوگوں کے حالات دریافت فرماتے۔ اچھی چیز کی تحسین وتصویب فرماتے اور بری چیز کی تقبیح وتوہین۔ معتدل تھے، افراط وتفریط سے دُور تھے۔ غافل نہ ہوتے تھے کہ مبادا لوگ بھی غافل یا ملول خاطر ہو جائیں۔ ہر حالت کے لیے مستعد رہتے تھے۔ حق سے کوتاہی نہ فرماتے تھے، نہ حق سے تجاوز فرما کر ناحق کی طرف جاتے تھے۔ جو لوگ آپ ﷺ کے قریب رہتے تھے، وہ سب سے اچھے لوگ تھے اور ان میں بھی آپ ﷺ کے نزدیک افضل وہ تھا جو سب سے بڑھ کر خیر خواہ ہو؛ اور سب سے زیادہ قدر آپ ﷺ کے نزدیک اس کی تھی جو سب سے اچھا غمگسار و مددگار ہو۔

آپ ﷺ اُٹھتے بیٹھتے اللہ کا ذکر ضرور فرماتے، جگہیں متعین نہ فرماتے ...... یعنی اپنے لیے کوئی امتیازی جگہ مقرر نہ فرماتے ...... جب قوم کے پاس پہنچتے تو مجلس میں جہاں جگہ مل جاتی بیٹھ جاتے اور اسی کا حکم بھی فرماتے۔ سب اہل مجلس پر برابر توجہ فرماتے، حتی کہ کوئی جلیس یہ نہ محسوس کرتا کہ کوئی شخص آپ ﷺ کے نزدیک اس سے زیادہ باعزت ہے۔ کوئی کسی ضرورت سے آپ ﷺ کے پاس بیٹھتا یا کھڑا ہوتا تو آپ ﷺ اتنے صبر کے ساتھ اس

کے لیے رُکے رہتے کہ وہ خود ہی واپس ہوتا۔ کوئی کسی ضرورت کا سوال کر دیتا تو آپ ﷺ اسے عطا کیے بغیر یا اچھی بات کہے بغیر واپس نہ فرماتے۔ آپ ﷺ نے اپنی خندہ جبینی اور اخلاق سے سب کو نوازا، یہاں تک کہ آپ ﷺ سب کے لیے باپ کا درجہ رکھتے تھے اور سب آپ ﷺ کے نزدیک یکساں حق رکھتے تھے، کسی کو فضیلت تھی تو تقویٰ کی بنیاد پر۔ آپ ﷺ کی مجلس حلم و حیاء اور صبر و امانت کی مجلس تھی۔ اس میں آوازیں بلند نہ کی جاتی تھیں اور نہ حرمتوں پر عیب لگتے تھے...... یعنی کسی کی بے آبروئی کا اندیشہ نہ تھا...... لوگ تقویٰ کی بدولت باہم محبت و ہمدردی رکھتے تھے۔ بڑے کا احترام کرتے تھے، چھوٹے پر رحم کرتے تھے، حاجت مند کو نوازتے تھے اور اجنبی کو انس عطا کرتے تھے۔

آپ ﷺ کے چہرے پر ہمیشہ بشاشت رہتی، سہل خو اور نرم پہلو تھے، جفا جو اور سخت خو نہ تھے۔ نہ چیختے چلاتے تھے، نہ فحش کہتے تھے نہ زیادہ عتاب فرماتے تھے نہ بہت تعریف کرتے تھے۔ جس چیز کی خواہش نہ ہوتی اس سے تغافل برتتے تھے۔ آپ ﷺ سے مایوسی نہیں ہوتی تھی۔ آپ ﷺ نے تین باتوں سے اپنے نفس کو محفوظ رکھا: (۱) ریاء سے، (۲) کسی چیز کی کثرت سے اور (۳) لایعنی بات سے۔ اور تین باتوں سے لوگوں کو محفوظ رکھا: یعنی آپ ﷺ (۱) کسی کی مذمت نہیں کرتے تھے، (۲) کسی کو عار نہیں دلاتے تھے (۳) اور کسی کی عیب جوئی نہیں کرتے تھے۔ آپ ﷺ وہی بات نوک زبان پر لاتے تھے جس میں ثواب کی اُمید ہوتی۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم تکلم فرماتے تو آپ ﷺ کے ہم نشین یوں سر جھکائے ہوتے گویا سروں پر پرندے بیٹھے ہیں اور جب آپ ﷺ خاموش ہوتے تو لوگ گفتگو کرتے۔ لوگ آپ ﷺ کے پاس گپ بازی نہ کرتے۔ آپ ﷺ کے پاس جو کوئی بولتا سب اس کے لیے خاموش رہتے، یہاں تک کہ وہ اپنی بات پوری کر لیتا۔ ان کی بات وہی ہوتی جو ان کا پہلا شخص کرتا۔ جس بات سے سب لوگ ہنستے اس سے آپ ﷺ بھی ہنستے اور جس بات پر سب لوگ تعجب کرتے، اس پر آپ ﷺ بھی تعجب کرتے۔ اجنبی آدمی درشت کلامی سے کام لیتا تو اس پر آپ ﷺ صبر کرتے اور فرماتے: ''جب تم لوگ حاجت مند کو

دیکھو کہ وہ اپنی حاجت کی طلب میں ہے تو اسے سامانِ ضرورت سے نواز دو۔'' آپ ﷺ احسان کا بدلہ دینے والے کے سوا کسی سے ثناء کے طالب نہ ہوتے۔ ❶

خارجہ بن زید رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی ﷺ اپنی مجلس میں سب سے زیادہ باوقار ہوتے۔ اپنے پاؤں وغیرہ نہ پھیلاتے، بہت زیادہ خاموش رہتے۔ بلا ضرورت نہ بولتے۔ جو شخص نامناسب بات بولتا اس سے رُخ پھیر لیتے۔ آپ ﷺ کی ہنسی مسکراہٹ تھی اور کلام دوٹوک؛ نہ فضول نہ کوتاہ۔ آپ ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کی ہنسی بھی آپ کی توقیر و اقتداء میں مسکراہٹ ہی کی حد تک ہوتی۔ ❷

حاصل یہ کہ نبی ﷺ بے نظیر صفاتِ کمال سے آراستہ تھے۔ آپ ﷺ کے ربّ نے آپ ﷺ کو بے نظیر ادب سے نوازا تھا، حتی کہ اس نے خود آپ ﷺ کی تعریف میں فرمایا: ﴿ وَإِنَّكَ لَعَلَىٰ خُلُقٍ عَظِيمٍ ۝ ﴾ [القلم: ٤] ...... ''یقیناً آپ ﷺ عظیم اخلاق پر ہیں۔'' اور یہ ایسی خوبیاں تھیں، جن کی وجہ سے لوگ آپ ﷺ کی طرف کھینچ آئے، دلوں میں آپ ﷺ کی محبت بیٹھ گئی اور آپ ﷺ کو قیادت کا وہ مقام حاصل ہوا کہ لوگ آپ ﷺ پر وارفتہ ہوگئے۔ ان ہی خوبیوں کے سبب آپ ﷺ کی قوم کی اکڑ اور سختی نرمی میں تبدیل ہوئی، یہاں تک کہ یہ اللہ کے دین میں فوج در فوج داخل ہوگئی۔

س: ١٦٦ ......سیّد الاوّلین والآخرین امام الانبیاء والمرسلین محمد النبی الکریم ﷺ کے اخلاقِ حسنہ کے بارے میں کچھ صحیح احادیث درج کیجیے؟

ج: ١٦٦ ...... نبی مکرم محمد رسول اللہ ﷺ کے اَخلاقِ حسنہ پر دلالت کرنے والی احادیث مبارکہ اور آثارِ صحابہ تو بہت زیادہ ہیں، مگر ہم چند ایک کا ذکر کرنے پر اکتفا کرتے ہیں:

(ا) سیّدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ''میں نے رسول اللہ ﷺ کی دس سال لگاتار خدمت کی تھی، مگر آپ نے کبھی بھی مجھے اُف تک نہیں کہا۔ اور نہ ہی کبھی آپ ﷺ

---

❶ شفاء قاضی عیاض: ١/ ١٢١ تا ١٢٦۔ نیز دیکھئے: شمائل ترمذی.

❷ ایضاً: ١/ ١٠٧.

نے مجھے یہ فرمایا: تم نے انس ایسا کیوں کیا، اور ایسا کیوں نہیں کیا؟ اور نہ ہی آپ نے کبھی میرے کام میں کوئی عیب نکالا۔'' ❶

(۲) جناب انس رضی اللہ عنہ یہ بھی بیان کرتے ہیں کہ: ''میں نے کوئی حریر و دیبا نہیں چھوا جو رسول اللہ ﷺ کی ہتھیلی سے زیادہ نرم ہو اور نہ کبھی کوئی عنبر یا مشک یا کوئی ایسی خوشبو سونگھی جو نبی مکرم ﷺ کے پسینے کی خوشبو سے بہتر ہو۔'' ❷

(۳) سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ: ایک بدو، بادہ نشین قسم کا آدمی مسجد نبوی میں آیا۔ نبی مکرم ﷺ بھی اس وقت تشریف فرما تھے۔ اس شخص نے دو رکعات نماز پڑھی اور جب فارغ ہوا تو کہنے لگا: اے اللہ! صرف میرے اوپر اور محمد ﷺ پر ہی رحم فرما، ہمارے ساتھ کسی اور پر رحم نہ کرنا۔ نبی کریم ﷺ اُس کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: '' تو نے اللہ کے بندے! ربّ کریم کی وسیع رحمت کو تنگ کر دیا۔'' (ایسا نہیں کہنا چاہیے۔) ابھی تھوڑی دیر گزری تھی کہ اُس نے مسجد میں پیشاب کر دیا۔ یہ دیکھ کر لوگ (مسجد میں موجود صحابہ کرام) اس کی طرف جلدی سے لپکے (تاکہ اس کو سرزنش کریں اور بعض نے کربھی ڈالی) تو نبی مکرم ﷺ نے فرمایا:

((دَعُوْهُ وَهَرِيْقُوْا عَلَى بَوْلِهِ سَجْلًا مِنْ مَاءٍ، أَوْ ذَنُوْبًا مِنْ مَاءٍ . فَإِنَّمَا بُعِثْتُمْ مُيَسِّرِيْنَ وَلَمْ تُبْعَثُوْا مُعَسِّرِيْنَ .)) ❸

'' اس مسکین کو چھوڑ دو اور اس کے پیشاب پر ایک ڈول پانی کا بہا دو۔ بلاشبہ تم لوگوں کو دنیا کے لیے آسانیاں کرنے کی خاطر بھیجا گیا ہے اُن پر سختیاں کرنے کے لیے تم مسلمان، مومن بنا کر نہیں بھیجے گئے۔''

---

❶ صحيح مسلم/ كتاب الفضائل/ باب في حسن خلقه ﷺ/ حديث: ٦٠١١، ٦٠١٤.

❷ صحيح البخاري/ كتاب المناقب: ١/ ٥٠٣ـ وصحيح مسلم: ٢/ ٢٥٧.

❸ صحيح البخاري/ كتاب الوضوء/ حديث: ٢٢٠ـ مسند الإمام أحمد: ٢/ ٢٣٩، ٢/ ٢٨٢ـ صحيح مسلم/ حديث: ٦٦١.

اور پھر نبی ﷺ نے اُسے بلا کر پیار سے سمجھا بھی دیا کہ: ''اے اللہ کے بندے! یہ مسجدیں پیشاب پائخانہ کرنے اور گندگی پھیلانے کے لیے نہیں بنائی جاتیں، بلکہ یہ تو اللہ کے ذکر نماز، قرآن کی تلاوت اور اُس کی عبادت کے لیے تعمیر کی جاتی ہیں۔'' ❶

(۴) سیّدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ ہی بیان کرتے ہیں کہ: ''میں کسی راستے پر نبی مکرم ﷺ کے ہمراہ جارہا تھا اور آپ علاقہ یمن کے نجران شہر کی بنی ہوئی ایک سخت حاشیے والی چادر اوڑھے ہوئے تھے۔ ایک گنوار نے (جو آپ ﷺ سے کسی چیز کا مطالبہ کرتا تھا۔) آپ کو چادر سمیت زور سے پکڑ کر کھینچا۔ آپ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی مکرم ﷺ کے مبارک کندھے کو دیکھا کہ اس چادر کے حاشیے نے آپ کے مبارک جسم پر نشان ڈال دیا ہے۔ یعنی اتنا زور سے اُس نے کھینچا تھا۔ اور پھر وہ کہنے لگے: اے محمد! اللہ کا جو مال تمہارے پاس ہے، اُس میں سے مجھے کچھ دلواؤ۔ رسول اللہ ﷺ اُس کی طرف متوجہ ہوئے اور ہنس دیے، (یعنی اس کی بے ادبی اور جہالت پر) اور پھر آپ ﷺ نے اُسے کچھ عطا کرنے کے لیے حکم فرمایا۔'' ❷

(۵) صحیح بخاری ہی میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے یہ روایت ہے کہ ہم لوگ ذات الرقاع میں نبی ﷺ کے ہمراہ تھے۔ (دستور یہ تھا کہ) جب ہم کسی سایہ دار درخت پر پہنچتے تو اسے نبی ﷺ کے لیے چھوڑ دیتے تھے۔ (ایک بار) نبی ﷺ نے پڑاؤ ڈالا اور لوگ درخت کا سایہ حاصل کرنے کے لیے ادھر اُدھر کانٹے دار درختوں کے درمیان بکھر گئے۔ رسول اللہ ﷺ بھی ایک درخت کے نیچے اُترے اور اسی درخت سے تلوار لٹکا کر سو گئے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہمیں بس ذرا سی نیند آئی تھی کہ اتنے میں ایک مشرک نے آ کر رسول اللہ ﷺ کی تلوار سونت لی اور بولا: ''تم مجھ سے ڈرتے ہو؟'' آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں! اس نے کہا: ''تب تمھیں مجھ سے کون بچائے گا؟'' آپ ﷺ

---

❶ صحيح مسلم/ حديث: ٦٦١.

❷ صحيح البخاري/ كتاب اللباس/ حديث: ٥٨٠٩ـ وصحيح مسلم/ حديث: ٢٤٢٩.

نے فرمایا: ''اللہ!''

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہمیں اچانک رسول اللہ ﷺ پکار رہے تھے۔ ہم پہنچے تو دیکھا کہ ایک اعرابی آپ ﷺ کے پاس بیٹھا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''میں سویا تھا اور اس نے میری تلوار سونت لی۔ اتنے میں جاگ گیا اور سونتی ہوئی تلوار اس کے ہاتھ میں تھی۔ اس نے مجھ سے کہا: ''تمھیں مجھ سے کون بچائے گا؟'' میں نے کہا: ''اللہ! تو اب یہ وہی شخص بیٹھا ہوا ہے۔'' پھر آپ ﷺ نے اس سے اظہارِ غصہ نہ کیا۔

ابوعوانہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں اتنی تفصیل اور ہے کہ (جب آپ ﷺ نے اس کے سوال کے جواب میں اللہ کہا تو) تلوار اس کے ہاتھ سے گر پڑی۔ پھر وہ تلوار رسول اللہ ﷺ نے اُٹھالی اور فرمایا: ''اب تمھیں مجھ سے کون بچائے گا؟'' اس نے کہا: آپ ﷺ اچھے پکڑنے والے ہوئے (یعنی احسان کیجیے)۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تم شہادت دیتے ہو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں اللہ کا رسول ہوں۔'' اس نے کہا: ''میں آپ ﷺ سے عہد کرتا ہوں کہ آپ ﷺ سے لڑائی نہیں کروں گا اور نہ آپ ﷺ سے لڑائی کرنے والوں کا ساتھ دوں گا۔'' حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ اس کے بعد آپ ﷺ نے اس کی راہ چھوڑ دی اور اس نے اپنی قوم میں جا کر کہا: ''میں تمہارے یہاں سب سے اچھے انسان کے پاس سے آ رہا ہوں۔'' [1]

س: ۱۶۷ ...... نبی مکرم ﷺ کے ساتھ شکل وصورت اور چال ڈھال میں مشابہ کون کون صحابہ کرام تھے رضی اللہ عنہم اجمعین؟

ج: ۱۶۷ ......حبیب ربّ العالمین سیّد الانبیاء والمرسلین محمد النبی الکریم ﷺ کی چال دھال اور شکل وصورت میں آپ سے مشابہ (۱) سادا تنا حسن وحسین ابناء علی، (۳) جعفر بن ابوطالب، (۴) ان کے بیٹے عبداللہ بن جعفر، (۵) قثم بن عباس بن عبدالمطلب، (۶) آپ کے چچا زاد بھائی ابوسفیان بن الحارث، (۷) مسلم بن عقیل بن ابوطالب، (۸) السائب بن

[1] مختصر السیرہ، شیخ عبداللہ نجدی، ص: ٢٦٤۔ نیز دیکھئے: فتح الباری: ٧/ ٤١٦.

یزید المطلبی (امام شافعی رحمہ اللہ کے جد اعلیٰ)، (۹) عبداللہ بن عامر بن کریز اور (۱۰) کابس بن ربیعہ بن عدی رضی اللہ عنہم ورحمہم اللہ جمیعاً۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے درج ذیل دو اشعار میں ان سب حضرات کو یوں شمار کیا ہے:

شِبْهُ النَّبِيِّ لِعَشْرٍ: سَائِبٍ وَأَبِيْ ⇔ سُفْيَانَ وَالْحَسَنَيْنِ الطَّاهِرَيْنِ هُمَا
وَجَعْفَرٍ وَابْنِهٖ، ثُمَّ ابْنِ عَامِرِهِمْ ⇔ وَمُسْلِمٍ كَابِسٍ يَتْلُوْهُ مَعَ قُثَمَا

دس میں ہے مشابہت نبی کی، سائب بن یزید، ابوسفیان بن الحارث، حسن و حسین طاہرین میں اور جعفر بن ابوطالب اور اُن کے بیٹے عبداللہ میں اور پھر اُنھیں میں سے عبداللہ بن عامر، مسلم بن عقیل، کابس بن ربیعہ اور قثم بن عباس رضی اللہ عنہم میں۔''

س: ۱۶۸ ...... جب رسول اللہ ﷺ کسی مجلس سے اُٹھنے کا ارادہ فرماتے تو کیا پڑھتے تھے؟ اس ذکر کا فائدہ کیا ہے؟

ج: ۱۶۸ ...... نبی مکرم ﷺ جب کسی مجلس سے اُٹھتے تو آپ یوں پڑھتے تھے:

((سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ أَشْهَدُ أَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا أَنْتَ أَسْتَغْفِرُكَ وَأَتُوْبُ إِلَيْكَ .)) [1]

''اے اللہ! تو (ہر نقص اور عیب سے) پاک ہے اور اپنی حمد و ثنائے جمیل کے ساتھ (تو تعریف کیا گیا ہے) میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ تیرے سوا کوئی سچا معبودِ برحق نہیں ہے۔ میں تجھ سے بخشش مانگتا ہوں اور تیری طرف رجوع کرتا ہوں۔''

اس دُعا و ذکر کا فائدہ یہ ہے کہ جو آدمی مجلس کے اختتام پر یہ کلمات ادا کر لیتا ہے اس کی تمام لغویات و اخطاء جو اُس سے مجلس میں ہوئی ہوتی ہیں معاف کر دی جاتی ہیں۔ اور اگر کوئی شخص کسی مجلس ذکر و تلاوت یا مجلس عبادت سے اُٹھتے وقت اسے پڑھتا ہے تو وہ اس کے لیے نیکیوں کی قبولیت کی مہر بن جاتی ہے جو اس کی حسنات پر لگائی جاتی ہے۔

---

[1] جامع الترمذي/ حديث: ٣٤٣٣۔ وقال الترمذي: هذا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

س: ۱۶۹ ...... وہ کون سے پیغمبر صاحب ﷺ ہیں کہ؛ جن کے متبعین کی تعداد قیامت والے دن سب سے زیادہ ہوگی؟ اور وہ کون سے پیغمبر صاحب ہیں علیہ الصلوٰۃ والسلام کہ جن کے ہاتھ میں قیامت والے دن ''لواء الحمد'' ہوگا؟ اور کون صاحب ہیں جو سب سے پہلے جنت کا دروازہ کھٹکھٹائیں گے؟

ج: ۱۶۹ ...... وہ محترم ومکرم نبی کہ جن کے اُمتی ومتبعین قیامت والے دن تمام انبیاء کی سب اُمتوں سے تعداد (اور نیکیوں میں بھی) سب سے زیادہ اور جن کے ہاتھ میں ''لواء الحمد'' ......اللہ کی حمد وثنائے جمیل کا جھنڈا ہوگا اور وہی اعلیٰ وارفع مرتبہ ومقام ودرجہ والے اللہ کے حبیب وخلیل بندے اور رسول کہ جو سب سے پہلے جنت کا دروازہ کھٹکھٹائیں گے وہ نبی ختم الرسل محمد رسول اللہ ﷺ ہی ہوں گے۔

س: ۱۷۰ ...... نبی مکرم ﷺ کی اُمت میں سے اُن لوگوں کی تعداد کتنی ہوگی جو بغیر حساب کتاب کے جنت میں داخل کیے جائیں گے؟ اور اُن کو عذاب بھی نہیں ہوگا؟ ان کا وصف کیا ہوگا؟

ج: ۱۷۰ ......سیّد الکونین محمد رسول اللہ ﷺ کی اُمت میں سے وہ لوگ جو بغیر کوئی حساب دیے اور بغیر کوئی سزا لیے جنت میں جا داخل ہوں گے، اُن کی تعداد ستر ہزار ہوگی (بلکہ ستر ہزار × ستر ہزار ہوگی) اور یہ وہ لوگ ہوں گے جو دنیا میں نہ ہی فال وغیرہ نکالتے، نکلواتے ہیں، نہ ہی بیماریوں اور مصائب کے وقت دم، جھاڑ پھونک کرواتے ہیں، نہ ہی وہ لوہا گرم کر کے کسی بیماری کے علاج کی خاطر اپنے جسم کو داغتے ہیں، بلکہ وہ ہر حال میں اپنے رب پر ہی توکل، بھروسہ کرتے ہیں، (اس قدر اُن کا ایمان پختہ ہوتا ہے)۔'' [1]

س: ۱۷۱ ...... جب کھانا رسول اللہ ﷺ کے قریب رکھ دیا جاتا تو آپ کیا پڑھتے تھے؟ اور جب آپ کھانے اور پینے کی کسی چیز سے فارغ ہوتے تو کیا پڑھتے تھے؟ اور اُس وقت کیا پڑھتے جب دستر خوان اُٹھا لیا جاتا تھا؟

---

[1] صحيح البخاري/ حديث: ٦٤٧٢/ كتاب الرقاق.

ج: ۱۷۱ ...... جب کھانا نبی مکرم ﷺ کے پاس رکھ دیا جاتا تو آپ ﷺ " بِسْمِ اللّٰہِ " پڑھتے۔ (اور دائیں ہاتھ سے کھانا شروع فرمادیتے) اور پھر جب کھانے یا پینے سے فارغ ہوجاتے تو یوں پڑھتے:

((اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِيْ أَطْعَمَ وَسَقٰی وَسَوَّغَهُ وَجَعَلَ لَهُ مَخْرَجًا .)) ❶

"سب پاکیزہ، اعلیٰ واُرفع تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں کہ جس نے کھلایا، پلایا، کھانے اور پینے کو نگلنے کے لائق کر دیا اور اس کے اخراج کا (بذریعہ نظام انہضام) راستہ بنا دیا۔"

((اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِيْ أَطْعَمَنِيْ هٰذَا وَرَزَقَنِيْهِ مِنْ غَیْرِ حَوْلٍ مِّنِّيْ وَلَا قُوَّةٍ .)) ❷

"سب طرح کی اچھی تعریف اس اللہ کے لیے ہے کہ جس نے مجھے یہ کھانا کھلایا اور میری کسی بھی کوشش اور طاقت کے بغیر مجھے یہ کھانا عطا فرمایا۔"

ایک ایسے صحابی سے روایت ہے کہ جس نے آٹھ، نو سال تک نبی مکرم ﷺ کی خدمت کی تھی کہ رسول اللہ ﷺ جب کھانے سے فارغ ہوجاتے تو یوں بھی پڑھا کرتے تھے:

((اَللّٰهُمَّ إِنَّكَ أَطْعَمْتَ وَسَقَیْتَ ، وَأَغْنَیْتَ وَأَقْنَیْتَ ، وَهَدَیْتَ وَاجْتَبَیْتَ . اَللّٰهُمَّ فَلَكَ الْحَمْدُ عَلَی مَا أَعْطَیْتُ .)) ❸

"اے اللہ! (تیرا شکر اور تیری ہی حمد وثناء ہے کہ) تو نے کھانا کھلایا، پانی (یا کوئی مشروب وغیرہ) پلایا، اسے نفع بخش بنایا (کہ یہ ہضم ہوکر خون پیدا کرے گا) اور

---

❶ سنن أبی داؤد والنسائی بالأسناد الصحیح عن ابی ایوب خالد بن زید الانصاري رضی اللّٰہ عنه، والاذکار ص: ۳۴۱.

❷ سنن أبی داؤد وابن ماجه وصحیح الترمذی: ۱۵۹/۳.

❸ مسند الامام أحمد: ۴/ ۶۲، ۳۳۷/۴، ۳۷۴/۵۔ وقال الشیخ شعیب: واسناده صحیحٌ.

خوش ذائقہ بنایا (اور اس سے سیری عطا کی) اور تو نے سیدھی راہ بھی سجھائی اور اپنے لیے ہمیں چن لیا۔ اے اللہ! اس چیز پر کہ جو تو نے ہمیں عطا کی میں تیری حمد وثناء کرتا ہوں۔''

اور جب دستر خوان اُٹھالیا جاتا تو آپ ﷺ یوں کہتے تھے:

((اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ حَمْدًا كَثِيْرًا طَيِّبًا مُّبَارَكًا فِيْهِ، غَيْرَ مَكْفِيٍّ وَلَا مُوَدَّعٍ وَلَا مُسْتَغْنًى عَنْهُ رَبَّنَا .)) ❶

''تمام اعلیٰ تعریفیں اللہ کے لیے ہیں، بہت زیادہ تعریف، نہایت پاکیزہ کہ جس میں برکت رکھی گئی ہے کہ جسے نہ ہی کافی سمجھا گیا ہے (کہ مزید تعریف کی ضرورت نہ ہو) نہ چھوڑا گیا ہے اور نہ ہی اے ہمارے پروردگار! اُس سے بے پرواہی کی گئی ہے۔''

س: ۱۷۲ ...... جب رات کے وقت نبی کریم ﷺ کروٹ بدلتے تو کیا پڑھتے تھے؟

ج: ۱۷۲ ......رسول اللہ ﷺ جب رات کو کروٹ بدلتے اور آنکھ کھل جاتی تو آپ یوں پڑھتے تھے:

((لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ، رَبُّ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا الْعَزِيْزُ الْغَفَّارُ .))

''اللہ ربّ العرش کریم کے سوا کوئی سچا معبودِ برحق نہیں کہ جو (اپنی ذاتِ اقدس وصفاتِ عالیہ اور اسماءِ حسنیٰ وشریعت مطہرہ میں) بالکل ہی اکیلا اور وہ ذات کہ جو سب پر غالب ہے۔ تمام آسمانوں، زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے، سب کا وہ رب (خالق و مالک، مدبر الامور اور معبودِ برحق) ہے جو نہایت غلبے

---

❶ صحیح البخاری / کتاب الأطعمة / باب ما یقول إذا فرغ من طعامه، ح: ٥٤٥٨ وجامع الترمذی، ح: ٣٤٥٦. حَمْدًا......کا اضافہ جامع الترمذی میں ہے۔

والا بخشنہار ہے۔''

س : ۱۷۳ ...... حبیب ربّ کبریاء ﷺ تسلیما کثیرا مسجد میں داخل ہوتے وقت کیا پڑھتے تھے اور جب مسجد سے باہر تشریف لاتے تو اس وقت کون سی دعا پڑھتے تھے؟

ج : ۱۷۳ ...... نبی مکرم ﷺ مسجد میں داخل ہونے اور مسجد سے نکلنے کی دعائیں یوں پڑھا کرتے تھے:

((أَعُوْذُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْمِ وَبِوَجْهِهِ الْكَرِيْمِ وَبِسُلْطَانِهِ الْقَدِيْمِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ. بِسْمِ اللّٰهِ، اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ، اَللّٰهُمَّ افْتَحْ لِيْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ .)) [1]

''میں عظمت والے اللہ کی ، اس کے معزز چہرے کی اور اس کی قدیم سلطنت کی پناہ شیطان مردود سے چاہتا ہوں۔ اللہ کے نام سے (مسجد میں داخل ہو رہا ہوں) اے اللہ! تو محمد (رسول اللہ ﷺ) پر اپنی رحمتیں نازل فرما۔ اے اللہ! تو میرے لیے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے۔''

یوں بھی کہیں تو ٹھیک ہے۔ ان شاء اللہ:

((بِسْمِ اللّٰهِ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ، اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ ذُنُوْبِيْ وَافْتَحْ لِيْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ .)) [2]

''اللہ کے نام سے (میں مسجد میں داخل ہو رہا ہوں) اور دُرود وسلام اللہ رب العالمین کی طرف سے رسول اللہ (ﷺ) پر۔ اے اللہ! میرے گناہ معاف کر دے اور میرے لیے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے۔''

مسجد سے نکلنے کی دعا:

((بِسْمِ اللّٰهِ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ، اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ

---

[1] الکلم الطیّب ، الاذکار للنووی۔ اور ابن السنّی رحمہم اللہ کی عمل الیوم واللیلۃ سے یہ الفاظ نقل کیے گئے ہیں۔

[2] سنن أبی داؤد ، ح: ٤٦٥ اور صحیح ابن ماجه: ۱۲۹/۱ ، ح: ۷۷۱.

أَسْأَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ . اَللّٰهُمَّ اعْصِمْنِي مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ .)) ❶

''اللہ کے نام سے (میں مسجد سے باہر جا رہا ہوں) اور اللہ رب العالمین کی طرف سے (ان گنت) دُرود وسلام ہوں محمد رسول اللہ ﷺ پر۔ اے اللہ! میں تجھ سے تیرے فضل کا سوال کرتا ہوں۔ اے اللہ! مجھے مردود شیطان سے بچا کر رکھیو۔''

س: ۱۷۴ ......سوتے وقت نبی کریم ﷺ کی عملی سنن کا ذکر کریں؟

ج: ۱۷۴ ......رسول اللہ ﷺ سوتے وقت درج ذیل کام سرانجام دیا کرتے تھے:

۱: بسر کو جھاڑنا۔

۲: وتر کا پڑھنا (آپ ﷺ تو نمازِ وتر آخر رات میں نمازِ تہجد کے آخر پر پڑھا کرتے تھے، مگر بعض صحابہ کرام کو آپ نے سونے سے پہلے وتر پڑھ لینے کی وصیت فرما رکھی تھی۔ اس لیے احتیاطاً مسنون عمل یہ ہے کہ) سوتے وقت وتر پڑھ لیے جائیں۔

۳: بستر پر بیٹھ کر، پاؤں پسار کے دونوں ہاتھوں پر سورۃ الاخلاص اور معوذتین پڑھ کر ان میں پھونک مارنا اور اپنے چہرے اور جہاں تک جسم پر ہاتھ پہنچیں وہاں تک ہاتھوں کو پھیرنا۔ یہ عمل آپ ﷺ تین بار کیا کرتے تھے۔

۴: دایاں ہاتھ اپنے دائیں گال کے نیچے رکھ کر قبل رُخ ہو کر داہنیں کروٹ لیٹنا۔ (سونے سے پہلے یہ مسنون اعمال واشغال ہیں۔)

س: ۱۷۵ ......سوتے وقت نبی کریم ﷺ کی قولی سنن ذکر کریں؟

ج: ۱۷۵ ......مسلمان آدمی جب سونے کا ارادہ کرے تو نبی مکرم ﷺ کی سنت پر عمل کرتے ہوئے درج ذیل اذکار کر کے سوئے۔ آپ ﷺ ایسا ہی کیا کرتے تھے۔

(۱) آیۃ الکرسی کی تلاوت۔ (۲) سورۃ البقرہ کی آخری دو آیات۔ (۳) تینوں آخری قل......یعنی ﴿ قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ ۝ ﴾، ﴿ قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ ۝ ﴾، اور ﴿ قُلْ أَعُوذُ

---

❶ حوالہ سابقہ۔ وسنن ابن ماجه، ح: ۷۷۲.

النَّاسِ ○ ﴾ [1] ......(۴) سورۃ السجدہ اور سورۃ الملک کی تلاوت۔ [2] (۵) اس کے بعد یوں پڑھیں:

[۱] ((بِاسْمِكَ رَبِّيْ وَضَعْتُ جَنْبِيْ وَبِكَ أَرْفَعُهُ، إِنْ أَمْسَكْتَ نَفْسِيْ فَارْحَمْهَا وَإِنْ أَرْسَلْتَهَا فَاحْفَظْهَا بِمَا تَحْفَظُ بِهٖ عِبَادَكَ الصَّالِحِيْنَ .)) [3] (ایک بار)

''تیرے ہی نام کے ساتھ اے میرے پروردگار میں نے اپنا پہلو رکھا اور تیرے نام کے ساتھ ہی اسے اُٹھاؤں گا۔ پس اگر تو میری جان کو روک لے تو اس پر رحم کر اور اگر چھوڑ دے تو اس کی حفاظت کر اس چیز سے کہ جس کے ساتھ تو اپنے نیک بندوں کی حفاظت کرتا ہے۔''

[۲] ((أَللّٰهُمَّ أَسْلَمْتُ نَفْسِيْ إِلَيْكَ وَفَوَّضْتُ أَمْرِيْ إِلَيْكَ وَوَجَّهْتُ وَجْهِيْ إِلَيْكَ وَأَلْجَأْتُ ظَهْرِيْ إِلَيْكَ، رَغْبَةً وَّرَهْبَةً إِلَيْكَ، لَا مَلْجَأَ وَلَا مَنْجَأَ مِنْكَ إِلَّا إِلَيْكَ، آمَنْتُ بِكِتَابِكَ الَّذِيْ أَنْزَلْتَ وَبِنَبِيِّكَ الَّذِيْ أَرْسَلْتَ .)) [4] (ایک بار)

''اے اللہ! میں نے اپنے نفس کو تیرے تابع کر لیا۔ اپنا کام تیرے سپرد کر دیا۔ اپنا چہرہ تیری طرف پھیر لیا اور اپنی پشت تیری طرف جھکا لی تیری طرف رغبت کرتے ہوئے اور تجھ سے ڈرتے ہوئے۔ نہ تجھ سے پناہ کی کوئی جگہ ہے اور نہ بھاگ کر جانے کی مگر تیری طرف۔ میں ایمان لایا تیری کتاب پر جو تو نے اُتاری

---

[1] صحيح البخاري/ كتاب الدعوات/ حديث: ٦٣١٩۔ وصحيح مسلم.

[2] جامع الترمذي/ كتاب فضائل القرآن/ حديث: ٢٨٩٢.

[3] صحيح البخارى / كتاب الدعوات، ح: ٦٣٢٠، صحيح مسلم / كتاب الذكر والدعاء، ح: ٦٨٩٢، ٢٧١٤.

[4] صحيح البخارى / كتاب الدعوات، ح: ٦٣١١، ٦٣١٢. صحيح مسلم / كتاب الذكر والدعاء، ح: ٦٨٨٤.

ہے اور تیرے نبی پر کہ جسے تو نے بھیجا ہے۔“

[۳] ((أَللّٰهُمَّ بِاسْمِكَ أَمُوْتُ وَأَحْيَا .)) ❶

”اے اللہ! میں تیرے نام کے ساتھ ہی مر رہا ہوں اور تیرے نام کے ساتھ ہی زندہ رہوں گا۔“

۶: سُبْحَانَ اللّٰهِ ۳۳ بار، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ۳۳ بار، اَللّٰهُ أَكْبَرُ ۳۴ بار۔ ❷

[۱] ((اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ اَطْعَمَنَا وَسَقَانَا وَكَفَانَا وَآوَانَا فَكَمْ مِمَّنْ لَا كَافِيَ لَهٗ وَلَا مُؤْوِيَ .)) ❸ (ایک بار)

”سب تعریف اللہ کے لیے ہے جس نے ہمیں کھلایا اور پلایا۔ ہمیں وہ کافی ہو گیا اور ہمیں اس نے جگہ دی۔ پس کتنے ہی لوگ ہیں جنہیں کوئی کفایت کرنے والا نہیں اور نہ کوئی جگہ دینے والا ہے۔“

[۲] ((أَللّٰهُمَّ أَنْتَ خَلَقْتَ نَفْسِيْ وَأَنْتَ تَتَوَفَّاهَا ، لَكَ مَمَاتُهَا وَمَحْيَاهَا ، إِنْ أَحْيَيْتَهَا فَاحْفَظْهَا وَإِنْ أَمَتَّهَا فَاغْفِرْلَهَا ، أَللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ الْعَافِيَةَ .)) ❹ (ایک بار)

”اے اللہ! تو نے ہی میری جان پیدا کی۔ تو ہی اسے فوت کرے گا۔ تیرے ہی لیے اس کی موت اور زندگی ہے۔ اگر تو اسے زندہ رکھے تو اس کی حفاظت کر اور اگر اسے موت دے تو اسے بخش دے۔ اے اللہ! میں تجھ سے عافیت کا سوال کرتا ہوں۔“

۷: ((أَللّٰهُمَّ عَالِمَ الغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَاطِرَ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضِ رَبَّ كُلِّ شَيْءٍ وَمَلِيْكِهِ ، أَشْهَدُ أَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا أَنْتَ ، أَعُوْذُبِكَ

---

❶ صحیح البخاری/ کتاب الدعوات، ح: ٦٣١٤۔ صحیح مسلم/ کتاب الذکر والدعاء، ح: ٦٨٨٧.

❷ صحیح البخاری/ کتاب الدعوات، ح: ٦٣١٨۔ صحیح مسلم/ کتاب الذکر والدعاء، ح: ٦٩١٥.

❸ صحیح مسلم/ کتاب الذکر والدعاء، ح: ٦٨٩٤.

❹ صحیح مسلم/ کتاب الذکر والدعاء، ح: ٦٨٨٨.

مِنْ شَرِّ نَفْسِي وَمِنْ شَرِّ الشَّيْطَانِ وَشِرْكِهِ وَأَنْ أَقْتَرِفَ عَلَى نَفْسِيْ سُوْءًا أَوْ أَجُرَّهُ إِلَى مُسْلِمٍ .)) ❶

''اے اللہ! جو تمام غیب (نامعلوم چیزوں) کا جاننے والا ہے اور حاضر (انسانی علم میں آجانے) کو بھی۔ تمام آسمانوں اور زمین کو پیدا کرنے والے اے اللہ! ہر چیز کے پروردگار اور مالک! میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ تیرے سوا کوئی معبودِ برحق نہیں۔ میں اپنے نفس کے شر سے تیری پناہ کا طلبگار ہوں اور شیطان کے شر اور اس کے شرک سے بھی تیری پناہ چاہتا ہوں اور یہ کہ میں اپنے نفس پر کسی برائی کی کمائی کروں یا میں اس برائی کو کسی مسلمان کی طرف کر لے جاؤں، اس سے بھی میں تیری پناہ کا طلبگار ہوں۔''

۸: ((أَللّٰهُمَّ رَبَّ السَّمٰوَاتِ وَرَبَّ الْأَرْضِ وَرَبَّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ، رَبَّنَا وَرَبَّ كُلِّ شَيْءٍ، فَالِقَ الْحَبِّ وَالنَّوٰى، مُنْزِلَ التَّوْرَاةِ وَالْإِنْجِيْلِ وَالْقُرْآنِ، أَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّ كُلِّ شَيْءٍ أَنْتَ آخِذٌ بِنَاصِيَتِهِ، أَللّٰهُمَّ أَنْتَ الْأَوَّلُ فَلَيْسَ قَبْلَكَ شَيْءٌ وَأَنْتَ الْآخِرُ فَلَيْسَ بَعْدَكَ شَيْءٌ، وَأَنْتَ الظَّاهِرُ فَلَيْسَ فَوْقَكَ شَيْءٌ وَأَنْتَ الْبَاطِنُ فَلَيْسَ دُوْنَكَ شَيْءٌ اِقْضِ عَنَّا الدَّيْنَ وَأَغْنِنَا مِنَ الْفَقْرِ .)) ❷ (ایک بار)

''اے اللہ! سات آسمانوں کے رب اور عرش عظیم کے مالک! ہمارے اور ہر شے کے رب! دانے اور گٹھلی کو پھاڑنے والے (اللہ) تورات، انجیل اور قرآن کے اُتارنے والے! میں ہر اس چیز کی شر سے تیری پناہ چاہتا ہوں جس

❶ صحیح مسلم/ حدیث: ٦٨٩٤۔ وسنن ابی داؤد/ حدیث: ٥٠٦٧.

❷ صحیح مسلم/ كتاب الذكر والدعاء، ح: ٦٨٨٩۔ سنن أبي داؤد/ كتاب الأدب، ح: ٥٠٥١۔ الأذكار للنووي، ح: ١٣٨.

کی پیشانی تو پکڑے ہوئے ہے۔ اے اللہ! تو ہی اوّل ہے، پس تجھ سے پہلے کوئی چیز نہیں۔ تو ہی آخر ہے پس تیرے بعد کوئی چیز نہیں۔ تو ہی ظاہر ہے پس تجھ سے اوپر کوئی چیز نہیں اور تو ہی باطن ہے پس تیرے ورے کوئی چیز نہیں۔ مجھ سے قرض ادا کر دے اور ہمیں فقر سے غنی کر دے۔''

⊙ ((أَللّٰهُمَّ قِنِي عَذَابَكَ يَوْمَ تَبْعَثُ عِبَادَكَ .)) ❶ (تین بار)

''اے اللہ! مجھے اپنے عذاب سے بچا جس دن تو اپنے بندوں کو جمع کرے گا۔''

۹: ((أَللّٰهُمَّ أَنْتَ خَلَقْتَ نَفْسِي وَأَنْتَ تَتَوَفَّاهَا ، لَكَ مَمَاتُهَا وَمَحْيَاهَا ، إِنْ أَحْيَيْتَهَا فَاحْفَظْهَا وَإِنْ أَمَتَّهَا فَاغْفِرْ لَهَا ، أَللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ الْعَافِيَةَ .)) ❷ (ایک بار)

''اے اللہ! تو نے ہی میری جان پیدا کی۔ تو ہی اسے فوت کرے گا۔ تیرے ہی لیے اس کی موت اور زندگی ہے۔ اگر تو اسے زندہ رکھے تو اس کی حفاظت کر اور اگر اسے موت دے تو اسے بخش دے۔ اے اللہ! میں تجھ سے عافیت کا سوال کرتا ہوں۔''

س: ۱۷۶ ......اُس شخص کے بارے میں کیا حکم ہے کہ جسے خاتم المرسلین، نبی کریم محمد رسول اللہ ﷺ کے بارے میں علم ہو جائے اور وہ آپ ﷺ کے متعلق سن لے کہ محمد ﷺ اللہ کے سچے پیغمبر ہیں، نہ ایمان لائے اور نہ اتباع کرے؟ اس پر دلیل پیش کریں؟

ج: ۱۷۶ ......سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ لَا يَسْمَعُ بِي أَحَدٌ مِنْ هٰذِهِ الْأُمَّةِ يَهُودِيٌّ وَّلَا نَصْرَانِيٌّ ثُمَّ يَمُوتُ وَلَمْ يُؤْمِنْ بِالَّذِي أُرْسِلْتُ بِهِ إِلَّا كَانَ مِنْ أَصْحَابِ النَّارِ .)) ❸

---

❶ سنن أبی داؤد / کتاب الأدب ، ح: ٥٠٤٥.

❷ صحیح مسلم / کتاب الذکر والدعاء ، ح: ٦٨٨٨.

❸ رواہ مسلم/ کتاب الایمان، ح: ٣٨٦.

''اُس ذاتِ اقدس کی قسم! جس کے ہاتھ میں مجھ محمد (رسول اللہ ﷺ) کی جان ہے! اس اُمت دعوت (کفار ومشرکین) میں سے کوئی یہودی یا کوئی نصرانی میرے متعلق سن لے کہ میں اللہ کا سچا اور آخری پیغمبر ہوں (اور مجھے اللہ نے تمام دنیا کے لوگوں کی طرف نبی بنا کر بھیجا ہے) اور وہ اس دین پر (اور مجھ پر) ایمان نہ لائے کہ جسے میں دے کر بھیجا گیا ہوں اور اسی حالت پر اسے موت آ جائے تو وہ ضرور جہنمیوں میں سے ہوگا (اور ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جہنم میں رہے گا)۔''

اس صحیح حدیث مبارک میں اس بات کی صاف اور واضح دلیل موجود ہے کہ جو بھی کافر آدمی نبی مکرم محمد رسول اللہ ﷺ کے بارے میں سن لے اور وہ آپ پر ایمان نہ لائے وہ کافر ہے اور وہ جہنم میں جائے گا۔

س: ۱۷۷ ......اس شخص کے بارے میں شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے کہ جس نے اپنے آپ کو اسلام میں داخل ہونے سے روکے رکھا اور وہ اپنے ہی دین پر مصر رہا؟

ج: ۱۷۷ ......اسی طرح درج ذیل آیت کریمہ میں اس بات کی دلیل موجود ہے کہ جس شخص نے اپنے آپ کو جان بوجھ کر اسلام میں داخل ہونے سے روکے رکھا اور وہ اپنے کافرانہ دین پر قائم رہنے پر مصر رہا تو وہ بھی کافر ہے اور اُس کا ٹھکانہ بھی جہنم ہوگا۔ چنانچہ اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ٥ كَيْفَ يَهْدِي اللّٰهُ قَوْمًا كَفَرُوْا بَعْدَ اِيْمَانِهِمْ وَشَهِدُوْٓا اَنَّ الرَّسُوْلَ حَقٌّ وَّجَآءَهُمُ الْبَيِّنٰتُ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ٥ اُولٰٓئِكَ جَزَآؤُهُمْ اَنَّ عَلَيْهِمْ لَعْنَةَ اللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ ٥ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا لَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ ٥ ﴾

(آل عمران: ۸۵۔۸۸)

''اور جو شخص اسلام کے سوا کوئی اور دین چاہے تو ہرگز قبول نہ ہوگا، اس سے اور

آخرت میں ہوگا وہ نقصان (اُٹھانے والوں سے اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو کیوں راہ پر لائے گا جو کافر ہو گئے اپنے ایمان کے بعد اور بتا چکے کہ یہ رسول (حضرت محمدؐ) سچے (پیغمبر) ہیں اور کھلی کھلی نشانیاں ان کو پہنچ گئیں اور اللہ بے انصاف لوگوں کو راہ پر نہیں لاتا۔ ان لوگوں کی سزا یہ ہے کہ ان پر اللہ اور فرشتوں اور سب لوگوں کی پھٹکار ہے۔ وہ ہمیشہ اس میں (یعنی اس پھٹکار میں یا دوزخ میں کیونکہ پھٹکار والوں کا ٹھکانا وہی ہے) رہیں گے نہ ان کا عذاب ہلکا ہوگا نہ ان کو مہلت ملے گی۔'' [1]

س:۱۷۸ ......کیا خاتم الانبیاء والرسل نبی مکرم محمد بن عبداللہ القرشی الہاشمی ﷺ کی نبوت و رسالت دُنیا کی اقوام میں سے کسی خاص (عرب) قوم کی طرف تھی یا بلا تفریق و تقسیم دنیا کے تمام (عربی و عجمی) لوگوں کی طرف تھی؟ دلیل سے بات کریں؟

ج:۱۷۸ ......درج ذیل دلائل سے بالکل صاف اور واضح معلوم ہوتا ہے کہ نبی مکرم محمد رسول اللہ ﷺ کی رسالت و نبوت دنیا جہان کے تمام لوگوں اور قیامت تک کی تمام اقوام کے لیے ہے نہ کہ کسی خاص ملت وقوم کے لیے۔

۱۔ اللہ عزوجل کا ارشادِ گرامی قدر ہے:

﴿ وَمَآ اَرۡسَلۡنٰكَ اِلَّا رَحۡمَةً لِّلۡعٰلَمِيۡنَ ﴾ (الانبیاء: ۱۰۷)

''اور (اے پیغمبرؐ) ہم نے تو تجھ کو سارے جہان کے لیے رحمت بنا کر بھیجا۔''

۲۔ دوسرے مقام پر یوں فرمایا ہے:

﴿ وَمَآ اَرۡسَلۡنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيۡرًا وَّنَذِيۡرًا وَّلٰكِنَّ اَكۡثَرَ

---

[1] یعنی جو لوگ حق کے پوری طرح واضح ہو جانے اور آنحضرت ﷺ کے سچا نبی ہونے کے روشن دلائل دیکھنے کے باوجود محض کبر و حسد اور حب جاہ و مال کی بنا پر کفر کی روش پر قائم رہے یا ایک مرتبہ اسلام قبول کر لینے کے بعد پھر مرتد ہو گئے وہ سراسر ظالم و بد بخت ہیں۔ ایسے لوگوں کو راہِ ہدایت دکھانا اللہ تعالیٰ کا قانون نہیں ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ مرتد کافر سے زیادہ مجرم ہے۔ (ابن کثیر، شوکانی)

النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝﴾ (سبا : ۲۸)

’’اور (اے پیغمبرؐ!) ہم نے تو تجھ کو ساری (دنیا کے) لوگوں کو خوشخبری سنانے اور (عذاب سے) ڈرانے کے لیے بھیجا ہے، پر اکثر لوگ نادان ہیں۔‘‘

۳۔ تیسرے مقام پر ایک فرمان اس طرح سے ہے:

﴿ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ ۝ وَلَتَعْلَمُنَّ نَبَاَهٗ بَعْدَ حِيْنٍ ۝﴾

(صٓ : ۸۷۔۸۸)

’’قرآن اور کچھ نہیں سارے جہان (جن اور آدمیوں) کے لیے نصیحت ہے اور تم کو (اے کافرو!) کچھ دنوں بعد اس کی حقیقت ضرور معلوم ہو جائے گی۔‘‘

۴۔ پھر یہ فرمان بھی پڑھ لیں:

﴿ قُلْ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعَا ۨالَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ الَّذِيْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَكَلِمٰتِهٖ وَاتَّبِعُوْهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ۝﴾ (الاعراف : ۱۵۸)

’’(اے پیغمبرؐ!) کہہ دے میں تم سب لوگوں کی طرف (عرب ہوں یا عجم) اللہ تعالیٰ کا بھیجا ہوا ہوں، جس کی آسمانوں اور زمین میں بادشاہت ہے، اُس کے سوا کوئی سچا اللہ نہیں وہی جلاتا ہے وہی مارتا ہے تو (لوگو!) اللہ تعالیٰ پر اور اُسکے پیغمبر اَن پڑھ نبی پر ایمان لاؤ جو اللہ تعالیٰ اور اس کی باتوں پر یقین رکھتا ہے اور اس کی پیروی کرو، تاکہ تم راہ پاؤ۔‘‘

۵۔ ایک اور مقام پر دیکھئے:

﴿ مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَاۤ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ۝﴾ (الاحزاب : ۴۰)

’’محمدؐ تم میں سے کسی مرد کا باپ نہیں ہے البتہ وہ اللہ تعالیٰ کا پیغمبر ہے اور

پیغمبروں کا ختم کرنے والا اور اللہ تعالیٰ سب کو جانتا ہے۔''

س: ۱۷۹ ...... کیا سیّد الجنۃ والبشر خاتم الانبیاء والرسل محمد النبی الکریم ﷺ کا ذکر سابقہ آسمانی کتابوں میں پایا جاتا ہے؟ اس کی دلیل قرآنِ مجید سے پیش کریں؟

ج: ۱۷۹ ...... جی ہاں! نبی مکرم محمد رسول اللہ ﷺ کا ذکر، آپ کے اوصاف اور آپ کا نام سابقہ الہامی و آسمانی کتب میں پوری صراحت سے موجود تھا۔ اس کی دلیل قرآن میں یوں ہے: (تورات وانجیل میں اگرچہ یہود ونصاریٰ نے بغض وعناد میں تحریف کرکے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف اور آپ کا ذکر اپنی کتب سے مٹانے کی پوری کوشش کی ہے، مگر پھر بھی بعض اشارات ابھی تک موجود ہیں، جن کا ذکر اگلے دو سوالات میں آ رہا ہے۔ فی الحال ہم قرآن کا مطالعہ کرتے ہیں۔) اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ الَّذِيْ يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ يَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهٰهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِيْ كَانَتْ عَلَيْهِمْ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَعَزَّرُوْهُ وَنَصَرُوْهُ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗٓ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝ ﴾

(الاعراف: ۱۵۷)

''یہ لوگ وہ ہیں جو اُس پیغمبر اَن پڑھ نبی (یعنی حضرت محمد ﷺ) کی پیروی کرتے ہیں جس کا ذکر اپنے پاس تورات اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں، وہ اُن کو اچھے کام کرنے کا حکم دیتا ہے اور برے کاموں سے منع کرتا ہے اور ستھری (پاکیزہ) چیزیں اُن کے لیے حلال کرتا ہے اور پلید (ناپاک) چیزیں اُن پر حرام کرتا ہے اور اُن پر سے بوجھ اُتار دیتا ہے اور وہ پھندے (کھول دیتا ہے) جو ان پر پڑے تھے، پھر جو لوگ اس پیغمبرؐ پر ایمان لائے اور اُس کی عزت کی اور اُس کی مدد کی اور اُس نور پر چلے جو اُس کے ساتھ اُتارا گیا، یہی لوگ مراد پانے والے ہیں۔''

س: ۱۸۰ ......تورات میں مندرج بعض ایسے نصوص و دلائل پیش کیجیے کہ جن میں نبی مکرم محمد رسول اللہ ﷺ کی بعثت کا ذکر موجود ہو؟

ج: ۱۸۰ ...... باوجود اس کے کہ؛ یہودیوں نے اللہ کی نازل کردہ کتاب تورات میں اپنی مرضی کے مطابق بہت ساری تحریف کر ڈالی تھی، نبی مکرم محمد رسول اللہ ﷺ کا ذکر اُن کی کتاب ''تورات'' میں موجود ہے اور بہت سارے ایسے اشارات اور جملے باقی رہ گئے ہیں، جو نبی مکرم ﷺ کی ذات اور نبوت تا قیامت کے لیے کھلا ثبوت ہیں۔ جیسا کہ:

(۱) ''اور خداوند نے مجھ سے کہا کہ وہ جو کچھ کہتے ہیں، سو ٹھیک کہتے ہیں۔ میں ان کے لیے اُن ہی کے بھائیوں میں سے تیری مانند ایک نبی برپا کروں گا اور اپنا کلام اُس کے منہ میں ڈالوں گا۔ اور جو کچھ میں اُسے حکم دوں گا وہی وہ اُن سے کہے گا۔ اور جو کوئی میری اُن باتوں کو جن کو وہ میرا نام لے کر کہے گا نہ سنے تو میں اُن کا حساب اُس سے لوں گا۔ لیکن جو نبی گستاخ بن کر کوئی ایسی بات میرے نام سے کہے جس کے کہنے کا میں نے اُس کو حکم نہیں دیا یا اَور معبودوں کے نام سے کچھ کہے تو وہ نبی قتل کیا جائے۔ اور اگر تو اپنے دل میں کہے کہ جو بات خداوند نے نہیں کہی ہے، اُسے ہم کیونکر پہچانیں؟ تو پہچان یہ ہے کہ جب وہ نبی خداوند کے نام سے کچھ کہے اور اُس کے کہے کے مطابق کچھ واقع یا پورا نہ ہو تو وہ بات خداوند کی کہی ہوئی نہیں، بلکہ اس نبی نے وہ بات خود گستاخ بن کر کہی ہے تو اس سے خوف نہ کرنا۔'' [1]

(۲) ''اُنھوں نے اُس چیز کے باعث جو خدا نہیں مجھے غیرت اور اپنی باطل باتوں سے مجھے غصہ دلایا۔ سو میں بھی اُن کے ذریعہ سے جو کوئی اُمت نہیں اُن کو غیرت اور ایک نادان قوم کے ذریعہ سے اُن کو غصہ دلاؤں گا۔'' [2]

(۳) ''اُن دنوں میں یوحنا بپتسمہ دینے والا آیا اور یہودیہ کے بیابان میں یہ منادی کرنے لگا

---

[1] کتاب مقدس ''پرانا اور نیا عہد نامہ'' کتاب استثناء/ باب ۱۸، آیت: ۱۷ تا ۲۲۔

[2] کتاب مقدس ''پرانا اور نیا عہد نامہ'' کتاب استثناء/ باب ۳۲، آیت: ۲۱۔

کہ؛ توبہ کرو، کیونکہ آسمان کی بادشاہی نزدیک آ گئی ہے۔ یہ وہی ہے جس کا ذکر یسعیاہ نبی کی معرفت یوں ہوا کہ بیابان میں پکارنے والے کی آواز آتی ہے کہ خداوند کی راہ تیار کرو اس کے سیدھے راستے بناؤ۔'' [1]

(۴) ''جب اس نے سنا کہ یوحنا پکڑوا دیا گیا تو گلیل کو روانہ ہوا۔ اور ناصرۃ کو چھوڑ کر کفرنحوم میں جا بسا۔ جو جھیل کے کنارے زبولون اور نفتالی کی سرحد پر ہے۔ تا کہ جو یسعیاہ نبی کی معرفت کہا گیا تھا وہ پورا ہو کہ۔ زبولون کا علاقہ اور نفتالی کا علاقہ ریا کی راہ یردن کے پار غیر قوموں کی گلیل۔ یعنی جو لوگ اندھیرے میں بیٹھے تھے اُنھوں نے بڑی روشنی دیکھی اور جو موت کے ملک اور سایہ میں بیٹھے تھے اُن پر روشنی چمکی۔ اُس وقت یسوع نے منادی کرنا اور یہ کہنا شروع کیا کہ توبہ کرو، کیونکہ آسمان کی بادشاہی نزدیک آ گئی ہے۔ اور اُس نے گلیل کی جھیل کے کنارے پھرتے ہوئے دو بھائیوں یعنی شمعون کو جو پطرس کہلاتا ہے اور اس کے بھائی اندریاس کو جھیل میں جال ڈالتے دیکھا کیونکہ وہ ماہی گیر تھے۔ اور اُن سے کہا میرے پیچھے چلے آؤ تو میں تم کو آدم گیر بناؤں گا۔ وہ فوراً جال چھوڑ کر اُس کے پیچھے ہو لیے۔ اور وہاں سے آگے بڑھ کر اُس نے اَور دو بھائیوں یعنی زبدی کے بیٹے یعقوب اور اُس کے بھائی یوحنا کو دیکھا اپنے باپ زبدی کے ساتھ کشتی پر اپنے جالوں کی مرمت کر رہے ہیں اور اُن کو بلایا۔ وہ فوراً کشتی اور اپنے باپ کو چھوڑ کر اُس کے پیچھے ہو لیے۔ اور یسوع تمام گلیل میں پھرتا رہا اور اُن کے عبادت خانوں میں تعلیم دیتا اور بادشاہی کی خوشخبری کی منادی کرتا اور لوگوں کی ہر طرح کی بیماری اور ہر طرح کی کمزوری کو دُور کرتا رہا۔'' [2]

(۵) اسی طرح تورات کے بعض نسخوں میں جو درج ہے کہ؛ ''خداوند خدا سینا سے آیا، اور وہ جبل ساعیر (جو بیت المقدس کے قریب ہے) میں ہمارے لیے روشن ہوا۔ اور پھر وہ

---

[1] کتاب مقدس ''پرانا اور نیا عہد نامہ'' کتاب متی، باب نمبر:۳، آیت نمبر:۱، ۲۔

[2] کتاب مقدس ''پرانا اور نیا عہد نامہ'' کتاب متی، باب ۴، آیت:۱۲ تا ۲۳۔

جبل فاران سے (کہ جو مکہ میں ہے) ظاہر ہوا، اُس کے ساتھ ہزاروں قدسی ہوں گے (پاکباز لوگ اصحاب النبی الاطہار رضی اللہ عنہم)......''

تو اُس کا وادی وطور سینا سے آنا کا مطلب کیا ہے؟ اُس کا سیّدنا موسیٰ علیہ السلام کو تورات پاک عطا کرنا۔ اور سیناء سے مراد وہ پہاڑی ہے کہ جہاں پر (اُس کی وادی طویٰ میں) سیّدنا موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نبوت کا آغاز ہوا تھا۔ اور اس کا ساعیر کی پہاڑی سے روشن ہونے کا مطلب ہے کہ '' اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا جناب عیسیٰ بن مریم علیہا السلام کو '' انجیل '' عطا کرنا۔ ساعیر ہی تو '' جبل شراۃ '' ہے کہ جس کے گرد ونواح میں بنوعیص آباد تھے جو سیّدنا عیسیٰ بن مریم علیہا السلام پر ایمان لائے تھے۔ بلکہ اسی پہاڑی پر جناب عیسیٰ علیہ السلام کا قیام رہا۔ اور آگے: جبل فاران سے خداوند خدا کے اعلان کرنے اور ظاہر ہونے کا جو جملہ آیا ہے تو اس سے مراد نبی آخر الزمان محمد رسول اللہ ﷺ کو اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی طرف سے قرآن کا اتارنا مراد ہے۔ اس لیے کہ فاران کی پہاڑیاں مکہ مکرمہ میں ہیں۔ اور مکہ معظّمہ وہ شہر ہے کہ جس میں نبی اکرم محمد رسول اللہ ﷺ کو اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی طرف سے نبوت عطا ہوئی اور آپ نے یہاں تیرہ سال نبوی زندگی کے گزارے۔ تو تورات کی اس آیت میں ان تینوں مقامات کی طرف واضح اشارہ موجود ہے کہ جو ان تینوں برگزیدہ انبیاء کرام علیہم السلام (ساداتنا موسیٰ وعیسیٰ اور نبینا محمد صلی اللہ علیہم وبارک وسلم تسلیما کثیرا) کے مقام نبوت تھے۔

اسی طرح تورات کے دیگر بہت سارے مقامات پر اشارات ودلائل موجود ہیں کہ تمام انبیاء بنی اسرائیل کے بعد سیّدنا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بڑے بیٹے سیّدنا اسماعیل علیہ السلام کی نسل سے آنے والے ختم الانبیاء والرسل پیغمبر محمد ﷺ ہوں گے۔

(٦) سیدنا [1] محمدؐ بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبدمناف بن قصی ہمارے نبی ﷺ

---

[1] لفظ محمد، حمد سے اسم مفعول ہے یعنی مضاعف سے مبالغہ کے لیے ہے اور احمد بھی حمد سے واقع علی المفعول ہے اسم محمدؐ سے حمد کی صفت اور کیفیت ظاہر ہوتی ہے حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کا شعر ہے:

وَشَقَّ لَهٗ، مِنِ اسْمِهٖ لِيُجِلَّهٗ   فَذُو الْعَرْشِ مَحْمُوْدٌ وَّهٰذَا مُحَمَّدٌ

'' اللہ نے اس کی عظمت ظاہر کرنے کے لیے اس کا نام اپنے نام سے مشتق کیا۔ دیکھو، ⇦⇦⇦

ہیں ۔ دادا نے آنحضرت ﷺ کا نام محمدؐ اور ماں نے خواب میں ایک فرشتے سے بشارت پا کر احمد ❶ رکھا تھا۔ ❷

نبی ﷺ حضرت ابراہیم ❸ (خلیل الرحمٰن وابوالانبیاء) کی اولاد سے ہیں، جو ہاجرہ بی بی کے بطن سے ہوئی، ہاجرہ بادشاہ مصر ''رقیون'' کی بیٹی تھی، اللہ کے ہاں ان کا درجہ ایسا تھا کہ اللہ کے ہاں فرشتے ان کے سامنے آیا کرتے اور اللہ کے پیغام پہنچایا کرتے تھے۔ ❹

ہاجرہ بی بی کے فرزند کا نام اسماعیل ہے جو حضرت ابراہیم علیہما السلام کے پہلوٹے بیٹے ہیں۔ باپ نے ان کو وادی میں اس جگہ آباد کیا تھا جہاں اب مکہ معظّمہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسماعیل علیہ السلام کے لیے زمزم کا چشمہ ظاہر کیا تھا۔ ❺

حضرت اسماعیل علیہ السلام کو اللہ نے بارہ بیٹے دیئے تھے۔ ان میں سے قیدار بہت مشہور ہیں، تورات میں ان کا ذکر بکثرت آیا ہے۔ ❻

⇦⇦⇦ رب العرش تو محمود ہے اور آنحضرت ﷺ محمد ہیں۔''

واضح ہو کہ نبی ﷺ کو حمد سے خاص مناسبت ہے، حضور کا نام محمدؐ و احمدؐ ہے اور حضور ﷺ کے مقام شفاعت کا نام محمود ہے۔ امت محمدیہ ﷺ کا نام حمادون ہے اور آنحضرت کے لواء کا نام لواء محمد ہے۔ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى ذٰلِكَ حَمْدًا كَثِيْرًا۔

❶ حدیث میں ہے کہ زمین پر میرا نام محمدؐ اور آسمان پر احمد ہے۔ توریت میں اسم مبارک محمد اور انجیل میں احمدؐ ہے۔

❷ سیدہ آمنہ بی بی کو نام رکھنے کی بشارت فرشتے کی معرفت ایسے ہی ملی تھی جیسے کہ فرشتے کی بشارت سے ہاجرہ بی بی نے اسماعیل کا نام (پیدائش: ۱۶/۱۱) اور مریم نے یسوع کا نام (لوقا، بات: ۳۰، درس) رکھا تھا۔

❸ حضرت ابراہیمؑ کا نام شروع میں ابرام تھا۔ اللہ نے ابرہیم رکھا۔ اس کے معنیٰ '' قوموں کے باپ'' ہیں۔ (پیدائش: ۱۷، باب: ۵، درس) بنی اسماعیل و بنی اسرائیل و بنی عصو و بنی قیطورہ انہی کی اولاد ہیں۔ پادری صاحبان جو صرف بنی اسرائیل کا نام ہی زبان پر رکھتے ہیں۔ وہ غور کریں کہ ان کے قول کے مطابق حضرت ابراہیمؑ قوموں کا باپ کیونکر ثابت ہوئے۔

❹ کتاب پیدائش: ۱۶/۷ ۱۱ و ۲۱/۱۷۔

❺ زبور: ۸۴، باب: ۴، ۵، ۶، درس۔ و کتاب صحیح بخاری/روایت ابن عباسؓ و پیدائش: ۲/۱۹۔

❻ یسعیاہ: ۱۶/۱۔ زبور: ۱۲۰/۵۔ یسعیاہ: ۶۰/۷۔ یرمیاہ: ۴۹/۲۸ وغیرہ۔

قیدار کی اولاد میں عدنان اور عدنان کی اولاد میں قصی بہت مشہور ہیں جو چار واسطے سے نبی ﷺ کے دادا ہیں۔ نبی ﷺ کی ماں کا نام آمنہ ہے جو وہب کی بیٹی ہیں۔ وہب قبیلہ بنوزہرہ کا سردار تھا، ان کا سلسلۂ نسب فہرا الملقب بہ قریش کے ساتھ جا ملتا ہے۔

اس لیے نبی ﷺ ددھیال اور ننھیال میں عرب کے بہترین قبیلہ، بہترین قوم اور شاخ میں سے ہیں۔

(۷) عیسائیوں کی ''کتاب مقدس'' یعنی پرانا (تورات) اور نیا عہدنامہ (انجیل) کتاب ''استثناء'' میں (جسے انگریزی میں انہوں نے The Holly Bible-Containing The Old and New Tesaments میں Deuteronomy کے Chapter 18 میں (ص ۱۵۷) پر درج کیا ہے۔ باب ۱۸، فقرہ نمبر ۱۵ تا نمبر ۲۲ ملاحظہ فرمائیں۔ لکھا ہے: [1]

''خداوند تیرا خدا تیرے لیے ہی درمیان سے یعنی تیرے ہی بھائیوں میں سے میری مانند ایک نبی برپا کرے گا تم اس کی سننا۔ یہ تیری اس درخواست کے مطابق ہوگا جو تو نے خداوندا اپنے خدا سے مجمع کے دن حورب میں کی تھی کہ مجھ کو نہ تو خداوندا اپنے خدا کی آواز پھر سننی پڑے اور نہ ایسی بڑی آگ ہی کا نظارہ ہوتا کہ میں مر نہ جاؤں ○ اور خداوند نے مجھ سے کہا کہ وہ جو کچھ کہتے ہیں، سو ٹھیک کہتے ہیں ○ میں ان کے لیے انہی کے بھائیوں میں سے تیری مانند ایک نبی برپا کروں گا اور اپنا کلام اس کے منہ میں ڈالوں گا، اور جو کچھ میں اسے حکم دوں گا وہی وہ ان سے کہے گا ○ اور جو کوئی میری ان باتوں کو جن کو وہ میرا نام لے کر کہے گا نہ سنے تو میں ان کا حساب اس سے لوں گا ○ لیکن جو نبی گستاخ بن کر کوئی ایسی بات میرے نام سے کہے جس کے کہنے کا میں نے اس کو حکم نہیں دیا یا اور

[1] یہ ''کتاب مقدس'' پاکستان بائبل سوسائٹی انارکلی لاہور کی طبع شدہ ہے۔ اس کے کریڈٹ پیج پر...... The Holly Bible Urdu Revision لکھا ہے۔

معبودوں کے نام سے کچھ کہے تو وہ نبی قتل کیا جائے o اور اگر تو اپنے دل میں کہے کہ جو بات خداوند نے نہیں کہی ہے اسے ہم کیونکر پہچانیں؟ o تو پہچان یہ ہے کہ جب وہ نبی خداوند کے نام سے کچھ کہے اور اس کے کہے کے مطابق کچھ واقع یا پورا نہ ہو تو وہ بات خداوند کی کہی ہوئی نہیں بلکہ اس نبی نے وہ بات خود گستاخ بن کر کہی ہے۔ تو اُس سے خوف نہ کرنا۔ o''

بشارت کا یہ پہلا جملہ یہ ہے: ''میں ان کے بھائیوں میں سے تجھ سا ایک نبی برپا کروں گا'' تاریخ کہتی ہے کہ بنی اسرائیل کے بھائیوں میں بنی اسماعیل کے علاوہ کوئی دوسرا نہیں جو اس کا مصداق بن سکے اور بنی اسماعیل میں محمد ﷺ کے ماسوا کوئی نبی ہی نہیں ہوا کہ جو موسیٰ کی مانند کہلایا جا سکے اور دوسرا جملہ ہے: ''میں اپنا کلام اس کے منہ میں ڈالوں گا اور جو کچھ میں اس سے فرماؤں گا وہ سب ان سے کہے گا۔''

س: ۱۸۱ ...... انجیل میں مندرج بعض ایسے نصوص و دلائل کا ذکر کریں کہ جن میں نبی مکرم محمد رسول اللہ ﷺ کی بعثت کو بیان کیا گیا ہو؟

ج: ۱۸۱ ...... انجیل میں بھی سیّدنا عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کی بشارت نبی ختم الرسل محمد بن عبداللہ ﷺ کے بارے میں موجود ہے۔ مگر نصاریٰ نے اپنی کتاب کی تحریف کر ڈالی اور انھوں نے کوشش کی کہ وہ اپنی کتاب سے وہ تمام بشارتیں محو کر دیں جو نبی مکرم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق تھیں، مگر اس کے باوجود بہت ساری عبارتوں میں اشارے باقی رہ گئے۔ آیئے ان میں سے چند مقامات کا مطالعہ کرتے ہیں۔

(۱) باب اول، فقرہ نمبر: ۱ تا نمبر ۳ اور نمبر ۷ میں لکھا ہے:

''یسوع مسیح کا مکاشفہ جو اسے خدا کی طرف سے اس لیے ہوا کہ اپنے بندوں کو وہ باتیں دکھائے جن کا جلد ہونا ضرور ہے اور اس نے اپنے فرشتہ کو بھیج کر اس کی معرفت انہیں اپنے بندہ یوحنا پر ظاہر کیا۔ جس نے خدا کے کلام اور یسوع مسیح کی گواہی دی یعنی ان سب چیزوں کی جو اس نے دیکھی تھیں، شہادت دی۔ اس

نبوت کی کتاب کا پڑھنے والا اور اس کے سننے والے اور جو کچھ اس میں لکھا ہے اس پر عمل کرنے والے مبارک ہیں۔ کیونکہ وقت نزدیک ہے۔"

"دیکھو وہ بادلوں کے ساتھ آنے والا ہے اور ہر ایک آنکھ اسے دیکھے گی اور جنہوں نے اسے چھیدا تھا وہ بھی دیکھیں گے اور زمین پر کے سب قبیلے اس کے سبب سے چھاتی پیٹیں گے۔ بے شک۔ آمین!"

عہد نامہ قدیم کی کتاب "یسعیاہ" باب: ۴۲، فقرہ نمبر ا تا نمبر ۵......

"دیکھو میرا خادم جس کو میں سنبھالتا ہوں ۔ میرا برگزیدہ جس سے میرا دل خوش ہے۔ میں نے اپنی روح اس پر ڈالی۔ (میرا روح القدس، جبریل علیہ السلام ہیں۔) وہ قوموں میں عدالت جاری کرے گا وہ نہ چلائے گا اور نہ شور کرے گا اور نہ بازاروں میں اس کی آواز سنائی دے گی۔ وہ مسلے ہوئے سرکنڈے کو نہ توڑے گا اور ٹمٹاتی بتی کو نہ بجھائے گا۔ وہ راستی سے عدالت کرے گا۔ وہ ماندہ نہ ہوگا اور ہمت نہ ہارے گا جب تک کہ عدالت کو زمین پر قائم نہ کرلے۔ جزیرے اس کی شریعت کا انتظار کریں گے۔"

آگے فقرہ نمبر ۱۰ تا نمبر ۱۳ پڑھیے:

"اے سمندر پر گزرنے والو! اور اس میں بسنے والو! اے جزیرو! اور ان کے باشندو! خداوند کے لیے نیا گیت گاؤ۔ زمین پر سرتاسر اسی کی ستائش کرو۔ بیابان اور اس کی بستیاں۔ قیدار (اسماعیلؑ کے دوسرے بیٹے) کے آباد گاؤں اپنی آواز بلند کریں۔ سلع (کوہِ سراوات) کے بسنے والے گیت گائیں۔ پہاڑوں کی چوٹیوں پر سے للکاریں۔ وہ خداوند کا جلال ظاہر کریں ۔ اور جزیروں میں اس کی ثنا خوانی کریں۔ خداوند بہادر کی مانند نکلے گا۔ وہ جنگی مرد کی مانند اپنی غیرت دکھائے گا۔ وہ نعرہ مارے گا۔ ہاں وہ للکارے گا۔ وہ اپنے دشمنوں پر غالب آئے گا۔"

قرآن بھی تو یہی کہہ رہا ہے:

﴿ هُوَ الَّذِىْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ ۝ ﴾ (التوبة: ۳۳)

''اللہ رب العالمین وہی تو ہے جس نے اپنے پیغمبر کو ہدایت کی باتیں (معجزات اور شریعت کے احکام) اور دین حق (اسلام) دے کر بھیجا ہے تاکہ اسے (اپنے دین یا پیغمبر علیہ السلام) کو ہر دین پر غالب کردے گو (اللہ کے اس فیصلے کو) مشرک لوگ ہنود و یہود و نصاریٰ اور مشرکین براہی مانیں۔ (مگر وہ غالب ہو کر رہے گا اسلام دبنے کو نہیں آیا)۔''

یہی بات تورات نے اپنے ماننے والوں کو خبردار کرتے ہوئے کہی ہے: ''جو کھودی ہوئی مورتوں پر بھروسا کرتے اور ڈھالے ہوئے بتوں سے کہتے ہیں: تم ہمارے معبود ہو وہ پیچھے ہٹیں گے اور بہت شرمندہ ہوں گے۔'' [1]

اسی طرح (اسی کتاب یسعیاہ کے باب نمبر ۶۰ کا فقرہ نمبر ۸) تورات کی یہ بات بھی نبی مکرم محمد رسول اللہ ﷺ کے لیے سچ ثابت ہوئی...... قیدار کی سب بھیڑیں (تمام قبائل بنی اسماعیل) تیرے پاس جمع ہوں گی۔ نبایوت (اسماعیل بن ابراہیم علیہما السلام کے بڑے بیٹے نابت کی اولاد) کے مینڈھے تیری خدمت میں حاضر ہوں گے۔ وہ میرے مذبح پر مقبول ہوں گے (حجۃ الوداع کے موقع پر منیٰ میں) اور میں اپنی شوکت کے گھر (خانہ کعبہ) کو جلال بخشوں گا۔'' چنانچہ قرآن نے یہ کہہ کر اس بات کی تصدیق کردی:

﴿ اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ ۝ وَرَاَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُوْنَ فِىْ دِيْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا ۝ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ ؕ اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا ۝ ﴾

(سورۃ النصر)

''(اے ہمارے پیارے نبی!) جب اللہ کی مدد (غزوۂ بدر الکبریٰ سے لے کر فتح مکہ تک) آن پہنچی اور (مکہ) فتح (ہوگیا۔) اور تم نے لوگوں کو اللہ کے دین اسلام میں

[1] کتاب ''یسعیاہ'' باب: ۴۲، فقرہ: ۱۷۔

فوج درفوج داخل ہوتے ہوئے دیکھ لیا تو اپنے رب کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح بیان کر اور اس سے بخشش طلب کر۔ بلاشبہ وہ بڑا ہی توبہ قبول کرنے والا ہے۔''

سیدنا عیسیٰ بن مریم علیہما السلام نے تو باقاعدہ نبی مکرم محمد رسول اللہ ﷺ کا نام نامی اسم گرامی لے کر بنو اسرائیل کو خوشخبری سنائی کہ میرے بعد ان کی بعثت ہوگی۔ (ان پر ایمان لانا اور ان کی مدد کرنا) چنانچہ نبی کریم ﷺ سے قبل اس دور کے صحیح العقیدہ دین عیسوی پر چلنے والے علماء آپ ﷺ کے نام تک سے واقف تھے۔

(۲) متی کی انجیل (باب:۳،فقرہ نمبر:۱ تا ۳،ص:۲) درج ہے:

''ان دنوں میں یوحنا بپتسمہ دینے والا آیا اور یہودیہ کے بیابان میں یہ منادی کرنے لگا کہ توبہ کرو کیونکہ آسمان کی بادشاہی نزدیک آ گئی ہے۔ یہ وہی ہے جس کا ذکر یسعیاہ نبی کی معرفت یوں ہوا کہ:

بیابان میں پکارنے والے کی آواز آتی ہے کہ

خداوند کی راہ تیار کرو اس کے راستے سیدھے بناؤ۔''

حضرت کعب اخبار سے منقول ہے کہ تورات میں آپ کی صفات اس طرح مذکور ہیں:

(یاد رہے کہ تورات سے مراد مخصوص تورات نہیں، بلکہ عام تورات مراد ہے۔)

''احمد میرے مخصوص اور برگزیدہ بندے ہیں، وہ سخت کلام اور دشنام طرز نہیں ہیں، اور نہ سخت دل اور بے رحم، نہ بازاروں میں شور وشغب کرنے والے، نہ بدی کا بدلہ بدی سے دینے والے بلکہ عفو ودرگزر سے کام لینے والے ہیں۔ اس حبیب کی جائے پیدائش مکہ مکرمہ ہے۔ اور مقام ہجرت (طابا) مدینہ منورہ اور دارالسلطنت شام ہے۔ ان کی امت بہت زیادہ حمد وثنا کرنے والی ہوگی۔ ہر بلندی پر چڑھتے وقت وہ نعرۂ تکبیر بلند کریں گے، اور ہر نشیب میں اترتے وقت تسبیح وتحمید بجالائیں گے۔ اپنے اطراف یعنی ہاتھ اور پاؤں منہ اور سر پر وضو کرنے والے ہوں گے۔ ان کے تہہ بندان کی نصف پنڈلیوں تک ہوں گے۔

(نماز کے اوقات معلوم کرنے کے لیے) ہر وقت سورج کا خیال رکھیں گے، ان کا مؤذن فضاؤں میں میرے نام کو بلند کرنے والا ہوگا، ان کی صفیں میدان کارزار میں اور نماز میں ایک جیسی ہوں گی، رات میں وہ خدا کی عبادت کریں گے، اور دن میں شیر کی طرح دشمن پر حملہ کریں گے، ذکر الٰہی میں مشغول ہونے کی وجہ سے ان کی آواز شہد کی مکھیوں کی بھنبھناہٹ کی طرح معلوم ہوگی۔ جوں ہی نماز کا وقت آئے گا، نماز ادا کریں گے اگرچہ خس وخاشاک کے ڈھیروں ہی پر کیوں نہ ہوں۔'' [1]

(۳) طبقات میں محمد بن سعد نے یہ روایت نقل کی ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے حضرت کعب اخبار رحمہ اللہ سے دریافت کیا کہ تورات میں اوصاف محمدی کس طرح بیان فرمائے گئے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ ہم اس میں یہ لکھا ہوا پاتے ہیں کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں ان کی جائے پیدائش مکہ مکرمہ ہے، اور مقام ہجرت مدینہ منورہ اور دار السلطنت ملک شام ہے۔ اللہ کے یہ رسول نہ فحش گو ہیں نہ بازاروں میں شور وشغب کرنے والے نہ برائی کا بدلہ برائی سے دینے والے، بلکہ عفو ودرگزر کرنے والے ہیں۔

امام عبداللہ بن عبدالرحمٰن دارمی نے حضرت کعب کی یہ روایت نقل کی ہے کہ تورات میں مکتوب ومسطور ہے کہ محمدؐ نہ سخت کلام ہیں اور نہ سخت دل نہ بازاروں میں شور وشغب کرنے والے ہیں اور نہ بدی کا بدلہ بدی سے دینے والے بلکہ عفو ودرگزر سے کام لینے والے ہیں، ان کی امت بہت زیادہ حمد وثنا کرنے والی ہوگی، یہ بلندی پر چڑھتے وقت نعرۂ تکبیر بلند کریں گے اور ہر نشیب میں اترتے وقت، وہ تحمید وتسبیح بجالائیں گے۔ ان کے تہہ بند ان کی نصف پنڈلیوں تک ہوں گے اپنے اطراف یعنی ہاتھ پاؤں منہ اور سر پر وضو کرنے والے ہوں گے ان کا مؤذن فضاؤں میں میرا نام بلند کرنے والا ہوگا، ان کی صفیں میدان کارزار میں اور غار میں ایک طرح ہوں گی رات کی تاریکیوں میں ذکر خداوندی میں مشغول ومنہمک ہونے کی وجہ

---

[1] مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الفضائل، حدیث: ۵۷۷۱۔

سے ان کی رسیلی آواز شہد کی مکھیوں کی بھنبھناہٹ کی طرح معلوم ہوگی، ان کی جائے ولادت مکہ مکرمہ ہے، اور مقام ہجرت مدینہ منورہ ہے اور دارالسلطنت شام ہے۔ [1]

س: ۱۸۲ ...... دو ذبیحون کا بیٹا سے مراد کون صاحب ہیں اور ان دو ذبیحوں سے مراد کیا اور کون ہیں؟

ج: ۱۸۲ ...... دو ذبیحوں کا بیٹا سے مراد نبی مکرم محمد رسول اللہ ﷺ ہیں۔ اور دو ذبیحوں کا مطلب ہے: (۱) اللہ کے خلیل ابراہیم علیہ السلام کے بڑے بیٹے جناب اسماعیل علیہما السلام اور (۲) نبی معظم ﷺ کے والد محترم جناب عبداللہ بن عبدالمطلب۔ اور یہ بات تو سب جانتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ سیّدنا اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے تھے۔

س: ۱۸۳ ...... سیّدنا اسماعیل بن ابراہیم علیہما السلام اور (نبی مکرم ﷺ کے والد محترم) عبداللہ بن عبدالمطلب کا نام ذبیح کیوں پڑا تھا؟

ج: ۱۸۳ ...... جناب اسماعیل بن ابراہیم علیہما السلام کا نام ذبیح اس لیے پڑا تھا کہ آپ کے والد بزرگوار سیّدنا ابراہیم علیہ السلام نے خواب میں دیکھا کہ وہ اپنے بیٹے اسماعیل کو ذبح کر رہے ہیں۔ (اور نبیوں کے خواب اللہ کی طرف سے وحی ہوا کرتے ہیں، جس کا مطلب تھا کہ اللہ انھیں اپنے بیٹے کو قربان کرنے کا حکم دے رہے ہیں۔ چنانچہ دونوں باپ بیٹا نے اس عمل عظیم کے لیے تیاری کر لی۔) مگر اللہ تبارک وتعالیٰ نے جناب اسماعیل علیہ السلام کے بدلے ایک عظیم قربانی کا فدیہ دے دیا (اور اُن کو بچالیا) جبکہ عبداللہ بن عبدالمطلب کے بارے میں بیان کیا جاتا ہے کہ اُن کے والد عبدالمطلب نے نذر مانی تھی کہ؛ اگر اللہ تعالیٰ نے اُن کو دس بیٹے عطا کردیے تو وہ اُن میں سے ایک کو اللہ کی راہ میں قربان کردیں گے۔ چنانچہ جب ان کے ہاں دس بیٹے پیدا ہوگئے اور پل کر بڑے بھی ہوگئے تو عبدالمطلب نے اُن کے درمیان قرعہ ڈالا کہ جو نبی کریم ﷺ کے والد عبداللہ کے نام نکلا۔ چنانچہ ان کے باپ عبدالمطلب نے اُن کے بدلے سو اُونٹ ذبح کردیے۔ اس لیے ان کا نام بھی ذبیح پڑ گیا تھا۔

[1] هداية الحيارىٰ، ص: ۸۹۔

س: ١٨٤ ...... رسول اللہ ﷺ کے گھوڑوں کے نام کیا کیا تھے؟

ج: ١٨٤ ...... نبی مکرم ﷺ کے گھوڑوں کے نام درج ذیل تھے:

(۱) السّکب۔ (۲) المرتجز۔ (۳) اللُّحیف۔ (۴) الزاز۔ (۵) الظَّرِب۔ (۶) سَبحہ اور (۷) الوَرد۔

امام محمد بن ادریس الشافعي رحمہ اللہ نے ان کے نام درج ذیل شعر میں یوں جمع کیے ہیں: ع

وَالْخَیْلُ سَکْبٌ، لُحَیفٌ، سَبْحَۃٌ، ظَرِبٌ
لَزَازٌ مُرْتَجِزٌ وَرْدٌ لَھَا اَسْرَارُ

س: ١٨٥ ...... نبی مکرم محمد رسول اللہ ﷺ کے مشہور اُونٹ، خچر اور گدھا کون کون سے تھے؟

ج: ١٨٥ ...... رسول اللہ ﷺ کے اُونٹوں اور اُونٹنیوں کے نام اس طرح تھے:

(۱) قصواء (اسی پر سواری کر کے اللہ کے نبی ﷺ نے ہجرت کی تھی)،

(۲) الجدعاء۔

(۳) العضیاء (یہ اونٹ دوڑ میں حصہ لیتی تھی)

(۴) جبکہ آپ ﷺ کے خچر کا نام: دُلدل تھا اور آپ ﷺ کے گدھے کا نام: عفیر تھا۔

س: ١٨٦ ...... حجۃ الوداع کون سے سال میں ہوا تھا؟ اور اس حج میں نبی کریم ﷺ کے ہمراہ کتنے لوگ تھے؟

ج: ١٨٦ ...... حجۃ الوداع ہجرت کے دسویں سال میں ہوا تھا۔ اور اس حج میں رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ ایک لاکھ (یا اس سے بھی کچھ زیادہ تعداد میں) مسلمان، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین تھے۔ ان میں سے ہر ایک کی آرزو تھی کہ وہ ہر عمل میں نبی کریم ﷺ کی اقتدا کرے اور اس حج میں ضرور شریک ہو۔

س: ١٨٧ ...... حجۃ الوداع کا نام ''حجۃ الوداع'' کیوں پڑا تھا؟

ج: ١٨٧ ...... اس حج کا نام حجۃ الوداع اس لیے پڑا تھا کہ رسول اللہ ﷺ نے درج

ذیل کلمات کہہ کر اپنے اصحاب کرام کو الوداع کیا تھا:

((أَيُّهَا النَّاسُ! إِسْمَعُوْا قَوْلِيْ ، فَإِنِّيْ لَا أَدْرِيْ لَعَلِّيْ لَا أَلْقَاكُمْ بَعْدَ عَامِيْ هٰذَا بِهٰذَا الْمَوْقُفِ أَبَدًا .)) ❶

''لوگو! میری بات دھیان سے سنو! اس لیے کہ میں نہیں جانتا شاید کہ میں اس سال کے بعد اس جائے وُقوف (عرفہ ومنیٰ) میں تم سے کبھی بھی نہ مل سکوں۔''

اس خطبہ سے تھوڑی ہی مدت بعد نبی کریم ﷺ فوت ہوگئے۔ ((فَإِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ .))

س: ۱۸۸ ...... کیا نبی کریم ﷺ بیمار ہوجایا کرتے تھے؟ اگر بیمار ہوتے تھے تو پھر تکلیف کیوں اور کس قدر محسوس فرماتے تھے؟

ج: ۱۸۸ ...... رسول اللہ ﷺ بیمار ہوجایا کرتے تھے۔ اور عام لوگوں سے دوگنا زیادہ تکلیف محسوس کیا کرتے تھے (دو آدمیوں کی تکلیف کے برابر) اسی لیے آپ ﷺ کا اجر بھی کئی گنا آپ کو عطا ہوگا۔

س: ۱۸۹ ...... جب نبی کریم ﷺ بیمار ہوجاتے تو کون سا فرشتہ آکر آپ ﷺ کو دم، جھاڑ پھونک کیا کرتا تھا؟ اور اپنی دُعا میں کیا کہتا؟

ج: ۱۸۹ ...... رسول اللہ ﷺ جب بیمار ہوتے تو سیّدنا جبریل علیہ الصلوٰۃ والسلام آپ کو درج ذیل کلمات کہہ کر دم کیا کرتا تھا:

((بِاسْمِ اللّٰهِ أَرْقِيْكَ ، مِنْ كُلِّ شَيْءٍ يُؤْذِيْكَ ، مِنْ شَرِّ كُلِّ نَفْسٍ أَوْ عَيْنٍ حَاسِدٍ ، اَللّٰهُ يَشْفِيْكَ ، بِاسْمِ اللّٰهِ أَرْقِيْكَ .)) ❷

''میں اللہ کے نام سے تمھیں دم کر رہا ہوں۔ ہر اُس چیز سے (اللہ آپ کو نجات دے) جو آپ کو تکلیف دے۔ ہر نفس کے شر سے اور حاسد کی نظرِ بد سے (اللہ

---

❶ مسند الإمام أحمد.

❷ دیکھئے: صحیح المسلم / کتاب السلام / ح: ۵۶۹۹، ۵۷۰۰.

آپ کو محفوظ رکھے) اللہ آپ کو شفا دے، میں اللہ کے نام سے آپ کو دم، جھاڑ، پھونک کر رہا ہوں۔''

س: ۱۹۰ ...... نبی معظم ﷺ کے آخری مرض کی ابتدا کب ہوئی تھی؟

ج: ۱۹۰ ...... رسول اللہ ﷺ کے آخری مرض کی ابتداء حجۃ الوداع سے تقریباً اسّی (۸۰) دنوں بعد...... ماہِ صفر سنہ ۱۱ ہجری کے آخر یا ربیع الاوّل کے آغاز میں ہوئی تھی۔

س: ۱۹۱ ...... جب نبی اکرم ﷺ کے آخری مرض کی ابتداء ہوئی تو آپ ﷺ نے سب سے پہلے کون سی تکلیف محسوس کی تھی؟

ج: ۱۹۱ ...... جب رسول اللہ ﷺ کے آخری مرض کی ابتدا ہوئی تو آپ ﷺ نے سب سے پہلے اُس زہریلے کھانے میں پائی جانے والی زہر کے اثر کی محسوس کی تھی کہ جسے ...... بکری کے ایک پکے ہوئے گوشت میں شامل کر کے ...... نبی مکرم ﷺ کو (خیبر میں زینب نامی) ایک یہودی عورت نے پیش کیا تھا۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ فرماتے تھے:

((مَا أَزَالُ أَجِدُ أَلَمَ الطَّعَامِ الَّذِيْ أَكَلْتُ بِخَيْبَرَ، فَهٰذَا أَوَانُ وَجَدْتُ اِنْقِطَاعَ أَبْهَرِيْ مِنْ ذٰلِكَ السَّمِّ .)) [1]

''میں اُس کھانے کا اثر (کہ جس میں زہر ملایا گیا تھا اور) جو میں نے خیبر میں کھالیا تھا، اس کی تکلیف کو ہمیشہ محسوس کرتا رہا تھا۔ چنانچہ اس وقت میں اس زہر کی وجہ سے اپنی کمر کا ٹوٹنا محسوس کر رہا ہوں۔''

س: ۱۹۲ ...... جب رسول اللہ ﷺ کے آخری مرض کا آغاز ہوا تو آپ نے سب سے پہلے کیا کام کیا؟ اور یہ مرض کتنی مدت تک رہا تھا؟

ج: ۱۹۲ ...... جب نبی مکرم ﷺ کے آخری مرض کی ابتداء ہوئی تو آپ ﷺ نے سب سے پہلے (مدینہ منورہ میں مسجد نبوی سے شرقی جانب) بقیع الغرقد میں اپنے آزاد کردہ غلام ابومویہبہ کے ہمراہ رات کے وقت تشریف لے گئے اور آپ نے وہاں مومنین و مسلمین

---

[1] رواہُ البخاري.

اہل قبور کو سلام کیا اور اُن کے لیے اللہ سے بخشش کی دعا مانگی۔ آپ ﷺ کا یہ مرض بارہ دن تک رہا تھا۔

س: ۱۹۳ ...... اُمہات المؤمنین رضی اللہ عنہن اجمعین میں سے آپ ﷺ کی کس زوجہ مطہرہ کے گھر میں آخری مرض کی تکلیف کا آغاز ہوا تھا؟ اور نبی کریم ﷺ کی کس زوجہ مطہرہ کے گھر میں اس مرض کے دنوں میں آپ نے دیگر اُمہات المؤمنین سے اجازت طلب کی تھی کہ وہاں آپ کی تیمارداری کی جائے؟ اور کیا سب اُمہات المؤمنین نے اس بات کی برضا وخوشی اجازت دے دی تھی؟ اس سے کیا استدلال کیا جاسکتا ہے؟

ج: ۱۹۳ ...... نبی مکرم ﷺ کے مرض کی جب ابتداء ہوئی تو اس وقت آپ ﷺ اُمّ المؤمنین سیّدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں تھے۔ اور جب آپ ﷺ کا مرض شدت اختیار کر گیا اور طبیعت بہت زیادہ بوجھل ہوگئی تو آپ ﷺ نے اپنی دیگر ازواجِ مطہرات اُمہات المؤمنین سے اس بات کی اجازت طلب کی کہ آپ کی تیمارداری اُمّ المؤمنین سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں کی جائے (اور باقی زندگی کے دن آپ ﷺ اُن کے گھر میں گزاریں) چنانچہ آپ ﷺ کو اس بات کی اجازت مل گئی۔ یہ معاملہ اس بات کی دلیل ہے کہ نبی مکرم ﷺ کا اپنی ازواجِ مطہرات کے ساتھ تعامل کس قدر احسن وخوشی اسلوبی والا تھا۔ اور ان کے درمیان عدل وانصاف پر مبنی معاملہ تھا۔

س: ۱۹٤ ...... نبی مکرم ﷺ اپنی وفات کے وقت کیا کہتے رہے؟ اور کیوں؟

ج: ۱۹٤ ...... جب رسول اللہ ﷺ کا وصال ہونے لگا، تو آپ ﷺ نے اپنی اُمت کو شرک وخرافات سے دُور رہنے کی سخت تاکید فرمائی اور پھر یوں فرمایا: ((لَعَنَ اللّٰهُ الْيَهُوْدَ وَالنَّصَارَى ، إِتَّخَذُوْا قُبُوْرَ أَنْبِيَاءِ هِمْ مَسَاجِدَ .)) ...... ''اللہ تعالیٰ یہود و نصاریٰ پر لعنت کرے، اُنھوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا۔'' (مگر تم لوگ میری قبر کو سجدہ گاہ نہ بنانا) یہ وصیت آپ اس لیے فرما رہے تھے، تاکہ اپنی اُمت کو اس بات سے ڈرائیں کہ وہ بھی کہیں یہود ونصاریٰ کی طرح نہ کرنے لگ جائیں۔ (مگر اُمت یہ سبق بھول

گئی اور یہود و نصاریٰ اور ھنود و مجوس کی راہ پر چل کھڑی ہوئی۔)

س: ۱۹۵ ...... وفات کے وقت نبی مکرم ﷺ کی حالت و کیفیت کو بیان کریں؟

ج: ۱۹۵ ...... رسول اللہ ﷺ جب سکرات الموت کی شدت محسوس فرما رہے تھے، اس وقت آپ کے سامنے پانی کا ایک برتن رکھا ہوا تھا، جس میں آپ ﷺ اپنا دست مبارک داخل کرتے اور اس سے اپنے چہرۂ مبارک کو تر کرتے جاتے تھے۔ اور پھر آپ ﷺ فرماتے جاتے تھے: ((لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اِنَّ لِلْمَوْتِ سَكَرَاتُ الْمَوْتِ .))...... ''ایک اللہ عزوجل کے سوا کوئی سچا معبودِ برحق نہیں اور بلاشبہ موت کی بے ہوشیاں ہوا کرتی ہیں۔''

س: ۱۹۶ ...... وہ کون سے الفاظ ہیں کہ جنھیں رسول اللہ ﷺ نے اپنی حیاتِ طیبہ کے بالکل اختتام پر وفات سے پہلے فرمایا تھا؟

ج: ۱۹۶ ...... نبی مکرم ﷺ کی زبانِ مبارک سے اپنی حیاتِ طیبہ کے بالکل اختتام پر یہ الفاظ ادا ہوئے تھے: ((اَللّٰهُمَّ الرَّفِيْقِ الْأَعْلٰى .))

س: ۱۹۷ ...... مرض الموت میں نبی مکرم ﷺ نے اپنی اُمت کو جو نہایت روشن اور شاندار وصیت فرمائی وہ کیا تھی؟

ج: ۱۹۷ ...... رسول اللہ ﷺ نے اپنی اُمت کو اپنی حیاتِ طیبہ کے بالکل اختتام پر جو نہایت روشن اور پائدار وصیت فرمائی، وہ یہ تھی:

((أَلَا فَلَا تَتَّخِذُوْا الْقُبُوْرَ مَسَاجِدَ، إِنِّيْ أَنْهَاكُمْ عَنْ ذٰلِكَ، وَقَوْلُهُ: اَلصَّلَاةُ وَمَا وَمَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ .))

''خبردار اے اُمت اسلامیہ کے لوگو! قبروں کو مسجدیں نہ بنالینا (کہ جہاں عبادت اور ذکر و اذکار ہوتے ہیں) تم لوگوں کو اس سے منع کر رہا ہوں۔''

اور پھر آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا:

''نماز کو ہمیشہ قائم کرنا اور اپنے ماتحت (خادموں اور غلاموں) کا ہمیشہ خیال رکھنا، اُن کے حقوق ادا کرتے رہنا۔''

س: ۱۹۸ ...... مکہ مکرمہ میں بعثت و نبوت سے قبل نبی مکرم محمد رسول اللہ ﷺ نے کتنی عمر گزاری تھی اور نبوت ملنے کے بعد کتنی؟ اور مدینہ منورہ میں آپ ﷺ نے اپنی حیاتِ طیبہ کا کتنا وقت گزارا تھا؟

ج: ۱۹۸ ...... بعثت سے قبل نبی مکرم محمد رسول اللہ ﷺ نے چالیس سال کی عمر گزاری تھی اور بعثت کے بعد تیرہ سال جبکہ مدینہ منورہ میں آپ ﷺ نے دس سال گزارے تھے۔

س: ۱۹۹ ...... جب نبی معظم خاتم الانبیاء والرسل محمد بن عبداللہ بن المطلب القرشی الہاشمی ﷺ تسلیما کثیرا فوت ہوئے تو اُس وقت آپ ﷺ کی عمر مبارک کتنی تھی؟ اور آپ کس دن، اور کس مہینے کی کون سی تاریخ اور کون سے سال میں فوت ہوئے تھے؟

ج: ۱۹۹ ...... جب رسول اللہ ﷺ کی وفات ہوئی تو اُس وقت آپ کی عمر تریسٹھ سال تھی۔ اور آپ ﷺ کی وفات ماہِ ربیع الاوّل سنہ ۱۱ ہجری کی بارہ تاریخ سوموار والے دن سورج کے زوال کے وقت ہوئی تھی۔ ((إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ .))

س: ۲۰۰ ...... خلفائے راشدین اور اُمہات المؤمنین رضی اللہ عنہم اجمعین میں سے کن کن اصحاب کی عمریں نبی مکرم ﷺ کی عمر کے برابر ہوئی تھیں؟

ج: ۲۰۰ ...... خلفائے راشدین میں سے (۱) اوّل خلیفہ رسول اللہ ﷺ سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، (۲) اوّل امیر المؤمنین ثانی خلیفہ راشد سیّدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ اور (۳) سیّدنا امیر المؤمنین سیّدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہم کی عمر نبی ﷺ کی طرح تریسٹھ سال ہوئی تھی۔ جبکہ اُمہات المؤمنین والمؤمنات میں سے اُمّ المؤمنین سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی عمر مبارک تریسٹھ سال ہوئی تھی۔

اختتامِ کتاب

مختصر اور جامع سیرتِ نبینا محمد مصطفیٰ ﷺ کے اس انتخاب اور علمی سیر کا اختتام ہم درج ذیل نقاط سے کرنا چاہتے ہیں۔

۱:......سیرتِ نبوی علی صاحبہ التحیۃ والسلام نہایت وسیع موضوع ہے۔ اس عنوان پر جدید اور قدیم علماء عظام و آئمہ کرام رحمہم اللہ جمیعاً نے بہت کچھ لکھا ہے۔ اکثر مصنّفین ومؤلفین نے ان آیات واحادیث مبارکہ اور آثار صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کا خوب مطالعہ کر کے پوری تحقیق و تدقیق کے ساتھ دُروس و مسائل کا استنباط کرتے ہوئے پورا پورا تجزیہ کر کے انتہائی تفصیل سے لکھا ہے۔ ان حضرات گرامی قدر نے مختلف زبانوں میں اس موضوع پر اب تلک اتنا کچھ لکھ دیا ہے کہ ان کی کتب کا شمار کرنا ممکن ہی نہیں رہا۔

۲:......اہم ترین بات یہ ہے کہ والدین اپنے بچوں کو نبی مکرم محمد رسول اللہ ﷺ کی سیرتِ مطہرہ ومعطرہ پڑھانے، یاد کروانے اور اس پر عمل کروانے کے لیے پورا پورا اہتمام کریں۔ والدین خود اس سیرۃ وشمائل محمدیہ علی صاحبہا التحیۃ والسلام کو سیکھنے کے بعد اپنے بچوں کے علمی، عقلی اور عمر کے مرحلہ کو سامنے رکھتے ہوئے انتہائی مناسب اُسلوب کے ذریعے اُن کو اسے سکھانے کے لیے پوری پوری حرص اور طمع سے کام لیں۔ یہ کام کس قدر مستحسن ہو کہ بچوں کے والد اپنے اہل خانہ اور اپنے بچوں کے لیے سیرت کے موضوع پر چند دروس کا اہتمام کر کے ان کو باقاعدہ پڑھائیں اور سنائیں اگرچہ ایسا ہفتہ میں ایک دن کیوں نہ ممکن ہو۔ ایسے حلقہ جات میں وہ ان کو نبی مکرم ﷺ کی سیرتِ مطہرہ ومعطرہ میں سے راہنمائی کے دُروس اور نصیحتوں کا انتخاب کر کے ان کے ساتھ ساتھ کچھ واقعات کا چناؤ بھی کریں، اس لیے کہ واقعات وقصص میں ایک جاذبیت اور تاثیر ہوتی ہے۔ اس سے بچوں کی پرورش وتربیت اُن کے پیارے پیغمبر محمد رسول اللہ ﷺ کی سیرۃ مطہرہ کی پوری پوری پہچان کے ساتھ ہوگی اور وہ اکثر اوقات میں آپ ﷺ کی ہی باتیں کیا کریں گے۔ اور یہ بات تو سب جانتے ہیں کہ جو آدمی جس شخصیت سے زیادہ محبت رکھتا ہو وہ ہمیشہ اسی کا تذکرہ زیادہ کرتا ہے۔

۳:......ہمارے اس کتاب میں بعض سوالات ایسے ہیں جو کئی ایک سوالات کا مجموعہ ہیں۔ اسی طرح بعض جوابات طویل بھی ہیں۔ تو جو شخص کہیں پر ان سوالات وجوابات کی روشنی میں عام لوگوں،

بچوں، عورتوں، بچیوں یا طلباء کے مابین مقابلہ کروانا چاہتا ہو یا وہ کتاب ہذا سے استفادہ کر کے کہیں گفتگو کرنا چاہتا ہو تو وہ اپنے مخاطبین کے علمی و عقلی معیار کو سامنے رکھ کر یہ مقابلہ کروائے یا ان سے گفتگو کرے تاکہ اس سے مطلوب فائدہ حاصل ہو سکے۔ مخاطبین اس ضمن میں کوئی دقت یا بوجھ محسوس نہ کریں یا ایسا نہ ہو کہ ان کو اس مقابلہ و محاضرہ سے فائدہ بہت کم پہنچے۔ اسی طرح بعض جوابات نہایت مختصر ہیں کہ جو تفصیل اور وضاحت چاہتے ہیں اس لیے تربیت کرنے والے حضرات اور اساتذہ کرام اس ضمن میں بھی خبردار رہیں (اور دیگر کتب کے مطالعہ سے جوابات کی تفصیل یاد کر کے تیاری کریں) اللہ ہم سب کو اس کی توفیق و صلاحیت عطا فرمائے۔

۴:......آخر میں گزارش ہے کہ میں نے اس کتاب ''جامع سیرت'' میں اس بات کی کوشش کی ہے کہ: اس میں ایسے سوالات کو جمع کروں جو ایک طرف معلوماتی بھی ہوں اور دوسری طرف ان کے جوابات توجہ اور تربیت کے حامل ہوں (یعنی ان جوابات سے ہمیں اپنی غلطیوں پر تنبیہ ہو اور ان سے نصیحت و تربیت کا سبق بھی ملے۔) تو گویا یہ جوابات قارئ کتاب اور ایک محاضر و استاد کو اس طرف دعوت دے رہے ہیں کہ وہ خود بھی اُس سیّد الانبیاء والرسل و امام المتقین والمؤمنین علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اقتداء کریں کہ جن کو اللہ عزوجل نے تمام اہل اسلام و ایمان کے لیے مکمل نمونہ بنایا ہے، اُن کے ملک اور وطن چاہے ایک دوسرے سے کتنے ہی دُور کیوں نہ ہوں اور زمانہ کوئی سا بھی ہو۔ جیسا کہ اللہ عزوجل کا ارشادِ گرامی قدر ہے:

﴿ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْرًا ۝ ﴾ (الاحزاب: ۲۱)

''(مسلمانو!) تم اللہ تعالیٰ کے رسول کی پیروی کرنا تھی جو ان لوگوں کے لیے اچھی ہے۔ جو اللہ تعالیٰ اور پچھلے دن (قیامت) سے ڈرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی بہت یاد کرتے ہیں۔''

اللہ عزوجل سے دعا گو ہوں کہ وہ ہمارے اس عمل کو نفع بخش بنائے اور اسے اپنی ذاتِ اقدس کے لیے خالص کر لے۔

وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ . وَصَلَّى اللّٰهُ عَلَى نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلَى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ أَجْمَعِيْنَ .

عبداللہ بن سلیمان المرزوق / القصیم

۲۴/ ۲/ ۱٤۲۷ھ

مصنف کتاب

عبداللہ بن سلیمان بن محمد المرزوق حفظہ اللہ مملکت سعودیہ کے صوبہ القصیم کے مرکزی شہر بریدہ میں پیدا ہوئے اور یہیں پر پرائمری، مڈل اور ہائی سکول میں تعلیم حاصل کی۔ جبکہ مملکت کے دارالحکومت الریاض میں شاہ سعود بن عبدالعزیز یونیورسٹی سے بی اے ایجوکیشن اور پھر اسی یونیورسٹی کے "كلية التربيه" سے انگلش زبان میں ڈپلومہ کیا۔اس کے بعد مڈل اور ہائی سکول میں تقرری کے بعد تدریس کے فرائض سرانجام دیے۔ ۱۴۰۷ھ کے آغاز میں تربیت و تعلیمی ٹریننگ کے نگران کی حیثیت سے ذمہ داری سنبھال لی۔ پھر آپ کو English Language Department کا چیئرمین بنادیا گیا۔ بالآخر ۱۹ / ۸/ ۱۴۲۱ھ سے ''تربیتی نگرانی'' کے ادارے کا نائب ڈائریکٹر منتخب ہوئے اور اس کتاب کی تحریر (۲۴/صفر/ ۱۴۲۷ھ) تک آپ اسی عہدے پر فائز ہیں۔ ۱۲/ ۱۰/ ۱۴۲۳ھ سے ۵/ ۱۲/ ۱۴۲۴ھ تک آپ کو ''تربیتی نگرانی کے ادارے'' کا عارضی طور پر ڈائریکٹر بھی بنایا گیا۔

علاوہ ازیں آپ القصیم کے مرکزی شہر بریدہ کی جامع مسجد فضیلة الشیخ/عبداللہ بن حمیدؒ کے خطیب وامام بھی ہیں اوراسی طرح ''ذاتی اور تربیتی علوم کی جمعیت سعودیہ'' (جستن) کے بھی آپ ممبر ہیں۔ ۱۴۲۰ھ میں اُردنی اساتذہ کے ساتھ ایگریمنٹ کرنے والی کمیٹی کے بھی آپ ممبر بنے۔ بریدہ کی ''نیکی اور بھلائی والی جمعیت خیریہ'' کی ایک ذیلی کمیٹی برائے خاندانی اُمور کے بھی ممبر ہیں اوراسی جمعیت کی ثقافتی کمیٹی کے چیئرمین بھی۔آپ اندرون ملک (سعودی عربیہ) اور بیرون ملک ہونے والے بہت سارے تربیتی دوروں اور پروگرامز میں بھی شریک رہے ہیں۔

فضیلۃ الشیخ/عبداللہ المرزوق حفظہ اللہ کی طبع شدہ بہت ساری کتب ہیں کہ جن میں سے قابل ذکر:

١۔اَلْعِلْمُ یَهْتِفُ بِالْعَمَلِ .　　　　٢۔مَعْلُوْمَاتٌ قُرْآنِیَةٌ .

٣۔کَیْفَ تَتَوَضَّأُ وَتُصَلِّيْ (انگلش میں ہے)　　　　٤۔اَلرَّحْمَةُ الْمُهْدَاةُ

٥۔مُکمِلاتُ الْفَرِیْضَةِ　　　　٦۔اَلْقُرْآنُ الْمَشْهُوْدُ

٧۔اَضْوَاءٌ وَّتَوْجِیْهَاتٌ (تین جلدوں میں)　　　　٨۔یَا حَمْلَةُ الْقُرْآن

٩۔مَعَ سیّد دوس: الْقِصَّةُ الدُّرُوس　　　　١٠۔مِن حِکم لُقْمَان

١١۔المرأة الاُوْلیٰ　　　　١٢۔البیانُ لکثیر من آفاتِ اللِّسان

١٣۔بنو قینقاع بین الْاَمْسِ وَالْیَوْمِ

١٤۔خواطر ورؤی من المیدان التربوي

١٥۔رجالٌ مِن المیدانِ التّربويّ

١٦۔مواقف من المیدان التربويّ

١٧۔مواقف مؤثرة من المیدان التربوي

١٨۔المنتخب من اَمثال العرب　　　　١٩۔حق لا یُنسی

(یہ کتاب الشیخ/عبداللہ السلام کے اشتراک سے لکھی گئی ہے۔)

٢٠۔ القواعدُ النیراتُ في ضبط الآیات المتشابهات

(یہ کتاب الشیخ سامح بن اُحمد بن محمد سعید کے اشتراک سے لکھی گئی ہے۔)

٢١۔ اور کتاب ھذا" الوفاء للنبی المصطفیٰ ﷺ ...... جامع سیرت"